سیرتِ نبوی

کی ابتدائی کتابیں اور ان کے مؤلفین

از

پروفیسر جوزف ہورووِتس

ترجمہ: نثار احمد فاروقی

اِدارۂ ادبیاتِ دِلّی

۲۰۰۹، گلی قاسِم جان، دھلی ۶

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

قصص الانبیاء زبان اردو

[illegible] ۱۱۰ [illegible]

Marfat.com

ہدیہ محبت برائے

محبی ڈاکٹر محمد اقبال مجددی

[illegible]

۲۶ جولائی ۱۹۷۹ء

۲۹ شعبان ۱۳۹۹ھ

سیرۃِ نبوی

کی اوّلین کتابیں اور اُن کے مؤلفین

Marfat.com

Marfat.com

سیرتِ نبوی

کی اوّلین کتابیں، اور اُن کے مؤلّفین

پروفیسر جوزف ہورووِتس

ترجمہ: نثار احمد فاروقی

استاد شعبۂ عربی، دلّی کالج، دلّی یونیورسٹی، دلّی ۶

ادارۂ ادبیاتِ دلّی

۲۰۰۹، گلی قاسم جان، دہلی ۶

Marfat.com

© نثار احمد فاروقی — ۱۹۷۳ء

137852

طبعِ اوّل : ایک ہزار
کتابت : حافظ محمد یونس صدیقی مرغوب رقم
طباعت : جمال پریس، دہلی
سالِ اشاعت: ۱۹۷۴ء

قیمت : ۷/۵۰
سات روپے، پچاس پیسے

Marfat.com

مشمولات

حرفِ ابتدار :	مترجم	۷
۱۔ پہلا باب :	مغازی کی ابتدار	۹
۱۔	أبان بن عثمان	۱۱
۲۔	عُروۃ بن الزُّبَیر	۱۸
۳۔	شُرجبیل بن سَعْد	۳۴
۴۔	وَھَب بن مُنَبِّہ	۳۶
۲۔ دوسرا باب :	ابنِ اسحٰق کے شیوخ	۵۳
۱۔	عبداللہ بن أبی بکر	۵۳
۲۔	عاصم بن عمر بن قتادۃ	۶۲
۳۔	ابنِ شہاب الزُّھری	۶۴

Marfat.com

۳۔ تیسرا باب : الزُّہری کے تلامذہ ۱۰۳
۱۔ موسیٰ بن عقبہ ۱۰۳
۲۔ مَعمَر بن راشد ۱۰۸
۳۔ محمّد بن اسحٰق ۱۰۹

۴۔ چوتھا باب : ابن اسحٰق کے بعد ۱۳۸

۱۔ ابو مَعشَر السّندی ۱۳۸
۲۔ الواقِدی ۱۴۲
۳۔ محمّد بن سعد ۱۷۷

Marfat.com

حرفِ ابتداء

جرمن مستشرق پروفیسر جوزف ہورووِتس ایک زمانے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ وہ یورپ کے علمارِ اسلامیات میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے اسلامی تاریخ کے ابتدائی اور بنیادی مصادر کا گہرا تنقیدی مطالعہ کیا تھا، اور دوسرے مستشرقین کی طرح اُن کا رویّہ بھی معاندانہ نہیں رہا ہے۔ اگرچہ اُن کی رائے سے علمی سطح پر اختلاف کرنے کی گنجایش متعدّد مواقع پر موجود ہے۔

اُنھوں نے جرمن زبان میں ایک طویل مقالہ لکھا تھا، جس میں اُن راویوں کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا تھا جنھوں نے سیرۃِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام) کا ابتدائی مواد جمع کیا، اور جو بعد کو سیرۃ کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کی بُنیاد بنا اِس عالمانہ مضمون کو، قرآن کریم کے مشہور انگریز مترجم، محمد مارماڈیوک پکتھال مرحوم نے انگریزی میں ترجمہ کیا، اور یہ انگریزی مجلّہ "اسلامک کلچر" حیدرآباد کی پہلی اور دوسری جلدمیں بالاقساط شائع ہوا تھا۔ اُس وقت پکتھال مرحوم ہی اِس رسالے کے ایڈیٹر بھی تھے۔

اِس مضمون کو علمائے اِسلامیات اور مستشرقین کے حلقے میں جو قبولیت حاصل ہوئی اُس کا اندازہ اِس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ زمانۂ مابعد میں اسلامیات کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے زیادہ حوالے اِسی ایک مضمون کے ملتے ہیں۔ لیکن یہ اسلامک کلچر کی فائلوں تک محدود تھا، اور صرف علمار ہی اس سے اِستفادہ کررہے تھے۔ بارے اُستاذ حُسین نصّار نے اسے عربی زبان میں منتقل کیا اور یہ ۱۹۴۹ء میں "اُلمغازی الأولیٰ ومؤلفوہا" کے نام سے بغداد میں شائع ہوا۔

میں نے اِسے اردو میں ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا تو انگریزی اور عربی دونوں تراجم

Marfat.com

میرے سامنے تھے، اُن کا باہم مقابلہ کرتا رہا، اور جہاں ممکن ہوا اصل مآخذ سے رجوع کرنے کی بھی کوشش کی۔ اس طرح اب یہ ترجمہ اتنی احتیاط کے ساتھ ہو گیا ہے کہ مصنف کی منشا کے خلاف غالباً اس میں کچھ نہ رہا ہوگا۔

میرے محترم ڈاکٹر سید عابد حسین نے یہ اردو ترجمہ اپنے مجلہ "اسلام اور عصرِ جدید" میں بالاقساط شائع کیا تو اسے از اوّل تا آخر ملاحظہ بھی فرمایا، اور بعض مواقع پر بہت مفید مشورے مرحمت فرمائے۔ اسی طرح یہ ترجمہ مولوی حفیظ الدین احمد صاحب کی نظرِ اصلاح سے بھی گذرا، اور بعض تسامحات پر اُنھوں نے مجھے متوجہ کیا۔ اِن بزرگوں کی حوصلہ افزائی کے لیے تہِ دل سے شکرگذار ہوں۔

کتابی صورت میں اس کی اشاعت میرے دوست شمیم احمد صاحب (یونیورسٹی اوف ٹورانٹو۔ کناڈا) کی کوشش اور فرمایش سے عمل میں آئی ہے۔ فجزاہُ اللہ۔

نثار احمد فاروقی

دہلی کالج - دہلی ۶

۷ - فروری ۱۹۷۳ء

۳ - محرم الحرام ۱۳۹۳ھ

Marfat.com

پہلا باب

مغازی کی ابتدار

عربی ادب کے تین میدان ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور اقوال کا ماخذ کہنا چاہیئے ، یعنی: حدیث ، سیرۃ اور تفسیر۔ ان میں سے ہر ایک کا بنیادی عنصر "شخصی روایت" ہے جو تینوں میں ایک ہی طرح آتی ہے۔ یعنی متنِ حدیث کو سلسلۂ اسناد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن تینوں موضوعات کی کتابیں جو انھیں روایات پر مشتمل ہیں ان کو مختلف ڈھنگ سے پیش کرتی ہیں۔ حدیث کے مجموعے انھیں موضوعاتی تقسیم سے ترتیب دیتے ہیں (مثلاً: مصنّفات جن میں صحاح ستہ شامل ہیں) یا اُن اصحابِ رسول کے ناموں سے جن تک سلسلۂ اسناد پہنچتا ہے (مثلاً: مسانید، جیسے مُسندِ احمد بن حنبل) — البتہ سیرۃ کی کتابوں میں یہ روایات، حوادث کی تاریخی ترتیب سے آتی ہیں۔ اور تفسیر بالحدیث میں انھیں اُن آیاتِ قرآنی کے لحاظ سے رکھا جاتا ہے، جن سے یہ متعلّق ہوں۔

حقیقتہً ان تینوں موضوعات میں سے کوئی بھی باعتبارِ مواد یکساں کتابیں پیش نہیں کرتا بلکہ انفرادی تالیفات اس مجموعۂ روایات سے

Marfat.com

مواد کا انتخاب کرنے میں خاصی مختلف ہیں - یہ اختلاف کبھی تو مؤلف کے اُن نظریات کی وجہ سے ہوتا ہے جنھیں سامنے رکھ کر وہ تالیف کرتا ہے کبھی اُس معیارِ نقد و جرح کے فرق سے پیدا ہوتا ہے جو ان روایات سے اخذ کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے - مگر تینوں موضوعات کی وہ تالیفات جنھیں ممکن حد تک جامع کہا جا سکے مثلاً: واقدی کی کتاب المغازی اور امام احمد بن حنبل کی مسند - بنیادی طور پر ایک ہی مواد رکھتی ہیں - ہمیں واقدی کے ہاں مشکل سے کوئی ایسی حدیث ملے گی جو مسند احمد بن حنبل میں درج نہ ہوئی ہو - احادیث نبوی کے سارے ذخیرے کو یکجا کرنے کی ایک قابلِ ذکر کوشش A Handbook of Early Mohammadan Traditions کے نام سے حال ہی میں سامنے آئی ہے - پروفیسر وینسنک Wensinck نے لائڈن میں یہ کتاب چھاپ کر ایک اہم خدمت انجام دی ہے - اسی طرح اگر آئندہ یہ ممکن ہوا کہ الطبری نے جو احادیث اپنی تفسیر میں درج کی ہیں انھیں یک جا کر دیا جائے تو احادیث کی حد تک تینوں موضوعات کے کل بنیادی مواد کا جائزہ لینا آسان ہو جائے گا -

اصحابِ رسول کے بعد تابعین کی نسل نے رسول اللہ کے اقوال اور افعال کی اُن روایتوں کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا جو اُن کے زمانے میں رائج تھیں - اگرچہ ان روایات کی قدر و قیمت مشکوک ہے کہ بعض صحابہ احادیث نبوی کو صحائف یا کتب کی شکل میں مدوّن کرتے تھے [۵] لیکن اس میں شک نہیں کہ تابعین کی نسل میں اس طرح کی کتابیں ناپید نہیں تھیں جنھوں نے اپنا مواد اصحابِ رسول سے حاصل کیا تھا - تابعین میں ایسے حضرات موجود تھے جو مغازی کے ماہر سمجھے جاتے تھے - مغازی کا مطلب ہے

Marfat.com

"جنگیں" — لفظی معنوں کے لحاظ سے تو اس صنفِ تحریر کو غزواتِ رسول و اصحابِ رسول تک محدود ہونا چاہیے تھا، مگر عموماً اس کا اطلاق رسول اللہ کی مکمل حیاتِ مبارکہ (سیرۃ) پر کیا جانے لگا۔ یہاں ہم مغازی کے اُن علماء کا ذکر کریں گے جو بالخصوص تابعین میں ہوئے اور اُن کی تالیفات کا بیان ہوگا۔ ہم اُن کے صرف اسی کارنامے کو نہیں لیں گے بلکہ اُن سے متعلق جو بھی اہم باتیں ہمیں معلوم ہیں اُن سب سے بحث ہوگی۔ پھر ایک یا دو فصلوں میں اُن کے بعد آنے والی نسل یعنی تبعِ تابعین سے تعلق رکھنے والے علمائے مغازی کا بیان ہوگا۔ اس کے بعد اولین کتبِ سیرۃ کے باقاعدہ مؤلفین مثلاً ابنِ اسحٰق اور اس کے معاصرین اور واقدی و ابن سعد کو لیں گے۔

۱۔ ابان بن عثمان

تابعین میں مغازی کے عالم کی حیثیت سے ہم سب سے پہلے ابان بن عثمان اور اُمِّ عمرو بنت جُندب کا نام لے سکتے ہیں۔[2] اُن کی پیدائش کسی طرح سنہ ۲۰ھ سے بعد کی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ ۳۶ھ میں وہ اتنے بڑے ہو چکے تھے کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے ساتھ اُس مہم[3] میں شریک ہو سکیں جو انھوں نے قتلِ عثمان (۳۵ھ) کا قصاص طلب کرنے کو شروع کی تھی۔ اس مہم کے دوران اُنھیں حضرت عائشہ کے پاس ایک قیدی کے بارے میں یہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا کہ اُس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟[4] اس کے بعد چالیس برس تک اُنھوں نے سیاست میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا، تاآں کہ عبدالملک نے ۷۵ھ میں اُنھیں مدینہ کا والی مقرر کیا۔[5] اُنھیں گورنر بنانے میں خلیفہ نے کچھ نہیں کیا بلکہ سبب یہ ہوا کہ ان کا پیشرو بغیر خلیفہ سے اجازت لیے دربار میں حاضری دینے دمشق پہنچ گیا اور انھیں

Marfat.com

اپنا وکیل بنا کر چھوڑ گیا[۶] ابان ۸۳ھ تک سات سال مدینہ کے گورنر رہے۔ پھر عبدالملک نے انھیں برطرف کر دیا[۷] گورنری کے زمانے میں خلیفہ انھیں ہر سال امیرِ حج نامزد کرتا تھا۔ بلکہ ۸۱ھ میں جنگی دشواریوں کی وجہ سے انھیں خلیفہ کا حکم بروقت نہیں مل سکا اور انھوں نے بہ طور خود امارتِ حج کا اعزاز حاصل کرنا چاہا تو اپنے نسب کی بزرگی کی بناپر، اور اپنے قرابت داروں کی اعانت سے، یہ عہدہ اپنے قبضے میں رکھنے سے انھیں کوئی نہیں روک سکا[۸] ان کے عہد امارت ہی میں مدینہ کی بعض بڑی شخصیتوں مثلاً جابر بن عبداللہ صحابی رسول، محمد بن الحنفیہ حضرت علی کے فرزند اور عبداللہ بن جعفر حضرت علی کے بھتیجے کا انتقال ہوا۔ ان سب کی نماز جنازہ ابان ہی نے پڑھائی[۹] اس کے سوا ان کی سرکاری مصروفیات کا ہمیں زیادہ علم نہیں ہے۔ اتنا معلوم ہے کہ انھوں نے ایک نیا قاضی مقرر کیا[۱۰] جعلی سکے بنانے والوں کو سزا دی[۱۲] اور اہل مدینہ کے صاع (ناپ کے پیمانہ) میں اضافہ کیا[۱۳]

ان کی وفات کے بارے میں ہماری معلومات غیریقینی ہیں۔ انھیں وفات سے ایک سال پہلے فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ الولید کے عہد (۸۶ - ۹۶ھ) میں مرے اور ابن سعد کا خیال ہے کہ اُن کی وفات یزید ثانی (۱۰۱ - ۱۰۵ھ) کے زمانے میں ہوئی۔ بلکہ بعض لوگ عہد یزید ثانی کے اواخر (۱۰۵ھ) میں بتلاتے ہیں۔

ابان کا شمار فقہاء مدینہ میں ہوتا ہے[۱۴] کہا جاتا ہے کہ انھیں اپنے باپ کے فتاویٰ حفظ[۱۵] تھے۔ کچھ روایات اس کی نفی کرتی ہیں کہ انھوں نے اپنے والد سے احادیث کی سماعت کی تھی[۱۶]

Marfat.com

ابان کو زمرۂ محدثین میں اچھی شہرت حاصل ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے علاوہ ابوالزّناد اور الزہری نے ان سے حدیث کی سماعت کی تھی۔ اگرچہ احادیث کی سندوں میں ان کا نام کثرت سے آتا ہے مگر سیرۃ کی کتابوں سے قطعاً غیر حاضر ہے۔ ہمیں ان کا ذکر ابن اسحٰق اور الواقدی کے یہاں یا ابن سعد کی کتاب کے ان حصوں میں جو سیرۃ سے متعلق ہیں، ہرگز نہیں ملے گا[۱۷]۔ یہ صحیح ہے کہ ابن سعد نے واقعۂ بدر میں العباس اور دوسرے ہاشمیوں کی گرفتاری کا حال ابان بن عثمان کی روایت سے لکھا ہے[۱۸]۔ لیکن اس خبر کا اسناد (ابان عن معاویہ بن عمار عن جعفر بن محمد متوفی ۱۴۸ھ) ظاہر کر رہا ہے کہ یہاں ابان بن خلیفہ عثمان مراد نہیں ہیں بلکہ یہ شیعی مؤلف ابان بن عثمان البجلی ہے[۱۹]۔ موخرالذکر نے ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا موضوع "المبدأ والمبعث والمغازی" ہے اور شاید یہ وہی ہے جس کا تذکرہ یاقوت نے معجم البلدان (۴: ۵۵) میں کیا ہے اور اسے "صاحب المغازی" کہتا ہے۔ لیکن ہمارے ابان خلیفہ کے بیٹے ہیں اور انھوں نے بھی مغازی میں خصوصی مہارت حاصل کی تھی۔

ابن سعد میں ایک مغیرہ بن عبدالرحمٰن کے بارے میں کہا گیا ہے[۲۰]:
"یہ قابلِ اعتماد تھے مگر انھوں نے بہت کم احادیث کی روایت کی ہے۔ البتہ کچھ مغازی جو انھوں نے ابان بن عثمان سے اخذ کیے تھے، ان کے سامنے کثرت سے پڑھے جاتے تھے اور وہ ہمیں ان کی تعلیم کی اجازت دیا کرتے تھے"[۲۱]۔ یہ مغیرہ، مسلمہ کی فوج میں تھے جس نے ۹۶ھ میں ایشیائے کوچک کا رخ کیا تھا[۲۲] اور جسے ۹۹ھ میں عمر ثانی (بن عبدالعزیز) نے واپس آنے کا حکم دے دیا تھا[۲۳]۔ مغیرہ، ابان بن عثمان الخلیفہ ہی سے مغازی اخذ

Marfat.com

کر سکتے تھے۔ ابان بن عثمان البجلی سے نہیں، جو اُن سے دو یا تین نسلوں کے بعد پیدا ہوئے۔

یہ مغازی جو ابان سے مغیرہ نے روایت کیے، اصطلاحی معنوں میں "کتاب" نہیں تھے بلکہ سیرۃ سے متعلق اخبار کا مجموعہ تھے اور غالباً اس مجموعے میں سے بھی جو مذکورہ بالا صحائف یا کتب کے مماثل تھے ہم تک کچھ نہیں پہنچا۔

بہرحال ابان کا تذکرہ اس اعتبار سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ایک خاص مجموعہ مغازی کا فراہم کیا۔ فی الواقع قتل عثمان کے بعد مدینہ اسلامی حکومت کا مرکز نہیں رہا تھا لیکن یہ ایک طویل عرصے تک عرب کی اعلیٰ سوسائٹی کا مرکز رہا جو مدینے کے انصار اور مکہ کے مہاجرین پر مشتمل تھا۔ اس میں خاندان بنی امیہ کے انصار بھی شامل تھے جنھوں نے اب دمشق میں اپنی طاقت فراہم کر لی تھی۔ مدینے کے ان حلقوں میں صرف مذہبی علوم ہی ذوق وشوق سے حاصل نہیں کیے جاتے تھے بلکہ موسیقی اور شعر وشاعری کا چرچا بھی ہو رہا تھا۔ یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ علماء اور شاعروں میں کوئی ربط نہیں تھا یا سب علمائے دین شعر کے مخالف تھے بلکہ خود مدینے میں ایسے علمائے دین موجود تھے جو اعلیٰ درجے کے شاعر تھے جس کی بہترین مثال عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ یعنی عتبہ بن مسعود کے پوتے ہیں جو رسول اللہ کے ساتھ اُحد میں شریکِ جنگ تھے۔

ان عبید اللہ کے لیے ابو الفرج الاصفہانی نے کتاب الاغانی میں ایک فصل مخصوص کی ہے[۲۴] جس میں ان کی شاعری کے نمونے ہیں۔ ایسا ہی ابن سعد نے کیا ہے[۲۵] یہ مدینے کے سات فقیہوں میں سے ایک ہیں۔ جب وہ

Marfat.com

قبیلہ ہُذَیل کی ایک دوشیزہ پر عاشق ہوئے تو انھوں نے باقی چھ فقہائے کے نام ایک قصیدے میں محبوبہ کو خطاب کر کے گنوا لئے ہیں اور انھیں اپنی محبت کی شدّت پر گواہ بنایا ہے :

أُحِبُّكِ حُبًّا لَو عَلِمتِ بِبَعضِهِ — لَجُدتِ وَلَم يَصعَب عَلَيكِ شَدِيدُ

وَحُبُّكِ — يا أُمَّ الصَّبِيِّ — مُدَلِّهِي — شَهِيدِي أَبُو بَكرٍ وَأَيُّ شَهِيدُ

ويَعلَمُ وَجدِي القاسِمُ بنُ مُحَمَّدٍ — وَعُروَةُ مَا أَلقَى بِكُم، وَسَعِيدُ

وَيَعلَمُ مَا أُخفِي سُلَيمانُ عِلمَهُ — وَخارِجَةُ يُبدِي لَنَا وَيُعِيدُ

مَتَى تَسأَلِي عَمَّا أَقُولُ فَتُخبَرِي — فَلِلحُبِّ عِندِي طَارِفٌ وَتَلِيدُ

ا - میں تجھ سے اتنی شدید محبت کرتا ہوں کہ اگر تجھے اس کا ذرا بھی علم ہو جائے تو تیرا دل نرم پڑ جائے اور محبت کی یہ شدّت تجھے کسی مشکل میں ڈالنے والی نہیں ہے۔

۲ - اور تیری محبّت نے اے بچے کی ماں — میرے تو اس چھین لیے ہیں اس پر ابوبکر گواہ ہیں اور کیسے گواہ ہیں!

۳ - اور قاسم بن محمد کو بھی میرا درد دل معلوم ہے اور مجھ سے جو گذری ہے وہ عروۃ اور سعید بھی جانتے ہیں۔

۴ - سلیمان بھی اپنی گواہی نہیں چھپائیں گے اور خارجہ بھی اس کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں۔

۵ - جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر تو اس کی تصدیق کرے گی تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میری محبّت تازہ اور شاداب ہے۔

ان مشہور فقہاء میں جو شاعر تو نہیں تھے لیکن نقد شعر کا اچھا ذوق رکھتے تھے، ایک سعید بن المسیّب بھی ہیں جو ان چھ فقیہوں میں شامل ہیں جنھیں

Marfat.com

عبیداللہ نے اپنی محبت پر گواہ کیا ہے۔ یہ ابوہریرہ کی بیوی کے فرزند اور علم حدیث کے مستند عالم تھے۔ جب نوفل بن مساحق نے مسجد نبوی میں انھیں سلام کیا، یہ اپنے شاگردوں اور مصاحبوں کے حلقے میں بیٹھے تھے۔ نوفل نے پوچھا: "سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ عبداللہ بن قیس الرقیات یا عمر بن ابی ربیعہ[27]"۔ اس وقت خود عبداللہ بن قیس ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے تازہ ترین کلام کے بارے میں اُن کی رائے جاننا چاہی[28]۔ کتاب الاغانی میں ایک روایت ہے[29] جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محتاط رائے دینے کو یہ جماعت کتنا پسند کرتی تھی۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: "میں حج کرنے چلا، راستے میں ایک حسین عورت کو دیکھا جو اپنی گفتگو میں فحش ادائیں دکھاتی تھی، میں نے اپنا اونٹ اس کے قریب لا کر کہا: "اے اللہ کی بندی، تو حج کو جا رہی ہے، کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتی؟" اس پر اس نے اپنے چہرے سے نقاب اُلٹ دی جو خوب صورتی میں سورج کو شرما رہا تھا، اور بولی:

"بچا میاں، ذرا سوچو تو، میں وہ عورت ہوں کہ العرجی نے جس کے بارے میں یہ کہا ہے:

مِنَ اللَّاءِ لم یحججن یبغین حسبةً ولکن لیقتُلنَ البَرِیَّ المُغفَّلا

(یہ ان عورتوں میں سے ہے جو اس لیے حج نہیں کرتیں کہ اللہ کی رضا حاصل کریں، بلکہ بے گناہ اور معصوم لوگوں کا قتل عام کرنے جاتی ہیں)

میں نے کہا: "اچھا تو میں خدا سے دعا کروں گا کہ اس حسین چہرے کو دوزخ کی آنچ سے بچائے"۔

سعید بن المسیّب نے یہ قصہ سُنا تو بولے: خدا کی قسم اگر عراق کے قابلِ نفرت لوگوں میں سے کوئی ہوتا تو اس عورت سے یوں کہتا: "دفان ہو،

Marfat.com

خدا تجھے سمجھے"۔ مگر ابن عمر کا جواب اہل حجاز کی ذہانت لیے ہوئے ہے"۔

اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ہم اصل موضوع سے زیادہ دُور نہیں گئے ہیں، اگرچہ بظاہر یہی محسوس ہوگا۔ اصل میں یہاں سعید کے کچھ حالات بیان کرنا ضروری تھے اس لیے کہ ہم اُن کے اس قول کے ممنون ہیں کہ "مدینہ کے اشراف کی سوسائٹی میں مغازی گفتگو کا پسندیدہ موضوع تھا"۔ الطبری نے ان کا بیان نقل کیا ہے[۵۵]: "جب ہم مروان بن الحکم کے پاس تھے"۔ یقیناً یہ اس زمانے کی بات کر رہے ہیں جب غالباً ۵۶ھ میں مروان مدینہ کا گورنر تھا۔ "دربان اندر آیا اور بولا: ابو خالد حکیم بن حزام آئے ہیں"۔ اس نے کہا: "آنے دو"۔ جب حکیم اندر آئے تو اس نے کہا: خوش آمدید ابو خالد۔ قریب آجاؤ" مروان صدر مجلس سے ہٹ گیا یہاں تک کہ دونوں کے درمیان ٹیکہ آگیا۔ اب مروان نے ان سے کہا: ہمیں بدر کا قصہ سنائیے!" تب حکیم نے کہنا شروع کیا: "ہم چلے....." وغیرہ

ایسا ہی عمل عبدالملک بن مروان نے خلیفہ ہونے کے بعد کیا۔ وہ کبار تابعین سے بدر کے حالات معلوم کیا کرتا تھا۔

اب ہم پھر ابان کی طرف آتے ہیں۔ بڑے فقہا اور محدثین کے بارے میں یہ جاننے کے بعد کہ وہ شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ ہمیں یہ سُن کر تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ ابان بھی شعر کے رسیلے تھے۔ ابوالزناد کہتے ہیں[۵۹] کہ میں نے مشکل سے ان کی کوئی مجلس ایسی دیکھی ہوگی جس میں انھوں نے مدینہ کے شاعر الربیع بن الحُقَیق کے اشعار نہ پڑھے ہوں۔

سَئِمتُ وَأَمسَیتُ رهنَ الفِرا ... شِ مِن جُرمِ قَومِي وَمِن مَغرَمِ

وَمَن سَفَهِ الرَّأيِ بَعدَ النُّهَی ... دعَیبِ الرشادِ وَلَم یُفهَمِ

Marfat.com

فلو أنّ قومی أطاعوا الحلیمَ — لم یتعدّوا ولم یظلموا
ولکنّ قومی أطاعوا الغُواۃَ — حتی تعکّس أهلُ الدّم
فأودی السّفیهُ برأیِ الحلیم — وانتشر الأمرُ لم یُبرم

۱- اب جو میں بستر میں پڑا ہوں تو اپنی قوم کے جرم و خطا سے عاجز ہوں
۲- اور ان کی احمقانہ حرکتوں سے جو سمجھانے کے باوجود سرزد ہوئیں
انھوں نے سیدھے راستے میں عیب نکالے۔ اور بات کو سمجھ کر ہی نہ دیا۔
۳- اگر میری قوم نے عاقلوں کی رائے پر عمل کیا ہوتا تو نہ ان پر زیادتی ہوتی نہ ظلم ہوتا
۴- مگر انھوں نے توبہکانے والوں کا اتباع کیا یہاں تک کہ دشمن (کاٹنے کے بعد سانپ کی طرح) اُلٹ گئے۔
۵- احمقوں نے عقلمندوں کے معاملے کا ایسا ستیاناس کر دیا کہ اب کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا۔

یزید بن عیاض کہتے ہیں[۳۲] کہ اپنے گورنری کے زمانے میں ابان نے صرف یہی غلطی کی تھی کہ حضرت علی کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کو خوش کرنے کے لیے خود دمشق کے دربار میں پہنچے جبکہ عبداللہ اپنے بانسری بجانے والے غلام کو بھیجنے پر آمادہ تھے .....

۲- عروۃ بن الزبیر

ابان کی ولادت کے کچھ ہی زمانے بعد عروہ بن الزبیر پیدا ہوئے۔ یہ بھی مغازی کے ایسے ہی عالم تھے۔ ان کے مجموعہ روایات سے، ابان کے برعکس بہت کچھ ذخیرہ ہم تک پہنچتا ہے۔ عروۃ بھی اسلام کے قدیم طبقۂ اشراف سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے حجاج بن یوسف کے ایک طنزیہ جملے کے جواب میں[۳۳] اس پر

Marfat.com

فخر کیا ہے کہ وہ صدر اول کی سب سے زیادہ شریف مسلمان خاتون سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مکالمہ غالباً ۷۵ھ میں ہوا۔ واقعہ یوں ہے کہ عروہ نے عبد الملک سے باتیں کرتے ہوئے اپنے بھائی عبد اللہ کا تذکرہ ان کی کنیت ابو بکر سے کیا۔ حجاج نے اس پر ملامت کی:

"تیری ماں مرے، تو ایک منافق کا ذکر امیر المومنین کے سامنے کنیت کے ساتھ کرتا ہے۔"

"یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟" عروہ نے جواب دیا "جو جنت کی سردار عورتوں کا بیٹا ہے۔ میری ماں اسماء بنت ابی بکر ہے، نانی صفیہ بنت عبد المطلب ہے، خالہ عائشہ ہے اور پھوپھی خدیجہ بنت خویلد!" عروہ کے دادا العوّام حضرت خدیجہ کے بھائی تھے، ان کے باپ الزبیر سابقون الاولون میں سے تھے اور ان کے بھائی عبد اللہ جن کا ذکر ابھی ہوا ان مکیّ اور مدنی اصحاب رسول کی اولاد کے قائد تھے جنھوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ انھوں نے ۶۴ھ سے ۷۳ھ تک مکہ میں حکومت کی۔

عروہ، عبد اللہ سے کئی سال چھوٹے تھے اس لیے کہ عبد اللہ نے اپنے چھوٹے بھائی کی ولادت کی خبر اس وقت سُنی تھی جب وہ ۲۶ھ میں افریقہ پر چڑھائی کر کے مدینہ واپس آئے ہیں۔ عروہ نے جنگِ جمل (۳۶ھ) میں شرکت نہیں کی تھی جس میں ان کے باپ کام آئے۔ اس لیے کہ یہ اس وقت صرف دس سال کے تھے، ان کے مقابلے میں ابان کچھ ہی بڑے تھے[۲۵] مگر وہ معرکے میں شریک ہوئے تھے۔ اس زمانے میں عروہ شہر ہی میں رہے۔ ۴۶ھ میں پہلی بار ان کا نام ایک سیاسی واقعہ کے ذیل میں آتا ہے: جب خالد بن المہاجر نے اپنے مقتول چچا عبد الرحمٰن بن خالد کے خون

Marfat.com

کا قصاص لیا[۳۶]

معاویہ کی حکومت (۴۱ھ - ۶۰ھ) کے آخری زمانے میں، اور ۵۵ھ کے بعد کسی وقت عروہ اپنے کچھ حامیوں کے ساتھ مسجد نبوی میں روزانہ رات کو باقاعدہ اجتماع کرتے تھے اور قبیصہ کا بیان ہے[۳۷] جو اس جماعت کا ایک رکن تھا اور بعد کو خلیفہ عبدالملک کا معتمد بن گیا تھا کہ اس جماعت کے ممبروں میں اُس کے اور عروہ کے علاوہ مصعب بن الزبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عبدالملک بن مروان، عبدالرحمٰن بن مِسوَر، ابراہیم بن عبدالرحمٰن، اور عبیداللہ بن عبداللہ شامل تھے[۳۸]۔ رات کے اُن جلسوں کی ایک کہانی ہمارے لیے ابن خلکان نے محفوظ کر دی ہے[۳۹]۔ مگر اس قصے میں موازنے کے لیے اس نے عبداللہ بن الزبیر کا نام بھی شرکا میں شامل کر دیا ہے جب کہ ایسے نام چھوڑ دیے ہیں جو قصے کی مناسبت سے غیر ضروری تھے۔ وہ کہتا ہے: عبدالملک بن مروان، عبداللہ بن الزبیر اور اُن کے دونوں بھائی عروہ اور مصعب، معاویہ بن ابی سفیان کے عہدِ حکومت میں مسجد حرام میں جمع تھے، کسی نے کہا: آؤ ہم سب اپنی اپنی خواہش بیان کریں۔" عبداللہ نے کہا: میری تمنا ہے کہ دونوں مقدس شہروں (مکہ اور مدینہ) پر حکومت کروں اور خلیفہ بن جاؤں۔" مصعب بولے: میری آرزو ہے کہ دونوں عراقوں پر قبضہ کروں اور قریش کی دو حسین ترین عورتیں سکینہ بنت الحسین اور عائشہ بنت طلحہ میرے نکاح میں ہوں۔" عبدالملک بن مروان نے کہا: میری تمنا یہ ہے کہ ساری دنیا پر حکومت کروں اور معاویہ کا جانشین بنوں۔" عروہ نے کہا: مجھے ان میں سے کوئی تمنا نہیں ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں زاہدانہ زندگی گذاروں، آخرت میں سرخرو رہوں اور اُن لوگوں میں شمار کیا جاؤں

Marfat.com

جن سے علم کی روایت کی جاتی ہے"۔ چناں چہ زمانہ بدلا۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی مراد کو پہنچا اسی لیے عبدالملک کہا کرتا تھا کہ "جو کوئی دنیا میں جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ عروہ بن الزبیر کو دیکھ لے"۔

مدینہ میں عروہ کا قیام تقریباً سات سال نہیں رہا جب وہ مصر میں تھے اس بارے میں خود عروہ کہا کرتے تھے[۵۱]: "میں نے سات سال مصر میں گذارے اور وہاں شادی کی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ بوجھ سے دبے ہوئے ہیں، اُن پر اُن کی طاقت سے زیادہ بار ڈال دیا گیا ہے۔ اگرچہ عمرو نے یہ ملک صلح اور معاہدے کی رو سے حاصل کیا تھا اور ان پر کچھ ٹیکس لگا دیے تھے"۔

ہمیں یہ معلوم ہے کہ جس زمانے میں اُن کے بھائی نے یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے عروہ مصر میں تھے۔ دوسری طرف عبداللہ نے ۶۴ھ میں مصر کے لیے جو گورنر نامزد کیا تھا اسے اگلے ہی سال وہاں سے آنا پڑا تھا اس لیے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ عروہ نے جو سات سال مصر میں گذارے یہ ۵۸ھ سے ۶۵ھ تک کا زمانہ ہوگا۔ عبداللہ کی خلیفہ سے جنگ میں عروہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ تھے اور رجب ۷۲ھ میں اپنے بھائی کی خاطر لڑتے ہوئے مصعب بھی مارے گئے تو عروہ کو اُن کا ترکہ پہنچا تھا[۵۲] اور جب عبداللہ کا محاصرہ مکہ میں ہوا تو یہ اپنے بھائی کے ساتھ رہے[۵۳] عبداللہ کے قتل اور اُن کے مقصد کی ناکامی کے بعد (۷۳ھ) عروہ سیدھے عبدالملک کے دربار میں پہنچ گئے جو اب مسلّم طور پر خلیفہ تھا اور جس کے ساتھ آخر عہد معاویہ میں عروہ راتوں کو مسجد نبوی میں جمع ہوتے تھے، جس کا قصہ اوپر گذر چکا ہے۔ عبدالملک کے دربار میں عروہ کی حاضری سے متعلق متعدد مسائل

Marfat.com

روایات ملتی ہیں۔ یہاں عبداللہ بن فائد کی روایت درج کی جاتی ہے:

"عروہ ایک بہترین اونٹ پر سوار ہوئے اور اس سے پہلے دمشق جا پہنچے کر حجاج کے قاصد عبداللہ بن الزبیر کے مقتول ہو جانے کی خوش خبری لائیں۔ جب وہ عبدالملک کے دروازے پر آئے تو انھیں باریابی دی گئی۔ انھوں نے "خلیفہ" کہہ کر سلام کیا، عبدالملک نے جواب دیا، خوش آمدید کہا اور گلے سے لگایا۔ پھر انھیں تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر عروہ نے کہا:

نَمُتُّ بِأَرْحَامٍ إِلَيْكَ قَرِيبَةٍ   وَلَا قُرْبَ لِلْأَرْحَامِ مَا لَمْ تُقَرَّبِ

(ہم تجھ سے قریبی رشتہ پیدا کرنا چاہتے ہیں، مگر کوئی رشتہ قریبی نہیں ہوتا جب تک کہ اُسے قریب کیا نہ جائے)

پھر باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ عبداللہ کا تذکرہ ہوا۔ عروہ نے کہا: "ابوبکرؓ ہم سے جدا ہو گئے"۔ عبدالملک نے کہا: "کیا ہوا؟" کہا: "قتل کر دیے گئے، خدا اُن پر رحمت کرے"۔ اس پر عبدالملک سجدے میں گر پڑا۔ عروہ نے کہا: حجاج نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا ہے اس سے کہو کہ لاش ان کی ماں کے حوالے کر دے"۔ اس نے کہا: بہتر۔ اور سولی دینے کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی اس پر اظہارِ رنج کیا اور حجاج کو لکھا: خبردار عروہ کو میں نے امان دے دی ہے"۔ تیس دن کے اندر وہ شام سے مکہ واپس آگئے۔ حجاج نے سولی سے عبداللہ کا جسد اُتار کر اُن کی ماں کے حوالے کر دیا تھا۔ ماں نے لاش کو غسل دیا، مگر پانی پڑنے سے جسم اُدھڑنے لگا۔ وہ کہنے لگیں: "مجھے خواب میں اُم المقطّع (ٹکڑے ہونے والے بچے کی ماں) کہا گیا تھا، میں المنذر کو سمجھی تھی کیونکہ تلوار سے اس کے ٹکڑے

137852
Marfat.com

کیے گئے تھے۔ اپنے بیٹے کو نہیں سمجھی تھی"۔ پھر ایک ایک عضو علیحدہ دھویا، ان کو جوڑ کر دفن کیا[۱۶] عروہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

عبدالملک، عروہ کا اتنا ہی احترام کرتا تھا جتنی اس سے توقع کی جاسکتی تھی، مگر عروہ کے بیٹے ہشام کا کہنا ہے کہ عروہ کو بعض دمشق والوں سے شکایت تھی[۱۷]۔ ایک دن عروہ عبدالملک کے ساتھ بیٹھے تھے، کچھ لوگ آئے اور عبداللہ بن الزبیر کا ذکر شروع کیا عروہ دربان سے یہ کہتے ہوئے نکل گئے۔ "عبداللہ بن الزبیر میرے ہی ماں باپ کا فرزند تھا جب تمھیں اس کا تذکرہ کرنا ہو تو مجھے باریابی نہ دیا کرو"۔ عبدالملک کو جب معلوم ہوا تو کہا: "ہم نے تمھارے بھائی کو عداوت سے قتل نہیں کیا، بلکہ اس نے حکومت طلب کی، ہم نے بھی طلب کی، اس میں وہ مارا گیا۔ اہل شام کا یہ وطیرہ ہے کہ جسے قتل کرتے ہیں اُسے بُرا بھلا بھی کہتے ہیں۔ اگر ہم کسی کو تم سے پہلے باریابی دیں اور ایسا شخص آجائے جو ہدز بانی کرنے والا ہو تو تم اندر مت آؤ؛ اور اگر کسی دوسرے کو باریابی مل جائے جب کہ تم یہاں بیٹھے ہو تو اُٹھ کر باہر چلے جاؤ"۔

عبدالملک سے عروہ کی اور ملاقاتوں کا حال، ہمیں معلوم نہیں۔ ہاں یہ جانتے ہیں کہ عروہ کے مدینے واپس آنے کے بعد علمی موضوعات پر ان دونوں میں خط و کتابت رہتی تھی۔

دوبارہ پھر عروہ دمشق گئے جب ۸۶ھ میں ولید تخت حکومت پر بیٹھا۔ اس وقت ان کے ہم رکاب ان کا بیٹا اور ان کے خاندان کا ایک دوست شاعر اسماعیل بن یسار بھی تھا۔ اس دوسرے سفر دمشق میں عروہ پر ایک بلا نازل ہوگئی۔ ان کا بیٹا محمد، شاہی اصطبل کی چھت سے گر پڑا،

Marfat.com

جہاں سے جھانک کر وہ گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ گھوڑے الف ہو رہے تھے انھوں نے دولتیاں مار مار کر ہلاک کر دیا۔ خود عروہ کو بھی زہر پھیل جانے کی وجہ سے اپنی ایک ٹانگ کٹوانی پڑی تھی۔

محمد کے مرثیے میں اسماعیل بن یسار نے جو قصیدہ لکھا تھا وہ کتاب الاغانی[۵۰] میں محفوظ ہے اور اس افسوسناک حادثے کے بارے میں ہشام بن عروہ کی روایت بھی درج ہے، وہ کہتا ہے: "پھر عروہ ولید بن عبدالملک کے پاس پہنچے اور اپنے پیر کے زخم کی شکایت کی۔ ان سے کہا گیا کہ اسے قطع کرا دو بولے مجھے لنگڑا بننا پسند نہیں۔ اب وہ زخم گھٹنے تک پہنچ گیا۔ ان سے کہا گیا: یہ اگر گھٹنے تک آ گیا تو تم مر جاؤ گے۔ مجبوراً کٹوا دیا، اور ان کے چہرے پر کوئی ناگواری کا اثر نہیں تھا۔ کاٹنے سے پہلے اُن سے کہا: ہم آپ کو ایسی دوا دیتے ہیں جس کو پی کر درد کا احساس نہیں ہوگا۔ بولے: "کوئی ضرورت نہیں، یہ دیوار مجھے اس تکلیف سے بچائے گی"۔ اور محمد بن عروہ بن الزبیر — جن کی ماں الحکم بن ابی العاص بن امیہ کی بیٹی تھی — ولید کے اصطبل میں ایک چبوترے سے گر پڑے۔ ایک گھوڑی نے اپنے سُموں سے مار مار کر انھیں ہلاک کر دیا۔ ایک شخص عروہ کے پاس تعزیت کے لیے آیا تو عروہ نے کہا: اگر تم میری ٹانگ پر افسوس کرنے آئے ہو تو میں اس پر صبر کر چکا"۔ اس نے کہا کہ میں تو محمد کی تعزیت کو حاضر ہوا ہوں"۔ بولے: اسے کیا ہوا؟" تب انھیں یہ ماجرا سنایا گیا، انھوں نے یہ شعر پڑھا:

وَكُنتُ إِذَا الأَيَّامُ أَحدَثْنَ هَالِكاً   أَقُولُ شَوىً، مَا لَمْ يُصِبْنَ حَمِيمِي

(جب زمانہ کوئی ستم ایجاد کرتا تھا تو میں کہا کرتا تھا: یہ تو کچھ بھی نہیں! اگر

Marfat.com

یہ اُس وقت تھا کہ میرے کسی عزیز پر آفت نہیں آئی تھی۔)
"یا اللہ! تو نے میرا ایک عضو چھین لیا مگر باقی اعضا تو موجود ہیں، ایک بیٹے کو مجھ سے جدا کر دیا تو دوسرے بیٹے ہیں، اگر تو انھیں لیتا ہے تو باقی بھی تو ہی رکھتا ہے، اور آزمائش میں ڈالتا ہے تو عافیت بھی تجھی سے ملتی ہے۔" جب وہ مدینے آئے تو اپنے العقیق والے محل میں مقیم ہوئے۔

دوسرے متعدد بیانات میں بھی عروہ کی ٹانگ کٹ جانے کا یہی حال ملتا ہے[51]۔ ان میں سے ایک یہ ہے[52]:

"عیسیٰ بن طلحہ، عروہ کے پاس آئے، یہ اس وقت الولید بن عبدالملک کے دربار سے واپس آئے تھے اور ٹانگ کٹ چکی تھی۔ عروہ نے اپنے کسی بیٹے سے کہا: "ذرا میری ٹانگ کھول دو تاکہ یہ تمھارے چچا دیکھ لیں۔" اس نے ایسا ہی کیا۔ عیسیٰ نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے ابوعبداللہ ہم نے تمھیں کشتی لڑنے یا دوڑ لگانے کے لیے تیار نہیں کیا تھا۔ اللہ نے ہمارے لیے اس چیز کو باقی رکھا جس کے ہم محتاج تھے یعنی تمھارا علم اور ذہانت۔" عروہ نے کہا: تمھاری طرح کسی نے بھی میری ٹانگ کے بارے میں میری ڈھارس نہیں بندھائی۔"

امرا بنی امیہ میں سے ایک امیر عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ کے گورنر تھے (۸۷ھ یا ۹۳ھ) تو عروہ ان کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔ عروہ ان دس فقہا میں سے ایک تھے جنھیں مدینے کا والی ہونے کے بعد عمر نے مشورے کے لیے طلب کیا[53]۔ ابن سعد[54] نے ایک حدیث نبوی عروہ سے روایت کی ہے جو عمر نے اس وقت بیان کی جب وہ مدینے میں مسجد تعمیر کر رہے تھے (۸۸ھ) اس کے باوجود عروہ نے گورنر سے اس وقت شدید احتجاج کیا تھا جب

Marfat.com

اس نے اِن کے قول کو جھٹلایا کہ "حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والدین کے سوا کسی سے اتنی محبت نہیں کرتی تھیں جتنی عبداللہ بن الزبیر سے[۵۵]"۔

مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کی آگ بھڑکانے سے عروہ بہت بچتے تھے چناں چہ ان سے یہ قول منسوب ہے[۵۶] کہ "علی اس سے بہت زیادہ متقی تھے کہ وہ قاتلین عثمان کی مدد کرتے اور عثمان بھی اس سے کہیں زیادہ پرہیزگار تھے کہ علی اُن کو قتل کرا دیتے"۔

عروہ حضرت علی کے ایک پوتے علی بن الحسین (ف ۹۲ھ یا ۹۴ھ) کے ساتھ مسجد نبوی کے عقبی حصے میں ہر شام کو بیٹھا کرتے تھے۔ ایک بار ان دونوں میں جو گفتگو ہوئی اس میں عبداللہ بن حسن بھی شریک تھے وہ بیان کرتے ہیں[۵۷]: "ایک رات ہم باتیں کر رہے تھے' یہ عبدالملک یا الولید کا زمانہ تھا ــــ بات کا رُخ بنو امیہ کے جور و ستم کی طرف پھر گیا جو انھوں نے اپنے عہد اقتدار میں کیے اور سب لوگ بے بسی سے دیکھتے رہے پھر انھوں نے اللہ کے عذاب سے خوف ظاہر کیا جو بنی امیہ پر کیا جائے گا۔ اس پر عروہ نے علی سے کہا: "اے علی جو شخص ظلم سے خود کو علیحدہ رکھتا ہے اور جس کے بارے میں اللہ جانتا ہے کہ ظالموں کے فعل سے نفرت کرتا ہے تو خواہ وہ ان کی طرف تھوڑا سا میلان رکھتا ہو، جب ظالموں پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا، تو خدا سے امید کی جاتی ہے کہ وہ شخص محفوظ رہے گا"۔

پھر عروہ نے مدینہ چھوڑ دیا اور العقیق چلے گئے۔ عبداللہ نے کہا: "اور میں وہاں سے نکل کر سُوَیقہ میں مقیم ہو گیا"۔

یہاں جو کلمات عروہ سے منسوب ہوئے ہیں جس میں امویوں کے

Marfat.com

استبداد کا حوالہ ہے، یہ غالباً انھوں نے حکام دمشق سے اپنا تعلق باقی رکھنے پر اپنے دفاع میں کہے ہیں جن سے انھوں نے اپنی اطاعت کا انکار نہیں کیا اور مدینے میں رہ کر بھی ان سے رابطہ قائم رکھا۔

عروہ کے سال وفات کے بارے میں ہمیں قطعیت سے معلوم نہیں ہے[۵۹]، البتہ بہت سے ثقات ان کا انتقال ۹۴ھ میں بتاتے ہیں۔ انھوں نے الفُرع کے پاس اپنی جاگیر مُجاج میں وفات پائی۔ اُن کے بیٹوں میں محمد اور ہشام کا ہم نے پہلے بھی کئی بار نام لیا ہے، اُن کے سوا چھ بیٹوں کے نام ہمیں اور معلوم ہیں[۶۰]۔

عروہ بحیثیتِ محدّث بڑی شہرت کے مالک ہیں، اور وہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ اپنے خاندانی رشتوں کی وجہ سے انھیں صدرِ اسلام کی بہت سی روایات اوّلین ذرائع سے فراہم کرنے کے مواقع حاصل تھے؛ یعنی اپنے والد بزرگوار سے، اپنی ماں سے، اور سب سے زیادہ خالہ عائشہ سے جن سے وہ کثرت سے ملتے اور سوالات کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں[۶۱] کہ میں نے اور عروہ نے ابن عمر سے دریافت کیا کہ رسول اللہ نے کتنے عمرے کیے تھے، اُن کے جواب سے ہماری تشفی نہیں ہوئی تو عُروہ عائشہ کے پاس گئے۔ اُنھوں نے دوسرا ہی جواب دیا۔

جن حضرات نے عروہ سے روایت کی اُن میں ہشام بن عروہ اور محمد بن مسلم بن شہاب الزہری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اُن کے بیٹے ہشام اطلاع دیتے ہیں کہ واقعہ حرّہ کے دن (۶۳ھ) جس میں یزید نے مدینے والوں کو شکست دی تھی، عروہ نے اپنی فقہ کی کتابیں جلا ڈالی تھیں[۶۲]۔ بعد میں اس نقصان پر بہت رنج کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہمیں اور کتابوں

Marfat.com

کے بارے میں علم نہیں جو اُن کے پاس ہوں یا جن پر انھوں نے کچھ شرح وغیرہ لکھی ہو۔[63]

عروہ نے ثقہ راویوں سے جو اخبار حاصل کیے تھے وہ اپنے شاگردوں کو زبانی ہی منتقل نہیں کیے بلکہ صدر اسلام کے حوادث پر انھوں نے اپنی معلومات کو مدوّن بھی کیا تھا۔ اس طرح کے کئی مدوّن رسائل ہمیں ابن اسحٰق، الواقدی اور الطبری کی کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ الطبری میں جو اقتباسات درج ہیں اُن کا خطاب غالباً خلیفہ عبدالملک سے ہے۔ دوسرے میں ابن ابی ہُنیدہ مخاطب ہے جو خلیفہ الولید کے دربار سے متوسّل تھا۔

ابتدا میں عبدالملک اکثر فقہار کی صحبت میں بیٹھتا تھا[64] اور نوجوانی میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا شائق تھا[65]۔ خلیفہ عثمان کے فتاوی اُسے زبانی یاد تھے اور ابوہریرہ، ابوسعید الخُدری وغیرہ صحابہ سے اُس نے احادیث سُنی تھیں[66]۔ اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس نے مدینہ کی طرف رجوع کیا[67] جسے وہ علم حدیث کا مرکز جانتا تھا اور مغازی کے موضوع پر عروہ سے معلومات حاصل کیں۔ جن کو وہ اپنے زمانۂ قیام مدینہ سے ہی اس موضوع پر سند سمجھتا تھا اور جن سے عبداللہ کی بغاوت فرو ہونے کے بعد خوشگوار تعلقات ہو گئے تھے۔

عبدالملک کے نام عروہ کے رسائل کا پہلا اقتباس جو الطبری میں محفوظ ہے، حبشہ کو ہجرت کرنے سے متعلق ہے اس کے ساتھ طویل سلسلۂ اسناد ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے:

"ابان العطار قال: ثنا هشام بن عروة عن عروة، انه كتب الى عبد الملك بن مروان ....."

Marfat.com

"ابان العطار نے کہا: مجھ سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ انھوں نے عبدالملک بن مروان کو لکھا....."

دوسرے اقتباس میں بھی، ہمیں یہی سند ملتی ہے[٦٩]۔ فرق اتنا ہے کہ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "عن عروۃ انہ قال...." اس میں یہ نہیں ہے کہ "کتبَ إلیٰ عبدالملک" — بہرحال اس میں شک نہیں کہ یہ بھی عبدالملک کے نام اُن کے مراسلے کا ہی ایک اقتباس ہے اس لیے کہ باعتبار موضوع یہ پچھلے اقتباس سے مربوط ہے کیونکہ پہلے میں حبشہ کو ہجرت کرنے کا بیان ہے جس کا باعث پہلا "فتنہ" تھا اور دوسرا اقتباس مدینہ کو اصحابِ رسول کی ہجرت کا بیان پیش کرتا ہے جو دوسرے "فتنے" کے سبب ہوئی عروہ نے لفظ "فتنہ" قرآن کی آیۃ (۸: ۳۹) کی رو سے استعمال کیا ہے اور دوسرے اقتباس[٧٠] میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے جس میں ہجرتِ نبوی کا ذکر ہے[٧١] یہاں بھی سلسلۂ اسناد وہی ہے بس وہی فرق ہے کہ آخر میں ہے: "انھوں نے کہا" یہ نہیں ہے کہ "انھوں نے عبدالملک کو لکھا" بظاہر یہ تینوں اقتباس ایک ہی مراسلے سے ماخوذ ہیں جو انھوں نے عبدالملک کو لکھا تھا۔ آگے چل کر ہمیں یہ بات زیادہ واضح لفظوں میں ملتی ہے۔ اسی سلسلۂ اسناد کے بعد[٧٢]: "ثنا هشام بن عروة عن عروة أنه كتب إلى عبد الملك بن مروان: أمّا بعد: فانّك كتبتَ إليَّ فى أبى سفيان ومخرجه؛ تسألنى كيف كانَ شأنُه ...."

(ہم سے ہشام بن عروہ نے بہ روایت عروہ بیان کیا کہ انھوں نے عبدالملک بن مروان کو لکھا: "اما بعد: تم نے ابوسفیان اور اُن کے حملے کے بارے میں لکھا ہے اور مجھ سے پوچھا ہے کہ اس کا ماجرا کیا تھا...") اس کے

Marfat.com

بعد غزوۂ بدر کا مفصل حال ہے جو ان لفظوں سے شروع ہوا ہے: "کان من شأنه أنّ أباسفیان ..... (ابوسفیان کا یہ حال تھا .....) وغیرہ۔ اس میں بھی عروہ نے کثرت سے قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے۔

ایک اور اقتباس کا آغاز یوں ہے:[۳] ثنا هشام بن عروة عن عروة أنّه كتب إلى عبد الملك بن مروان: اما بعد: فانّك كتبتَ إلىّ تسألني عن خالد بن الوليد: هل أغار يومَ الفتحِ وبأمرِ من أغار؟" (ہشام بن عروہ نے، اُن سے عروہ نے، بیان کیا کہ انھوں نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا۔ اما بعد: تم نے خط لکھ کر خالد بن الولید کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا ہے کہ کیا انھوں نے فتح مکہ کے دن حملہ کیا تھا اور کس کے حکم کیا تھا؟")

اور جواب اس طرح شروع ہوتا ہے "إنّه کان من شأنِ خالد ....." (خالد کا حال یہ تھا .....) وغیرہ۔ اس لیے اگر ہم دوسرے اقتباس میں، اُسی سلسلۂ اسناد کے بعد، صرف یہ دیکھتے ہیں کہ "ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا:" وغیرہ ـــ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بھی عبدالملک کو لکھے گئے جواب ہی کا مزید اقتباس ہے اس لیے کہ پہلے اقتباس کے آخری الفاظ، اس اقتباس کے شروع میں آگئے ہیں اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ عبدالملک کو مراسلے کا ایک ٹکڑا دوسرے اقتباس میں پیش کر دیا گیا ہے۔ نیز الطبری نے عبدالملک کو عروہ کے جواب کا ایک مختصر ٹکڑا محفوظ کر دیا ہے جس میں خلیفہ نے حضرت خدیجہ کی وفات کا سنہ پوچھا تھا۔[۴] دوسرا اقتباس عبدالملک کے اس سوال کا جواب ہے کہ کیا رسول اللہ نے الاشعث بن قیس کی بہن سے نکاح کیا تھا؟[۵]

Marfat.com

عبدالملک یا الولید کے استفسار میں جو کچھ عروہ نے رسائل لکھے اُن کی روایت تو ہشام بن عروہ نے کی ہے، اور ابن ابی ہُنیدہ کو جو جواب لکھا اس کا متن الزہری کی بدولت ہم تک پہنچا ہے۔ ابن ابی ہُنیدہ خلیفہ الولید کا گہرا دوست تھا اس نے قرآن کی سورہ (۶۰ : ۱۰) کے متعلق استفسار کیا تھا۔ عروہ نے اُس تاریخی پس منظر کی وضاحت کی ہے جس کی طرف سورہ میں اشارہ کیا گیا ہے[۵۰]

عروہ کی جو روایات یہاں نقل کی گئیں یہ رسول اللہ کی حیاتِ طیبہ کے خاص وقائع سے متعلق تدوین کی ہوئی قدیم ترین روایات ہیں جو ہم تک پہنچی ہیں، ساتھ ہی یہ عربی زبان کی مورخانہ نثر کا سب سے پرانا نمونہ بھی ہیں۔ اگرچہ کسی قدیم ماخذ میں[۵۱] یہ نہیں کہا گیا کہ عروہ نے مغازی کے موضوع پر کوئی تالیف کی تھی، لیکن اتنا یقینی ہے کہ انھوں نے حیاتِ رسول کے بہت سے اہم واقعات جمع کیے اور انھیں آیندہ نسلوں کو منتقل کیا۔ جو اقتباسات ہم تک پہنچے ہیں ان سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عروہ اپنے تحریری رسائل کا مواد اُن احادیث سے حاصل کرتے تھے جو انھوں نے جمع کر رکھی تھیں۔ اگرچہ عام طور پر وہ اپنے مراجع کا حوالہ نہیں دیتے، لیکن ہجرت نبوی کے بیان میں اس کا استثنا موجود ہے جہاں انھوں نے بتا دیا ہے کہ یہ اُن معلومات پر مبنی ہے جو انھوں نے حضرت عائشہ سے حاصل کی تھیں[۵۲]۔ مزید براں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں انھوں نے احادیث نبوی کا حوالہ دیا ہے وہ بھی انھیں اسی ماخذ سے ملی ہوں گی[۵۳] لہذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ عروہ اسانید کے خلاف تھے یا اپنا ماخذ چھپاتے تھے۔ خود رسائل بتا رہے ہیں کہ وہ سند کا التزام کرتے تھے اگرچہ

Marfat.com

انھوں نے مکتوبات میں اسناد کا چنداں اہتمام نہیں کیا ہے۔ اس زمانے میں ۵۰ھ کے لگ بھگ ــ اسناد کا طریقہ پوری طرح رائج ہو چکا تھا کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ عروہ کی سند سے، اور دوسرے معتبر حضرات کی توثیق سے، جو احادیث ہم تک پہنچی ہیں بغیر تحقیق کیے ان کی صحت سے محض اس لیے منکر ہو جائے کہ عروہ کے مراسلوں میں سند کا حوالہ کہیں کہیں آیا ہے۔

ایک سے زیادہ مواقع پر عروہ نے حدیث کی اہمیت کا اظہار کیا ہے[۸۴]۔ وہ برابر اپنے بیٹوں کو سمجھاتے رہتے تھے کہ علم حدیث حاصل کر کے وہ اپنے وجود کو ناگزیر بنا سکتے ہیں[۸۵]۔ ان کے بیٹے ہشام کا کہنا ہے کہ عروہ کبھی اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کہتے تھے[۸۶]۔ بلکہ حدیث سے استنباط کرتے تھے عروہ کی بہت سی حدیثیں ہمیں ملتی ہیں۔ جو زیادہ تر ان کے فرزند ہشام نے اور الزہری نے روایت کی ہیں اور یہ احادیث کے مستند مجموعوں میں اسی طرح شامل ہیں جیسے سیرۃ کی کتابوں میں۔ ابن اسحٰق، واقدی، ابن سعد اور طبری نے خاص طور پر ان احادیث کا بڑا ذخیرہ محفوظ کر دیا ہے۔ سیرۃ رسول کی قدیم ترین کتابیں جو ہمارے پاس ہیں ان کا بہت بڑا حصہ عروہ کے مجموعۂ روایات پر مبنی ہے۔ اگرچہ بعض اخبار اُن سے غلط بھی منسوب ہو گئے ہوں پھر بھی سیرۃ کے بڑے حصے پر عروہ کے حق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان اخبار میں بھی اکثر حضرت عائشہ کی سند دی گئی ہے۔ ان کے اور بہت سے صحابہ و صحابیات کے سوا، ایسی متعدد روایات ہیں۔ جن کے لیے عروہ نے کوئی سند نہیں بتائی ہے۔ یقیناً اُس عہد میں اسناد کا رواج تھا لیکن اس وقت تک یہ لازماً ضروری نہیں ہوا تھا۔ علاوہ بریں

Marfat.com

عروہ لکھی ہوئی دستاویزات کو بھی اپنا ماخذ بناتے تھے۔ مثلاً انھوں نے وہ خط نقل کیا ہے[۸۶] جو رسول اللہؐ نے اہل ہجر کو لکھا تھا۔ عروہ سے جو روایات پہنچی ہیں وہ رسول اللہؐ کی حیات کے ہر دور سے متعلق ہیں، اس کے علاوہ ابتدائی خلفا کے عہد کا حال بھی بتاتی ہیں۔

یہ سمجھنا غلطی ہوگی کہ عروہ نے صرف احادیث نبوی جمع کرنے کا اہتمام کیا یا اس عہد کے اخبار ہی فراہم کیے اگرچہ وہ بنیادی طور پر فقیہہ اور محدث تھے اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، یہی اُن کے بہت سے معاصرین کا حال تھا۔ لیکن وہ کسی طرح بھی شاعری کے مخالف نہ تھے۔ ابوالزناد سفیان کے بارے میں کہا ہے[۸۸]: "میں نے عروہ سے زیادہ شعر کی روایت کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔ لوگوں نے ان سے کہا: "آپ کتنے شعر پڑھتے ہیں، اے ابوعبداللہ!" انھوں نے جواب دیا: "کیا جتنے شعر میں پڑھتا ہوں یہ اس سے بھی زیادہ ہیں جو عائشہ پڑھتی رہیں؟ شاید ہی کوئی بات ایسی ہوئی ہو جس پر انھوں نے ایک آدھ شعر نہ سنا دیا ہو۔"

اگرچہ یہاں حضرت عائشہ کی مثال بے محل ہے اس سے صرف مغازی میں اشعار کے استعمال کا جواز پیش کرنا مقصود ہوگا، لیکن اس سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ عروہ شاعری کو پسند کرتے تھے۔ اسمٰعیل بن یسار شاعر سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے[۸۹] جسے وہ اپنے ساتھ عبدالملک اور الولید کے دربار میں لے گئے تھے اور جس نے اُن کے بیٹے محمد کا مرثیہ لکھا تھا قبیلۂ قریش کے مشہور غزل گو شاعر عمر بن ابی ربیعہ سے بھی ان کی دوستی تھی[۹۰]۔ البتہ رسول اللہؐ کے شاعر خاص حسان بن ثابت کے بارے میں اُن کی رائے اچھی نہیں تھی۔[۹۱]

مزید برآں شاعری کا یہ ذوق ان کے گھرانے کے دوسرے افراد

Marfat.com

کو بھی ملا تھا: ان کے بھائی عبداللہ، جن پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ[92] معن بن اوس کے اشعار کو اپنے نام سے منسوب کر دیتے ہیں، شعر کے زندہ دل نقاد معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے بھائی جعفر بحیثیت شاعر معروف تھے، ان کے متعلق کتاب الاغانی میں ایک علیحدہ باب ہے جس میں ان کا کلام بھی درج ہے جو عروہ کو خطاب کر کے لکھا گیا تھا[93]۔ خود عروہ کے کچھ طنزیہ اشعار کتاب الاغانی میں محفوظ ہیں[94]۔ جو عائشہ بنت طلحہ کے حج پر کہے گئے تھے۔ اُن اخبار تاریخی میں بھی جو اُن سے مروی ہیں عروہ شعر چسپاں کرنے سے نہیں جھجکتے[95]۔ یہ اشعار ان لوگوں سے منسوب ہیں جنھوں نے خود اُن حوادث میں حصہ لیا تھا۔ بنابریں ابوالزناد کے اس بیان میں کچھ صداقت ضرور ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عروہ نے رسول اللہؐ کی حیات سے متعلق جو اخبار و احادیث اپنے تلامذہ کو روایت کیں اُن میں ایسے اشعار بھی سمو دیے، جو اُن وقائع میں حصہ لینے والوں نے کہے تھے، پھر یہی بعد کو ابن اسحٰق نے کیا۔

۳۔ شُرحبیل بن سعد

ابان اور عروہ کے برخلاف، جو دونوں مسلمانوں کے طبقۂ اشراف سے تعلق رکھتے تھے، مغازی لٹریچر کی تاریخ میں تیسرا قابلِ ذکر نام ایک غلام کا ہے: یعنی شرحبیل بن سعد جو مدینے والے بنی خَطمہ کے مولیٰ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی (ف ۳۶ھ) کو دیکھا تھا[96]۔ ۱۲۳ھ میں ان کا انتقال ہوا[97]۔ اور سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ جن صحابہ سے انھوں نے حدیث اخذ کی، ان میں زید بن ثابت، ابو ہریرہ اور ابو سعید الخدری شامل ہیں[98]۔ خود شرحبیل کا بیان ہے کہ وہ الاسواف[99] میں زید بن ثابت کی جاگیر میں جا کر رہے تھے اور موسیٰ بن عقبہ شہادت

Marfat.com

دیتے ہیں کہ[100] شرحبیل نے مدینہ کو ہجرت کرنے والوں کی فہرست بنائی تھی، اسی طرح ان اصحاب کے نام لکھ لیے تھے جنھوں نے بدر اور اُحد کے غزوات میں حصّہ لیا۔ سفیان بن عُئیینہ کا قول[101] ہے کہ مغازی اور اصحاب بدر کے حالات کا ان سے بہتر جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن بڑھاپے میں ان کے حواس ذرا مختل ہو گئے تھے[102] اور ان کے افلاس کی وجہ سے کوئی ان کی بات کو سچ نہیں مانتا تھا۔ اس لیے کہ لوگ ڈرتے تھے کہ اگر یہ کسی کے پاس جائیں[103] اور وہ انھیں کچھ نذر نہ دے تو یہ کہہ دیں گے کہ "تیرا باپ بدر میں موجود نہیں تھا" یا ایک اور موقع پر کہا گیا ہے[104] کہ یہ "مغازی کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے لیکن لوگوں نے الزام لگایا کہ جس کا کوئی تعلق واقعہ سے نہ ہو یہ پیدا کر دیتے تھے۔ چونکہ یہ محتاج تھے اس لیے لوگ ان کے مغازی کو ساقط الاعتبار سمجھتے تھے"۔

جب موسیٰ بن عقبہ نے یہ الزامات سُنے تو کہا: "لوگ خواہ مخواہ اس شخص کے خلاف ہو گئے ہیں جو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے تکلیف دہ زندگی گزار رہا ہے"۔ موسیٰ بن عقبہ نے تو اس طرح ان کی حمایت کی مگر ابن اسحٰق کو ان سے کد تھی، جب کسی نے سوال کیا کہ "شرحبیل سے تم نے کتنی احادیث لی ہیں؟" تو اس نے کہا تھا: "اچھا کیا کسی نے شرحبیل کی حدیث کو بھی اخذ کیا ہے؟"

دوسری کتابوں میں بھی شرحبیل کے خلاف رائیں ملتی ہیں، لیکن سب کا یہ خیال نہیں ہے، ابن حبّان نے انھیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن اسحٰق اور الواقدی ان سے روایت نہیں لیتے مگر ابن سعد[105] نے رسول اللہؐ کے قبا سے مدینہ کو ہجرت کرنے کی خبر ان سے اخذ کی ہے۔ اس خبر میں شرحبیل

Marfat.com

نے کوئی سلسلۂ اسناد نہیں دیا، مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دوسری روایات میں بھی ان کا یہی معمول رہا ہوگا۔ اس اقتباس سے دوسرا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ شرحبیل نے اپنے آپ کو اصطلاحی معنوں میں مغازی تک ہی محدود نہیں رکھا تھا۔

۴- وَہَب بن مُنَبِّہ

مغازی کے یہ تین علما، جن کا ہم نے ذکر کیا یعنی ابان، عروہ اور شرحبیل مدینہ کے رہنے والے تھے اور وہیں انھوں نے زندگی بسر کی۔ لیکن ان کے خلاف، چوتھی شخصیت وہب بن منبہ[107] جو تابعین کی نسل میں تھے اور انھیں میں شمار کیے جاتے تھے۔ جنوبی عرب کے باشندے تھے، اور ان کی اصل ایرانی تھی۔ ان کی ولادت ایک ایسے فارسی خاندان میں ہوئی جو اسلام سے پہلے نوشیروان کسریٰ کے عہد میں ایران سے آکر جنوبی عرب میں بس گیا تھا۔ یہ لوگ ابنار کہلاتے تھے۔ وہب کے پردادا اُسوار کا نام بھی فارسی تھا۔ ایک صریحاً غلط بیان کے مطابق وہب نے سنہ ۱۰ھ میں اسلام قبول کیا[108] جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہجرت سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن سلاّم کا قول[109] جو ابن الندیم نے نقل کیا ہے ناقابلِ تسلیم ہے کہ وہب اہلِ کتاب تھے اور بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ وہ مسلمان ہی پیدا ہوئے اور واقدی کا اشارہ شاید ان کی طرف نہیں بلکہ ان کے باپ کی طرف ہے جن کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ انھوں نے سنہ ۱۰ھ میں اسلام قبول کیا۔

اس میں شک کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ وہب ۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ ان حالات سے بھی مطابقت رکھتا ہے جو ان کی زندگی

Marfat.com

کے متعلق نہیں معلوم ہیں۔ صنعاء کے قریب ایک جگہ ذمار اُن کا مولد بتائی جاتی ہے۔ ان کے بھائیوں میں ہمام، معقل اور غیلان کا نام آتا ہے۔ الثعلبی[111] نے معاویہ اور وہب کے ایک مکالمے کا حوالہ دیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیفہ الولید کو مسجد دمشق کی تعمیر کے وقت (۸۷ھ) پتھر کا ایک ٹکڑا ملا جس پر کسی اجنبی زبان میں کچھ کندہ تھا وہ اس نے پڑھوانے کے لیے وہب کے پاس بھیجا[112] وہب ایک زمانے تک اپنے وطن میں قاضی رہے۔ سماک بن الفضل[113] نے اس دور کا ایک قصّہ بیان کیا ہے: "ہم عروہ بن محمد امیر یمن کے پاس[114] تھے۔ ان کے ساتھ وہب بیٹھے تھے۔ کچھ لوگ آئے اور انھوں نے عامل کی شکایت کی اور اس کے بارے میں بُری رپورٹ دی۔ وہب نے عروہ کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین کر عامل کے سر پر اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ اس پر عروہ ہنسے اور کہا "تم ابو عبداللہ ہمیں الزام دیتے تھے اور خود بھڑک گئے!" وہب نے کہا: "کیوں نہ بھڑکوں، ان سے تو خوابوں کا پیدا کرنے والا بھی ناراض ہے اور کہتا ہے (سورہ ۴۳ آیہ ۵۵): "فلمّا آسفونا انتقمنا منھم" (جب وہ ہمیں غضب دلاتے ہیں تو ہم ان سے انتقام لیتے ہیں ہیں) یہاں وہب نے خدا کو "خالق احلام" (خوابوں کا پیدا کرنے والا) کہا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ وہ خوابوں کو بہت اہمیت دیتے تھے اور یہ بھی مشہور تھا کہ وہ سچے خواب دیکھتے ہیں — مگر آخر میں یہ بات جاتی رہی تھی[115] اور اُن کا خیال تھا کہ یہ قاضی کا عہدہ قبول کرنے کی وجہ سے ہوا۔ یہ صرف وہب ہی کا خیال نہیں ہے۔ بہت سے دیندار لوگوں کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں کہ وہ سرکاری عہدے قبول کرنے کو ناپسند کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ اس سے صفائے باطنی جاتی رہتی ہے۔

ایک اور موقع پر وہب کو زاہدانہ زندگی بسر کرنے والا بتایا گیا ہے[116]

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ انھوں نے چالیس سال تک کسی جان دار کو گالی نہیں دی، بیس سال تک عشا اور فجر کے درمیان وضو نہیں کیا.... اور چالیس سال تک بستر پر نہیں سوئے۔" کہتے ہیں ایک زمانے میں وہ عقیدۂ قدر کے قائل تھے[۱۱۶] لیکن بعد میں اس سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ یہ وحی کے خلاف تھا۔

سنہ ۱۰۰ھ میں وہ مکہ میں موجود تھے[۱۱۸] یہاں انھوں نے متعدد ممتاز فقیہوں سے ملاقات کی۔ عمر کے بالکل آخری حصے میں وہ قید کر دیے گئے تھے مگر اس کا سبب معلوم نہیں ہوتا[۱۱۹] البتہ وہ دین کی خاطر اس قید و بند پر راضی تھے اور کہتے تھے: "خدا نے ہمارے لیے قید کا حکم دیا تو ہم نے اس کی عبادت اور زیادہ کر دی"۔ بظاہر یہ قید یمن کے گورنر یوسف بن عمر الثقفی کے حکم سے تھی جو ۱۰۶ھ سے ۱۲۰ھ تک والیِ یمن رہا۔ کسی نامعلوم سبب سے اس نے ۱۱۰ھ میں وہب کے کوڑے لگوائے یہاں تک کہ وہ مر گئے[۱۲۰]۔

وہب کو عام طور سے ثقہ راوی سمجھا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے ابن عباس، جابر اور ابو ہریرہ وغیرہ سے روایت کی، مگر رُواۃ نے مدینہ کے دوسرے تابعین کے مقابلے میں ان سے بہت کم اخذ کیا ہے۔ امام بخاری نے ان سے ایک حدیث درج کی ہے جس کا سلسلۂ اسناد وہب نے اپنے بھائی ہمام کے واسطے سے ابو ہریرہ تک پہنچایا ہے لیکن ادب عربی میں جو کثیر روایات وہب سے منسوب ہیں ان کا سلسلۂ اسناد ہمیں شاذ و نادر ہی ملتا ہے[۱۲۱]۔

وہب بعض باتوں میں مدنی اصحاب سے مختلف ہیں، مثلاً: وہ اہل کتاب کی احادیث پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ وہب سے جو مغازی منسوب ہیں اُن کا جائزہ لینے سے پہلے ہمیں اُن روایات کو جانچنا ہوگا جو دوسرے موضوعات سے متعلق اُنھوں نے چھوڑی ہیں۔ جن میں خاص طور سے تاریخ

Marfat.com

اہل کتاب کا موضوع ہے یا ان کے وطن (یمن) کی تاریخ ہے۔ اہل کتاب کی روایات سے وہب کی خصوصی دلچسپی کا حال اس بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ستّر یا بہتّر یا تہتّر یا بانوے صحائف سماوی کا مطالعہ کر رکھا تھا۔[122] ان دعووں کی تصدیق کرنا ضروری نہیں اس لیے کہ کتب مقدّسہ (صحف) کی یہ تعداد خود ہی بتا رہی ہے۔ لیکن اس میں تو شک نہیں کہ وہب نے اپنے ہم وطن یہودیوں اور عیسائیوں کے واسطے سے، جو یمن میں خاصی تعداد میں بستے تھے، اہلِ کتاب کے مذہبی صحیفوں سے اچھی واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ وہب کے بیشتر اقوال یہودی اور مسیحی کتابوں کے مندرجات سے کلّی مطابقت رکھتے ہیں، البتہ کچھ اُن سے مختلف بھی ہیں۔ ان کے بیانات بقول ابن سعد[123] اُحادیثِ انبیا کے علاوہ زاہدوں کے قصّے اور بنی اسرائیل کے اخبار" پر مشتمل ہیں۔ یہ اقوال بعد کی نسلوں کو ان کے تلامذہ نے منتقل کیے۔ جن میں سے کچھ اُن کے خاندانی افراد بھی تھے۔ وہب نے جو مواد جمع کیا تھا اسے خصوصیت سے ان کے پوتے عبدالمنعم نے محفوظ رکھا اور آیندہ نسل تک پہنچایا۔ وہب کی "کتاب المبتدا" جسے الثعلبی نے اپنی تالیف عرائس المجالس میں عبدالمنعم کی روایت سے استعمال کیا ہے، الفہرست میں ان کی "تالیف" بتائی گئی ہے[124] "المبتدار" سے مبتدار خلق مراد ہے لیکن اس رسالے میں اہل کتاب کے اخبار کی بنیاد پر صرف نوع انسانی کے آغاز کی تاریخ ہی پیش نہیں کی گئی ہے بلکہ قصص الانبیار یعنی قدیم رسالت کی تاریخ بھی موجود ہے۔[125]

قصص الانبیار کی روایات میں خاص طور سے وہب ثقہ راویوں میں شمار ہوتے ہیں مگر انھوں نے بقول ابن سعد اُن عُبّاد کی تاریخ بھی لکھی تھی جو نبوّت کے مرتبے تک نہیں پہنچے اور جب حاجی خلیفہ، وہب کی تالیف

Marfat.com

قصص الاخبار کا حوالہ دیتا ہے[۱۲۶] تو اس سے شاید یہی عُبّاد مراد ہیں جن کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے۔

حاجی خلیفہ نے وہب سے ایک اور "کتاب الاسرائیلیات" بھی منسوب کی ہے لیکن غالباً یہ قدیم زمانے میں اس نام سے مشہور نہیں تھی۔ مثلاً یاقوت اس کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ "وہب نے پرانی کتابوں سے بہت کچھ نقل کیا ہے جو اسرائیلیات کے نام سے مشہور ہیں[۱۲۷]"۔ یعنی اس نے یہ لفظ وہب کے اسرائیلی مصادر کے لیے استعمال کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ حاجی خلیفہ جسے 'کتاب الاسرائیلیات' کہتا ہے، وہی "کتاب المبتدا" ہے۔ اور اسے بعد کے زمانے میں "اسرائیلیات" کہا گیا ہے۔ بہر حال متاخرین کی کتابوں میں وہب کی "اسرائیلیات" نامی کتاب کے بہت سے اقتباسات ملتے ہیں، مگر چوں کہ ان سے بہت سی غیر صحیح روایات بھی منسوب کر دی گئی ہیں اس لیے ان بیانات پر بہت کم اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ اقتباسات اتنے کافی نہیں ہیں کہ ان کی مدد سے وہب کی مبیّنہ کتاب "اسرائیلیات" کی باز یافت ہو سکے ۔ اگر اس نے فی الواقع اس نام سے کوئی کتاب لکھی تھی ۔ بہر حال دی شووین V. Chauvin نے اُسے جمع کرنے کی کوشش کی ہے[۱۲۸]۔

یہ طے ہے کہ وہب نے اپنی کتاب المبتدا میں صرف یہودی مآخذ ہی استعمال نہیں کیے بلکہ مسیحی اخبار سے بھی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ ابن قتیبہ، الطبری، المسعودی اور الثعلبی کی متعدد روایات اسے ثابت کرتی ہیں۔ ان قدیم کتابوں میں وہب سے منسوب روایات اکثر ایک دوسرے سے معارض ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے ان اخبار میں طرح طرح کی تحریف

Marfat.com

اور اختلافِ نسخ شامل ہوتے رہے ہیں اور بعد میں آنے والے علمار نے اُن تمام قصص کی چھان بین نہیں کی ہے جو وہب سے منسوب ہیں اور جن کی اصلیت مشتبہ ہے۔ ابنِ قتیبہ نے اصلی "کتابِ پیدایش" اور وہب کے اخبار کے کچھ اختلافات ظاہر کیے ہیں۔ مگر ابن ہشام کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہب نے "کتابِ مقدس" کا متن بڑی احتیاط سے استعمال کیا ہے۔ اس اختلاف کی توضیح میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یا تو وہب کی جمع کردہ روایات کو بعد میں نشر کرنے والوں نے پیشہ ور قصّہ گویوں کے انداز پر ڈھال کر بدل دیا ہے یا پھر وہب ہی نے یہ ترمیم کردی ہوگی۔

وہب نے اپنی ایک خاص تالیف "کتاب الملوک المتوجہ من حمیر واخبارہم وغیر ذلک"[۱۳۱] میں اپنے وطن (یمن) کی قدیم اُسطوری تاریخ لکھی ہے۔ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہیں ہے لیکن بظاہر یہ وہی ہے جس سے ابن ہشام نے اپنی ہنوز غیر مطبوعہ[۱۳۱] "کتاب التیجان" کا مقدمہ تیار کیا ہے۔ اپنی اس کتاب میں جس سے ابن ہشام نے فائدہ اُٹھایا ہے، وہب نے اہل کتاب کے مصادر کو نوع انسانی کی آفرینش کی تاریخ بیان کرنے میں استعمال کیا ہے۔ وہ نہ صرف 'کتاب پیدایش' کے ناموں اور اعداد کے عبرانی متن کے مطابق حوالے دیتے ہیں بلکہ اس کے سریانی ترجمے کی غلطیوں کی نشان دہی بھی کرتے جاتے ہیں۔

وہب کی تالیف "فتوح" جس کا حاجی خلیفہ نے ذکر کیا ہے[۱۳۲]، دوسرے مورخوں کے علم میں نہیں ہے۔ مگر ابن سعد نے وہب کی تالیف "حکمت" کا نام لیا ہے[۱۳۳]۔ اور ہسپانوی فہرست نگار ابوبکر محمد بن خیر[۱۳۴] (متوفی ۵۷۵ھ) کو اس کتاب کے ایک نسخے کا علم تھا جس کی سند وہب کے بھتیجے عقیل تک

Marfat.com

پہنچتی ہے یہ اس نے اپنے چچا سے اخذ کیا تھا۔ اس تالیف میں حکیمانہ مقولے ہیں اسی طرح کی ایک تالیف "موعظۃ" تھی جس کا حوالہ اسی ہسپانوی نے دیا ہے[۱۳۵] ابو بکر محمد ابن خیر نے وہب سے زبور کا ایک ترجمہ بھی منسوب کیا ہے جسے وہ "زبور داؤد ترجمہ وہب بن منبہّ" کہتا ہے۔ اس بحث کی تکمیل کے لیے یہاں کتاب القدر کا تذکرہ بھی کر دینا چاہیئے جسے بقول یاقوت وہب نے تصنیف کیا تھا۔[۱۳۶]

وہب کی یہ ساری کتابیں جن کا اب تک ہم نے ذکر کیا ہے مغازی سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتیں جو ہماری موجودہ بحث کا اصل موضوع ہے۔ لیکن اگر ہم مغازی کے مفہوم کو وسیع تر معنوں میں سمجھ لیں، جس کی ضرورت بھی ہے، اور جیسا کہ ابتدا اسلام کے قرونِ اولیٰ میں سمجھا بھی گیا ہے اور پھر رسول اللہؐ کی پوری حیاتِ مبارکہ پر اس کا اطلاق کریں تو وہب کی یہ ساری کتابیں ہماری بحث کے دائرے میں آجاتی ہیں کیونکہ یہ سیرۃ کا دیباچہ ہیں اور آنحضرت سے قبل رسالت کی تاریخ بتاتی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے وہب کے بارے میں لکھا ہے[۱۳۷] کہ انھوں نے مغازی جمع کیے تھے مگر قدیم کتب سیرۃ میں کہیں بھی ان کا حوالہ رسول اللہؐ کی زندگی کے راویوں میں نہیں آتا ہے۔ پھر بھی حاجی خلیفہ کا بیان درست ہے۔ سی ایچ بیکر C. H. Becker نے[۱۳۸] شوت رائنہارڈ Shott-Reinhardt کے ذخیرۂ اوراقِ بردی Papyri میں جواب ہائیڈل برگ Heidelberg میں محفوظ ہے ایک مجموعہ دریافت کیا ہے۔ جو بظاہر اسی "کتاب المغازی" کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ جز ۲۲۸ھ میں گویا وہب کی وفات سے تقریباً سو سال بعد لکھا گیا ہے۔ اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

Marfat.com

"محمد بن بکر ابو طلحہ نے ہم سے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہم سے عبدالمنعم نے اپنے باپ ابوالیاس سے اور انھوں نے وہب سے روایت کی ......"

یہ سند جو اس کتاب کے مشمولات کو وہب کی روایت ثابت کرتی ہے بار بار اس کے متن میں دُہرائی گئی ہے۔ مگر وہب یہ کبھی بیان نہیں کرتے کہ انھوں نے اپنا مواد کن راویوں سے لیا ہے۔ ہائیڈلبرگ کا مخطوطہ اس امر کی تائید کرتا ہے جو ہمیں الطبری وغیرہ سے معلوم تھا کہ وہب عموماً "اسناد" کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

یہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ وہب کے پوتے عبدالمنعم[139] اپنے دادا کی کتابوں کی روایت اپنے باپ اور وہب کے داماد ادریس سے کرتے ہیں[140]۔ لیکن ادریس نے براہ راست وہب سے کچھ روایت نہیں کیا ہے بلکہ وہ ابوالیاس کے طریق سے کہتے ہیں[141] جنھوں نے بقول ابو بکر محمد بن خیر وہب کی "موعظة" کی روایت بھی کی ہے۔

ہائیڈلبرگ کا بَردیہ ظاہر کرتا ہے کہ وہب نے 'مغازی' کو محدود معنوں میں استعمال نہیں کیا ہے چنانچہ اس میں عقبۂ کبریٰ کی تاریخ بھی موجود ہے، دارالندوہ میں قریش کی میٹنگ کا حال بھی ہے، ہجرت کی تیاریوں کا ذکر ہے پھر خود ہجرت کا بیان ہے، رسول اللہؐ کے مدینہ پہنچنے اور غزوہ بنو خیثمہ کی روداد بھی ہے۔ اگر ہمیں اِن اوراقِ بَردی سے کوئی ایسی نئی معلومات حاصل نہیں ہوتی جو سیرۃ اور مغازی کی بعد میں لکھی جانے والی مکمل کتابوں میں نہیں ہے تو اس سے یہ اہم نکتہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۰ھ میں یا اس سے بھی پہلے سیرۃ اور مغازی اسی طرح بیان ہوتے تھے جیسے وہ بعد کی تصنیفات میں ضبط

Marfat.com

ہوئے ہیں -

کتب متاخرین سے وہب ان امور میں نمایاں ہیں کہ وہ اپنے رواۃ کا نام نہیں لیتے اگرچہ اُن سے بالالتزام اخذ کرتے ہیں، یا نثری قصے میں قصیدے اور اشعار شامل کر دیتے ہیں جنھیں اُن حوادث میں حصہ لینے والوں یا اُن کے معاصروں سے منسوب کرتے ہیں اور یہی قدیم زمانے سے عرب کے قصہ گویوں کی عادت رہی ہے -

حوالہ جات:

۱ - گولڈ تسیہر نے اس موضوع پر کچھ مواد اکٹھا کیا ہے - دیکھو:

GOLDZIEHER: MUHAMMADANISCHE STUDIEN VOL II P.9

(اب اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے - فاروقی)

نیز Zeitschrift der Deutschen Morganladischen Gasellschaft. Vol. 71, p. 439

(یعنی جرمن مستشرقین کی جماعت کا مجلہ - جلد ۷۱ - ص ۴۳۹)

(لیکن یہ خیال درست نہیں - تدوین حدیث کے موضوع پر مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی کتاب کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مرتبہ رسالہ "صحیفہ ہمام بن منبہ" طبع حیدر آباد ۱۹۵۶ء بھی ملاحظہ ہوں - فاروقی)

۲ - الطبری ۱/ ۳۰۵۶

۳ - " ۱/ ۳۱۰۴

۴ - " ۱/ ۳۱۲۶

۵ - " ۲/ ۸۷۳

۶ - ابن سعد ۵ : ۱۱۲

۷ - الطبری ۲ : ۱۱۲۰

۸ - الطبری ۲ : ۹۴۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۵، ۱۰۳۹، ۱۰۸۵

Marfat.com

۹ - الاغانی ۳ : ۱۰۷

۱۰ - الطبری ۳ : ۲۳۳۹ ، ابن سعد ۵ : ۱۱۳

۱۱ - ابن سعد ۵ : ۱۱۳

۱۲ - البلاذری : الفتوح ۴۷۰

۱۳ - الواقدی (ترجمہ ولہوزن) ۲۸۸

۱۴ - النووی ۱۲۵ ، ابن حجر : تہذیب ۱ : ۹۷

۱۵ - ابن حجر : تہذیب ۱ : ۹۷

۱۶ - ایضاً ۱ : ۹۷

۱۷ - ابن سعد نے ابان کا ذکر سیرۃ کے موضوع سے ہٹ کر کیا ہے جہاں حضرت عمر کے آخری کلمات کا بیان ہے جنھیں ابان نے اپنے باپ سے سُنا تھا۔ ابن قتیبہ (کتاب الشعر والشعراء) کہتا ہے کہ یہ اس خبر کے راوی ہیں کہ رسول اللہ نے کعب بن زہیر کو اپنی چادر عطا فرمائی تھی جسے معاویہ نے خرید لیا تھا اور اسے اموی خلفا خاص موقعوں پر اوڑھتے تھے۔

۱۸ - ابن سعد ۴ : ۲۹ ، الطبری ۱ : ۱۳۴۱

۱۹ - فیوک Fück : محمد ابن اسحاق ۸ ، ۲۷

۲۰ - ابن سعد ۵ : ۱۵۶

۲۱ - ابن سعد ۵ : ۱۸۵

۲۲ - الطبری ۲ : ۱۳۰۵

۲۳ - ایضاً ۲ : ۱۳۴۶

۲۴ - کتاب الاغانی ۸ : ۹۲ - ۱۰۱

۲۵ - طبقات ۵ : ۱۸۵

۲۶ - الاغانی ۸ : ۹۶ یہ سات گواہ ہیں : ابو بکر بن عبد الرحمٰن ، القاسم بن محمد ، عروۃ بن الزبیر ، سعید بن المسیب ، سلیمان بن یسار ، خارجہ بن زید اور خود عبید اللہ

۲۷ - الاغانی ۱ : ۵۰

۲۸ - " ۴ : ۱۶۳

Marfat.com

۲۹ - الاغانی ۱۷: ۱۲۰
۳۰ - الطبری ۱: ۱۳۱۳
۳۱ - الاغانی ۲۱: ۹۲
۳۲ - البلاذری : الانساب (مرتبہ اہلورد) ۲۰۹
۳۳ - البلاذری : الانساب ۶۳
۳۴ - الاغانی ۶: ۵۹ ابن خیثمہ کا قول ہے (ابن حجر: تہذیب ۷: ۱۸۴) کہ یوم جمل کے موقع پر عروہ تیرہ سال کے تھے۔ اس لحاظ سے ان کا سنہ ولادت ۲۳ھ ہوا۔
۳۵ - ابن سعد ۵: ۱۳۳، الطبری ۱: ۳۱۰۲ تا ۳۱۱۳
۳۶ - الطبری ۲: ۸۲ نیز Lammer : Etudes sur le regne de Muawiya Ier, 3:218 seq.
(یعنی معاویہ اول کے عہد حکومت کا تاریخی مطالعہ جلد ۳ ص ۲۱۸ وبعدہ)
۳۷ - قبیصہ بن ذوئب الخزاعی
۳۸ - البلاذری : الانساب ۲۵،
۳۹ - ابن خلکان: الوفیات طبعۃ بولاق ۱: ۳۹۹
۴۰ - البلاذری : الفتوح (تحقیق دی غویہ) ۲۱۷
۴۱ - الجمحی : طبقات الشعراء (تحقیق ہال) ۳۵
۴۲ - الاغانی ۱۴: ۱۶۸
۴۳ - البلاذری: الانساب: ۴۷
۴۴ - الواقدی بحوالہ البلاذری: الانساب ۶۵، ۶۱، امیر بن حفص کی روایت ۶۳ المدنی عن عبداللہ بن سعید، ۶۲
۴۵ - عبداللہ بن الزبیر کی کنیت ہے، اس کے استعمال پر الحجاج کے اعتراض کا حوالہ اوپر آچکا ہے۔
۴۶ - قوسین کی عبارت انگریزی مضمون میں نہیں ہے، بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھی ہے، حسین نصار نے عربی متن کو اپنے ترجمے میں شامل کر لیا۔

Marfat.com

ہم نے اس کا بھی ترجمہ کر دیا۔ (نثار)

۴۷۔ الاغانی ۱۶ : ۴۵

۴۸۔ ابن قتیبہ : المعارف ۱۱۴۔ عروہ کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی۔

۴۹۔ الاغانی ۴ : ۱۱۹

۵۰۔ الاغانی ۱۶ : ۴۵ (طبع بولاق)

۵۱۔ ابن قُتیبہ : المعارف ۱۱۴، ابن خلکان ۱ : ۴۶۸ھ، الذہبی: تہذیب ۵، عروہ ایضاً

۵۲۔ ابن الماجشون فی کتاب الاغانی ۱۶ : ۴۶

۵۳۔ الطبری ۲ : ۱۱۸۳ (احکام شریعت میں مشورہ طلب کرنے کے لیے بلایا تھا۔)

۵۴۔ ابن سعد ۳ (الف) : ۸۲

۵۵۔ الاغانی ۸ : ۹۳

۵۶۔ المبّرد : الکامل ۴۴۴

۵۷۔ ابن سعد ۵ : ۱۳۵

۵۸۔ العقیق میں ایک کنواں بھی "بئر عروہ" کے نام سے مشہور تھا۔ دیکھو: معجم البلدان ۱ : ۴۳۳ ابن قتیبہ: المعارف ۱۱۴

۵۹۔ ابن سعد ۵ : ۱۳۵، ابن قُتیبہ : المعارف ۱۱۴، البخاری : تاریخ

۶۰ ابن قُتیبہ : المعارف ۱۴۴

۶۱ الطبری ۱ : ۱۷۶۵

۶۲ ابن سعد ۵ : ۱۳۳

۶۳ الذہبی : تہذیب (تحقیق Fischer) ان رجال کے تراجم جن سے ابن اسحٰق نے روایت کی۔

۶۴ ابن سعد ۵ : ۱۴۷

۶۵ ایضاً ۵ : ۱۴۴

۶۶ ایضاً ۵ : ۱۴۴

۶۷ ایضاً ۵ : ۱۴۳

۶۸ الطبری ۱ : ۱۱۸۰

Marfat.com

۶۹ - ایضاً ۱ : ۱۲۲۴
۷۰ - ایضاً ۱ : ۱۲۳۴
۷۱ - آیۃ یہ ہے : " وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ فان انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر" (القرآن ۸ : ۳۹)
۷۲ - الطبری ۱ : ۱۲۸۴
۷۳ - ایضاً ۱ : ۱۶۳۴
۷۴ - ایضاً ۱ : ۱۶۵۴
۷۵ - ایضاً ۱ : ۱۶۳۶
۷۶ - ایضاً ۱ : ۱۶۷۰
۷۷ - ایضاً ۱ : ۱۶۷۰
۷۸ - ایضاً ۳ : ۲۴۵۸
۷۹ - ابن ہشام ۳ : ۳۴۰ ، الطبری : تفسیر ۸ : ۴۲
۸۰ آیہ کریمہ ہے : یا ایھا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات مہاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن ، فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار ، لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن ، وآتوھم ما انفقوا ؛ ولا جناح علیکم ان تنکحوھن ، اذا آتیتموھن اجورھن ، ولا تمسکوا بعصم الکوافر ، واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا ، ذالکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم ۰ (القرآن ۶۰ : ۱۰)
۸۱ - دیکھو : حاجی خلیفہ
۸۲ - الطبری ۱ : ۱۲۳۵
۸۳ - ایضاً ۱ : ۱۲۳۷ ، ۱۲۸۸ ، ۱۶۳۵
۸۴ - ابن سعد ۵ : ۱۳۳
۸۵ - ابن حجر : تہذیب ۷ : ۱۸۲
۸۶ - ایضاً ۷ : ۱۸۳
۸۷ - البلاذری : فتوح ۱۷۹

Marfat.com

۸۸ - ذہبی بحوالہ Fischer : Biographien

۸۹ - الاغانی ۴ : ۱۱۹

۹۰ - ایضاً ۱ : ۶۴

۹۱ - ایضاً ۴ : ۱۵

۹۲ - المبرّد : الکامل ، ۳۵۷

۹۳ - الاغانی ۱۳ : ۱۰۵ وبعد

۹۴ - ایضاً ۱۰ : ۶۰

۹۵ - الطبری ۱ : ۲۳۴۸ ، الاغانی ۳ : ۱۵

۹۶ - ابن حجر : تہذیب ۴ : ۳۲۱ ومابعد

۹۷ - ایضاً ۴ : ۳۲۱

۹۸ - ابن سعد ۵ : ۲۲۸ ، ابن حجر ۴ : ۳۲۱ ، الذہبی (تحقیق فلیشر) نیز مجلہ جماعۃ مستشرقین جرمنی ۴۴ : ۱۲ Z.D.M.G. XLIV, 12.

۹۹ - یاقوت معجم البلدان ۱ : ۲۶۹

۱۰۰ - ابن حجر ۱۰ : ۳۶۱ (ابن حجر نے یہ خبر اس طرح بیان کی ہے : شرحبیل ابو سعد مغازی کے عالم تھے۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ جن لوگوں نے غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی یہ انھیں بھی شامل کر دیتے ہیں یا جو اُحد میں موجود نہیں تھے اُنھیں وہاں مقتول بتا دیتے ہیں۔ چونکہ یہ مفلس تھے اس لیے ان کا اعتبار جاتا رہا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے جب سُنا تو کہا کہ لوگ اس شخص پر زیادتی کرتے ہیں جو بڑھاپے میں گھسٹ رہا ہے۔ انھوں نے شہدائے بدر واحد کے نام رجسٹر میں درج کر لیے اسی طرح مہاجرین حبشہ ومدینہ کو بھی لکھ لیا"۔ اس خبر سے صاف ظاہر ہے کہ رجسٹر میں درج کرنے والے موسیٰ بن عقبہ تھے نہ کہ شرحبیل بن سعد جیسا کہ جوزف ہورووِتس نے سمجھا ہے۔ حسین نصار)

۱۰۱ - ابن حجر ۴ : ۳۲۱

۱۰۲ - ابن سعد ۵ : ۲۲۸

۱۰۳ - ابن حجر ۴ : ۳۲۱

Marfat.com

۱۰۴۔ الذہبی : ۴۳۷
۱۰۵۔ ابن حجر ۴ : ۳۲۱
۱۰۶۔ ابن سعد ۱ : ۱۶۰
۱۰۷۔ وہب کے لیے دیکھو :
Lidzbarski : De Legendis quae Dicuntur Propheticis
۱۰۸۔ الطبری ۱ : ۱۷۶۳
۱۰۹۔ ایضاً ۱ : ۱۷۶۳
۱۱۰۔ ابن حجر ۱۱ : ۱۶۸
۱۱۱۔ مصنف کتاب عرائس المجالس فی قصص الانبیاء
۱۱۲۔ المسعودی : مروج الذہب ۲ : ۱۱۹ (طبع بولاق)
۱۱۳۔ الذہبی (تحقیق فیشر) : ۴۴۰
۱۱۴۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے اس گورنر کا تذکرہ دوسری کتابوں میں نہیں ہے ان کی گورنری کا زمانہ ۷۵ ھ سے ۷۳ ھ کے درمیان کسی وقت ہوگا۔ جس عہد کے ینی عالموں کے نام پردۂ خفا میں ہیں۔
۱۱۵۔ الذہبی : ۴۴۰
۱۱۶۔ ایضاً : ۴۳۹، ابن سعد ۵ : ۳۹۶
۱۱۷۔ یاقوت: معجم الادباء ۷ : ۲۳۲، الذہبی : ۴۴۰
۱۱۸۔ الذہبی: ۴۴۰
۱۱۹۔ ایضاً : ۴۴۲
۱۲۰۔ الذہبی: ۴۴۲، ابن حجر ۱۱ : ۱۶۸ وہب کا سنہ وفات معلوم کرنے کے لیے دیکھو معجم الادباء ۷ : ۲۳۲ و ابن سعد ۵ : ۳۹۶
۱۲۱۔ باستثنار الطبری ۱ : ۴۱۶
۱۲۲۔ ابن سعد ۵ : ۳۹۶۔ لزبرسکی ۴۴ و بعد
۱۲۳۔ ابن سعد ۷ : ۹۷
۱۲۴۔ ابن ندیم : الفہرست ۹۴

Marfat.com

۱۲۵۔ دیکھو ابن قتیبہ : کتاب المعارف ۴۔ جس میں "مبتدأ الخلق وقصص الانبیاء" کو فنون المعارف میں سے پہلا "فن" ظاہر کیا گیا ہے۔

۱۲۶۔ نمبر ۳۶ ۹۴

۱۲۷۔ معجم الادباء ۷ : ۲۳۲

۱۲۸۔ نسخۂ مصریہ من الف لیلۃ ولیلۃ : ۵۷

La Recencion Egyptienne des mille et une nuits 57 f.

۱۲۹۔ یاقوت : معجم الادباء ۷ : ۲۳۲

۱۳۰۔ لزبرسکی : ۸ Lidzbarski : 8

۱۳۱۔ "کتاب الملوک الملتوجہ من حمیر" اور "کتاب التیجان" دونوں دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے چھپ گئی ہیں۔ انھیں علماء کی ایک جماعت نے مستشرق کرنکو کے مشورے سے ترتیب دیا ہے۔ موخر الذکر نے اسلامک کلچر (۱۹۲۸ء) میں اس پر ایک طویل مقالہ بھی لکھا تھا۔ (مترجم)

۱۳۲۔ نمبر ۳۲ ۸۹

۱۳۳۔ ابن سعد ۷ : ۹۷ جہاں وہب کے پوتے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ وہب کی کتابوں اور "حکمت" کے پڑھنے والے تھے۔

۱۳۴۔ Bibliotheca Arab-Hispana Vol. IX, p. 129

۱۳۵۔ Bibliotheca Arab-Hispana Vol. IX, p. 294

۱۳۶۔ معجم الادباء ۷ : ۲۳۲۔ ابن حجر ۹ : ۱۶۸

۱۳۷۔ رقم ۶۴ ۱۲۴

۱۳۸۔ Papyri Schott-Reinhardt No; 8

۱۳۹۔ ابن سعد ۷ : ۱ : ۹۷۔ ابن قتیبہ : معارف ۲۶۱۔ فہرست : ۹۴

۱۴۰۔ "عبدالمنعم بن ادریس بن سنان بن ابنۃ وہب"۔ وہب کی دختر کے شوہر ادریس نہیں تھے جیسا کہ جوزف ہورووتس نے لکھا ہے۔ بلکہ صحیح صورت وہ ہے جو ہم نے اوپر لکھی یعنی ادریس کے باپ سنان وہب کے نواسے تھے۔ ابوالبابک

Marfat.com

غالباً ان کی کنیت ہے (فاروقی)

۱۴۱۔ مجھے کتب رجال میں ابوالیاس کے بارے میں کچھ نہیں ملا۔ وہب کے داماد ادریس بن سنان کی کنیت بھی ابوالیاس ہے۔ مگر ہائیڈل برگ کے اوراق بردی میں عام طور سے یوں ملتا ہے: "عبدالمنعم عن ابیہ عن ابی الیاس۔"
(ج۔ ھ)

عبدالمنعم کے باپ ابوالیاس کا ترجمہ دیکھیے ابن حجر: تہذیب التہذیب ۱: ۱۹۴ بظاہر ہائیڈل برگ کے بردیہ کی عبارت محرّف ہے اور اس میں ایک "عن" زائد ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

دوسرا باب

ابنِ اسحٰق کے شیوخ

۱۔ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم

تابعین کے بعد آنے والی نسل میں بہت سے علمائے حدیث ہوئے مگر اُن میں سے تین نام ایسے ہیں جن کا یہاں خاص طور پر ذکر ہونا چاہیے؛ کیونکہ انھوں نے مغازی کی طرف خصوصی توجہ کی تھی۔ ہماری مُراد عبداللہ بن ابی بکر بن محمدؒ، اور عاصم ابن عمرؓ بن قتادۃ اور محمدؒ بن مُسلم الزہری سے ہے۔ یہ تینوں مدینہ اسکول کے پیرو اور ابن اسحٰق کے اہم شیوخ میں سے ہیں۔

عبداللہ بن ابی بکر ایک مدنی خاندان میں پیدا ہوئے۔ عہدِ نبوی میں اُن کے اجداد نے اسلام کی بڑی خدمت کی تھی؛ چنانچہ عبداللہ کے جدِ اعلیٰ کو رسول اللہؐ نے یمن کی طرف بھیجا تھا تاکہ وہاں کے باشندوں میں اسلامی تعلیمات کا پرچار کریں[۱۴۲] اور وہ نجران میں رسول اللہؐ کے گورنر کی حیثیت سے رہے تھے[۱۴۳]۔ عبداللہ کے دادا محمدؒ بن عمرو واقعہ حرّہ (۶۳ھ) میں کام آئے تھے[۱۴۴]۔ جب امویوں نے اہل مدینہ کو شکست دی تھی مروان بن الحکم جو بعد کو خلیفہ ہو گیا تھا، اُنھیں میدانِ جنگ میں پڑا ہوا دیکھ کر ٹھہر

Marfat.com

گیا تھا اور کہتا تھا: "خدا تم پر رحمت کرے۔ میں نے کتنے ستونوں کے پاس تمھیں نماز میں طویل قیام کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔ پھر عبداللہ کے باپ ابوبکر ۸۶ھ سے مدینہ کے قاضی رہے۔ اسی سال عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے[145]۔ یہ فقہِ اسلامی کے ماہر سمجھے جاتے تھے[146] اور اس علم میں ابان بن عثمان کے شاگرد تھے[147]۔ خلیفہ سلیمان نے ۹۶ھ میں عہدۂ قضا کے ساتھ انھیں[148] مدینہ کا گورنر بھی مقرر کر دیا تھا۔ اُن سے پہلے اُمویوں کی حکومت میں کسی مدنی کو یہ عہدہ[149] نہیں ملا تھا مگر ان کے پاس یہ منصب عمر ثانی کے آخر عہد تک[150] رہا۔ اُنھیں یزید ثانی نے گورنری[151] سے معزول کیا مگر وہ نئے گورنر کے زمانے میں بھی قضا کے منصب پر طویل عرصے تک برقرار رہے[152]، جس سے اُن کے تعلقات خوشگوار نہیں تھے اور جس نے ایک بار اُنھیں پٹوایا بھی تھا[153]۔ ابوبکر کو دوبارہ ۱۱۸ھ میں چند سال کے لیے مدینے کی گورنری ملی تھی[154]۔ انھوں نے ۱۲۰ھ میں یا اس سے چند سال قبل انتقال کیا[155]۔ ابوبکر نے جب علم حدیث میں اپنے بیٹے کی دلچسپی کا حال دیکھا تو انھیں نصیحت کی کہ ہر حدیث کے مواد کا پورے سیاق و سباق کے ساتھ مطالعہ کیا کریں۔ انھیں عمر ثانی کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث یا کوئی قدیم روایت یا عمرۃ بنت عبدالرحمن کی حدیث ہاتھ آئے اُسے قلمبند کر لو، اس لیے کہ مجھے علم کے ضائع ہو جانے اور عالموں کے گزر جانے کا خوف پیدا ہو گیا ہے"۔ عمرۃ جن کا ابھی ذکر آیا ہے حضرت عائشہ زوج النبی[156] سے قریبی تعلقات کی وجہ سے اُن احادیث و اخبار کا اچھا علم رکھتی تھیں جو انھیں عائشہ سے ملی تھیں۔ ابوبکر کو اُن کا بھتیجا[157] ہونے کے ناتے اُن سے اخذ کرنے کے اچھے مواقع ملے تھے۔ بایں ہمہ عمر ثانی کے حکم سے مرتب کی ہوئی یہ کتابیں اگلی ہی نسل تک ناپید ہو چکی تھیں[158]۔ ابوبکر

Marfat.com

کے بیٹوں میں سے محمد بن ابی بکر (متوفی ۱۳۲ھ) بھی اپنے باپ کی طرح مدینے کے قاضی ہو گئے تھے[۱۵۹]۔

البتہ اُن کے دوسرے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر — جن کی وجہ سے ہم نے اُن کے اتنے رشتہ داروں کا حال لکھا ہے — حکومت کی ملازمت سے کنارہ کش رہے۔ الزُّہری کا بیان ہے (اور اِن کے بارے میں اُس کی رائے یہ ہے کہ مدینہ میں اِن کا ثانی نہیں تھا) کہ ان کے باپ جب تک زندہ رہے[۱۶۰] تو اُن کی دنیوی حیثیت اور شہرت کے سامنے اِن کی شہرت دبی رہی۔ عبداللہ اپنے باپ کی وفات کے بعد تقریباً دس یا پندرہ سال زندہ رہے اور ۱۳۰ یا ۱۳۵ھ میں[۱۶۱] انھوں نے انتقال کیا۔

عدالتی نظام اور اہلِ مدینہ کے مروّجہ قانون میں جو تعارض پیدا ہوتا تھا اس کا اظہار ایک مکالمے میں ہوتا ہے جو عبداللہ اور اُن کے بھائی قاضی محمّد کے درمیان[۱۶۲] ہوا۔ "جب انھوں نے ایک مقدمے میں حدیث کے خلاف فیصلہ دیا تو گھر واپس آنے پر، اُن کے بھائی نے، جو ایک دیندار انسان تھے، اُن سے پوچھا کہ "بھائی جان میں نے سُنا ہے آج آپ نے ایک ایسے مقدمے میں یہ فیصلہ دیا ہے"۔ محمد نے کہا: "جی ہاں"۔ اس پر عبداللہ نے کہا: "تو پھر حدیث کہاں گئی؟ حالانکہ معاملات کا تصفیہ حدیث کے مطابق ہونا چاہیے"۔ قاضی محمّد نے کہا: "مگر میں سماجی قانون کو کیسے نظرانداز کر دیتا"۔" اُن کا مطلب یہ تھا کہ اہل مدینہ کا رواجی ضابطہ جس پر وہ صدیوں سے عامل ہیں، اُن کی نظر میں حدیث سے زیادہ قابلِ عمل تھا۔

ابن اسحٰق، واقدی، ابن سعد، اور الطبری کے مختلف اقتباسات سے

Marfat.com

ہم راویانِ حدیث میں عبداللہ کی سرگرمیوں کا ایک اندازہ لگا سکتے ہیں، خصوصاً جو کچھ اُنھوں نے مغازی کے میدان میں کیا ہے اور "الفہرست" سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اِنھی عبداللہ کے بھتیجے عبدالملک بن محمد القاضی نے جو خود بھی قاضی تھے اور ۱۷۶ھ میں فوت ہوئے ایک "کتاب المغازی" لکھی تھی۔ یہ کتاب جو بظاہر نا پید ہو چکی ہے، اُن روایات سے تیار ہوئی ہوگی جو اُنھوں نے اپنے چچا سے سُنی تھیں۔ چنانچہ اِنھی عبدالملک کے ایک بھائی عبدالرحمن سے بہت سی روایات "الواقدی" نے نقل کی ہیں جو انھوں نے اپنے چچا سے اخذ کی تھیں۔ عبداللہ کے اقوال لفظ "مغازی" کے محدود معنوں ہی پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے رسول اللہؐ کے ابتدائی عہد اور ایامِ شباب کے بارے میں بھی روایات جمع کی تھیں، مگر عام طور پر ان کا نام اخبارِ غزوات کے سلسلے میں ہی سامنے آتا ہے۔ اُنھوں نے "وفود" (قبائل عرب کے وفود جو رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے) کے متعلق خاص طور سے مواد فراہم کیا ہے اور رسول اللہؐ کی وفات کے بعد قبائل عرب کے ارتداد (ردّہ) کے اخبار کی روایت کی ہے۔ اس کے بعد آنے والے زمانے کے حوادث مثلاً: عثمانِ غنی کے آخری ایام کی خبریں بیان کی ہیں۔ عبداللہ کا خاندانی مکان اُس گھر سے ملا ہوا ہی تھا جس میں حضرت عثمان شہید ہوئے تھے۔ اور اُن کے پردادا کو اُن حالات کا علم تھا جن کا انجام حضرت عثمان کی شہادت کی شکل میں رُونما ہوا تھا۔ عبداللہ نے اپنی بیشتر روایتوں میں راویوں کا نام نہیں بتایا، مگر بعض حالتوں میں وہ نام بھی لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسناد کو لازمی نہیں سمجھتے۔ اُن کے اخبارات کا ایک قابلِ لحاظ حصہ اُن کی بڑی خالہ عمرۃ کی سند پر منتہی ہوتا ہے، جو اُنھوں نے زبانی حاصل

Marfat.com

کیا تھا۔ کہیں انھوں نے اپنی بیوی فاطمہ کے واسطے بھی یہ روایات لی ہیں۔ جنھوں نے عَمرۃ سے براہِ راست اخذ کی تھیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دکھانے کے لیے کہ اس عہد میں عورت مرد بے تکلف ایک دوسرے سے بات چیت کرتے تھے، ہم ایک روایت کو بطورِ مثال پیش کریں، جو عبداللہ کے شاگرد ابنِ اسحٰق کو عَمرۃ سے پہنچی تھی۔ ابنِ اسحٰق کہتے ہیں کہ جب میں عبداللہ سے ملا تو انھوں نے اپنی بیوی سے کہا: "تم نے جو کچھ عَمرۃ بنتِ عبدالرحمٰن سے سُنا ہے وہ محمّد کو بتادو"۔ تب اُن کی بیوی نے عَمرۃ کے اقوال سُنائے۔ مزید برآں بعض اوقات عبداللہ نے ایسے سوالوں کا جواب دینے سے قصداً احتراز بھی کیا ہے جن کو وہ چاہتے تو حل کرسکتے تھے؛ مثلاً انھوں نے مدینے کے اُن دو شخصوں کے نام بتلانے سے انکار کردیا جنھوں نے رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی اُس وقت کی تھی جب آپ کی فوجیں 'الجحد' کے پاس خیمہ زن تھیں۔ اُن دونوں اشخاص کو اِس خلاف ورزی کی سزا بھی دی گئی تھی؛ اگرچہ آخر میں اُن کی جان بخشی ہوگئی تھی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں: "عبداللہ بن ابی بکر نے کہا کہ اُن دونوں کے نام مجھے عبّاس بن سَہل نے بتادیے تھے مگر یہ وعدہ لیا تھا کہ میں اِسے راز میں رکھوں گا، چنانچہ عبداللہ نے مجھے وہ نام بتلانے سے انکار کردیا۔"

عبداللہ نے صرف اُن اخبار کو جمع کرلینے پر اکتفا نہیں کیا جو اُنھیں ملتے رہے بلکہ اِتنے ابتدائی دَور میں اُنھوں نے ان اخبار کو تاریخی ترتیب کے ساتھ مدوّن کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ چنانچہ انھوں نے غزواتِ نبوی کی فہرست، تاریخی ترتیب کے ساتھ تیار کی تھی جو ابن اسحٰق نے اپنی

Marfat.com

کتاب میں درج کی ہے۔ راویوں کے بیانات کے علاوہ انھوں لکھی ہوئی کتابوں اور دستاویزوں کی طرف بھی توجہ کی مثلاً وہ خط جو رسول اللہؐ نے ملوکِ حمیر کو بھیجا تھا، یا وہ دستاویز جو آنحضرتؐ نے اُن کے پردادا عمرو بن حزم کو ساتھ رکھنے کے لیے اُس وقت دی تھی جب انھیں اہل نجران کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے روانہ کیا تھا۔ اپنے دوسرے بیشتر راویوں کی طرح — جن کا ہم شروع میں تذکرہ کر چکے ہیں — عبداللہ بھی وقائع بیان کرتے ہوئے، ان میں حصہ لینے والوں کی زبان سے بکثرت اشعار پڑھواتے ہیں۔ اِس کی مثالیں مغازی میں، یا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے حوادث کے بیان میں خوب ملیں گی۔ عبداللہ کا گھرانا شاعری کا رسیا تھا۔ "کتاب الاغانی" میں ایک قصہ ملتا ہے کہ ابوبکر بن محمد کے ایک بیٹے نے (اور یہ طے نہ ہو سکا کہ یہ خود عبداللہ تھے یا اُن کے بھائیوں میں سے کوئی تھا) ایک بار فرزدق کو چیلنج کیا کہ وہ حسّان بن ثابت کے ایک قصیدے کا جو اُن کا پسندیدہ تھا، جواب لکھ کر دکھائے [۱۱]۔

یربُوعی نے کہا کہ ابراہیم بن محمد بن سعد بن ابی وقاص الزُّہری نے بیان کیا کہ اَبان بن عثمان کی گورنری کے زمانے میں (۷۵-۸۲ھ) الفرزدق آیا۔ الفرزدق کثیّر اور میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھے شعر خوانی کر رہے تھے کہ چھریرے بدن کا ایک نوجوان ہلکے پیلے کپڑے پہنے نمودار ہوا۔ وہ ہماری طرف بڑھا اور بغیر سلام کیے بولا: "تم میں فرزدق کون ہے؟" میں نے اس ڈر سے کہ یہ بھی (ابراہیم کی طرح) قریشی نہ ہو، اُس سے کہا: کیا عربوں کے ایک شاعر اور سردار سے اس طرح خطاب کرتے ہیں؟" وہ بولا کہ "اگر یہ صحیح ہوتا تو میں کبھی اس طرح بات نہ کرتا۔" اس پر الفرزدق نے اُس سے کہا:

Marfat.com

"صاحبزادے تم ہو کون؟" وہ بولا: "میں بنو انصار میں سے ایک ہوں، پھر بنو نجار کا فرد ہوں، پھر ابو بکر بن حزم کا بیٹا ہوں، مجھے بتایا گیا ہے کہ تم اپنے تئیں عرب کا شاعرِ اعظم سمجھتے ہو اور یہی رائے تمھارے بارے میں بنو مُضر بھی رکھتے ہیں؛ (انصار خود کو جنوبی عرب کی نسل سمجھتے تھے اور بنو مضر شمالی عرب کے تھے، اسی قبیلے سے الفرزوق کا تعلق تھا) دیکھو ہمارے شاعر حسّان بن ثابت نے (یہ مدینہ کے تھے اور رسول اللہؐ کے صحابی شاعر تھے) ایک قصیدہ لکھا ہے، جو میں تمھیں سناتا ہوں اور ایک برس کی مہلت دیتا ہوں، اگر اس مدت میں تم نے اس قصیدے کا جواب لکھ لیا، تب تو تم عرب کے شاعرِ اعظم مان لیے جاؤ گے ورنہ محض جھوٹے اور مکار ہو۔" پھر اس نے حسّان کے یہ شعر پڑھے:

لَنَا الجَفَنَاتُ الغُرُّ یَلْمَعْنَ بِالضُّحیٰ
وَأَسْیَافُنَا یَقْطُرْنَ مِنْ نَجْدَةٍ دَمَا
مَتیٰ مَا تَزُرْنَا مِنْ مَعَدٍّ بِعُصْبَةٍ
وَغَسَّانَ، نَمْنَعْ حَوْضَنَا أَنْ یُهَدَّمَا
أَبیٰ فِعْلُنَا الْمَعْرُوْفَ أَنْ نَنْطِقَ الْخَنَا
وَقَائِلُنَا بِالْعُرْفِ إِلَّا تَکَلَّمَا
وَلَدْنَا بَنِی الْعَنْقَاءِ وَابْنَیْ مُحَرِّقٍ
فَأَکْرِمْ بِنَا خَالًا وَأَکْرِمْ بِنَا ابْنَمَا

(۱- ہمارے شان دار گھوڑے دن کی روشنی میں چمکتے ہیں اور ہماری تلواریں میدان کارزار میں لہو ٹپکاتی ہیں۔

۲- جب مَعدّ اور غسّان والے اپنی جماعت لے کر ہمارے مقابلے پر آتے

Marfat.com

ہیں تو ہم اُنھیں اپنی حوضوں کو ڈھانے نہیں دیتے۔

۳ - ہمارا اچھے کام کرنے کا جذبہ، ہمیں لغو باتیں بکنے سے روکتا ہے اور ہمارا اچھی باتیں کہنا ہمیں یاوہ گوئی نہیں کرنے دیتا۔

۴ - ہم نے بنوالعنقار کو اور مُحرّق کے دو بیٹوں کو جنم دیا ہے ہم ننھیال کی طرف سے بھی شریف ہیں اور اپنے بیٹوں کے اعتبار سے بھی۔)

یہ قصیدہ اُس نے آخر تک پڑھا اور کہنے لگا: ”میں اس کے لیے تمھیں ایک سال کی مہلت دیتا ہوں“۔ یہ کہہ کر چلا گیا تو فرزدق غصے میں بپھرا ہوا اُٹھا، اُس کی چادر کا پلو زمین میں گھسٹ رہا تھا مگر اس وقت فرزدق کو کچھ ہوش نہیں تھا۔ وہ مسجد سے نکل گیا تو کُثیّر میرے قریب آیا اور کہنے لگا: ”کیسا فصیح و بلیغ کلام تھا، اِس انصاری کا، اور کتنی روشن دلیلیں تھیں، کیا پیارا قصیدہ تھا“۔ اُس روز ہم دن بھر فرزدق اور انصاری کی گفتگو کرتے رہے۔ اگلی صبح کو میں اپنے گھر سے نکل کر پھر اُسی ٹھکانے پر پہنچا اور کُثیّر بھی آکر بیٹھ گیا اور وہی فرزدق کی بات چھڑ گئی۔ ہم نے کہا: ”یہ تو معلوم ہو کہ اُس بھلے آدمی نے کیا کیا؟“ اتنے میں فرزدق کئی رنگوں کا دھاری دار یمنی لباس پہنے نمودار ہوا، اور اُس کے بال دولٹوں میں بٹے ہوئے تھے۔ وہ اُسی جگہ آکر بیٹھ گیا جہاں کل بیٹھا تھا اور بولا: ”انصاری نے کیا کیا ہے؟“ ہم نے فرزدق کی دلجوئی کے لیے انصاری کی مذمت شروع کر دی تو فرزدق کہنے لگا: ”خدا اُسے غارت کرے، نہ میں کبھی ایسے کسی شخص سے ملا ہوں نہ میں نے ایسے اشعار سُنے ہیں“۔ پھر فرزدق کہنے لگا کہ جب میں کل تم سے جُدا ہو کر اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو میں نے شاعری کے ہر فن میں زور لگا کر دیکھ لیا مگر یہ محسوس ہوتا تھا کہ میں گونگا ہوں اور گویا میں نے کبھی شعر کہا ہی نہ تھا۔ جب فجر کی اذان ہو گئی

Marfat.com

تو میں نے اپنی اونٹنی کا کجاوہ کسا اور اُس کی مہار سنبھال کر اُسے مدینے کے قریب 'ذباب' کی پہاڑیوں تک لے گیا اور وہاں اُونچی آواز سے پکار پکار کر کہا: (اُس مؤکل یا جن سے جو فرزدق کی شاعری میں مدد کرتا تھا) "اے ابو لُبَینہ اپنے بھائی کی مدد کرو"۔ تب میرا سینہ اس طرح جوش کھانے لگا جیسے ہانڈی میں اُبال آتا ہے۔ میں نے اونٹنی کو وہیں باندھ دیا اور اُس کے بازوؤں سے تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اور جب تک ۱۱۳ شعر نہ ہو گئے وہیں بیٹھا رہا۔" جب فرزدق ہمیں یہ اشعار سنا رہا تھا، وہی انصاری جوان اچانک آ گیا۔ اُس نے ہمارے قریب آ کر سلام کیا اور کہنے لگا کہ "میں نے جو مُہلت تمھیں دی تھی اُسے گھٹانے نہیں آیا ہوں، بلکہ میں نے یہ طے کیا ہے کہ تم جب بھی ملو گے تم سے دریافت کروں گا کہ تم نے کیا لکھا"۔ فرزدق نے کہا: "بیٹھ جاؤ" اور پھر اشعار سنانے شروع کیے:

عَزَفْتَ بِاَعشاشٍ وَّمَا كِدْتَ تَعزِفُ

وَاَنكَرتَ مِنْ حَدْرَاءَ مَا كُنْتَ تَعرِفُ

(اب تو اعشاش (جگہ کا نام) سے کترا کر جا رہا ہے حالانکہ تیرا اُس سے کترانا مشکل ہے اور تو نے حَدرا، کی (نام محبوبہ) اُن باتوں کو پہچاننے سے انکار کر دیا ہے جنھیں تو خوب جانتا تھا) جب فرزدق یہ قصیدہ پڑھ چکا تو وہ نوجوان مُنھ لٹکائے ہوئے اٹھا اور ہمارے درمیان سے کھسک گیا، اِدھر وہ گیا اور اُدھر اُس کے باپ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کچھ اور انصاری شیوخ کے ساتھ وہاں آ پہنچے، اُن سب نے ہمیں سلام کیا اور کہنے لگے: "اے ابو فراس (یہ فرزدق کی کنیت ہے) تمھیں ہمارا حال اور رسول اللہؐ کی نظر میں ہماری قدر و منزلت کا حال معلوم ہے اور اُنھوں نے ہمارے بارے میں

Marfat.com

جو حکم دیا تھا وہ بھی تم جانتے ہو۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ ہمارے ایک بے وقوف شخص نے تم سے معارضہ کیا ہے، ہم تمھیں خدا اور رسول کا واسطہ دے کر اور رسول اللہ نے ہمارے بارے میں جس سلوک کی ہدایت فرمائی ہے اُسے یاد دلا کر تم سے یہ التجا کرتے ہیں کہ ہمیں ہجو لکھ کر رسوا نہ کرنا"

یربوعی نے کہا کہ ابراہیم بن محمد بن سعد نے کہا کہ میں اور کثیر بھی سفارش کرتے رہے جب ہم نے زیادہ اصرار کیا تو فرزدق کہنے لگا: "جاؤ اِس قریشی (یعنی ابراہیم بن محمد بن سعد) کی وجہ سے تمھیں بخشے دیتا ہوں"

یہ واقعہ عبداللہ یا اُن کے کسی بھائی کے زمانۂ شباب کا معلوم ہوتا ہے، اس سے ایک بار پھر یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ اہل فقہ و حدیث شاعری اور اُس کی تنقید کی طرف بھی کتنا قوی میلان رکھتے تھے۔

۲۔ عاصم بن عمر

عاصم بن عمر بن قتادہ ایک مدنی گھرانے میں پیدا ہوئے جو اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں میں سے تھا۔ اُن کے دادا قتادہ بنو ظفر میں سے تھے۔ یہ انصاری قبیلہ تھا جس نے غزوۂ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا تھا[۴۸]۔ قتادہ حنین میں اپنے قبیلے کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھے[۴۹]۔ البتہ عاصم کے والد عمر کے بارے میں ہمارے مآخذ کچھ زیادہ نہیں بتاتے[۵۰]۔ بس اتنا معلوم ہے کہ انھوں نے اپنے باپ سے حدیث کی سماعت کی اور پھر یہ علم اپنے بیٹے کو منتقل کیا۔ عبداللہ بن ابی بکر کے باپ کی مثال کے برعکس انھوں نے مدینے کی شہری زندگی میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کیا نہ کسی سرکاری خدمت سے متعلق رہے، اُن کے بیٹے عاصم اقتصادی مشکلات سے آزاد نہیں تھے اسی سبب سے انھوں نے مجبور ہو کر دارالخلافہ کا رُخ کیا، جیسا کہ اُن کے زمانے میں اکثر اہل علم اضطراری

Marfat.com

حالت میں کرتے تھے اور دربارِ خلافت سے مالی مدد پاتے تھے۔ چنانچہ اس میں انھیں کامیابی ہوئی اور اُس وقت کے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے (جو اُموی خلفاء میں اِس لحاظ سے ایک ممتاز شخصیت تھے کہ انھیں مدینے کے صالحین کو دیکھتے ہی سے خوشی حاصل ہوتی تھی) اُن کی مالی امداد کی۔ ابنِ سعد ہمیں یہ اطلاع دیتا ہے[١٨١] کہ عاصم، عمر بن عبدالعزیز سے ملے تو انھوں نے اُن کا قرضہ ادا کر دیا اور اُن کو حکم دیا کہ دمشق کی مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو رسول اللہ کے مغازی کی تعلیم دیا کریں چنانچہ یہ ایسا ہی کرتے تھے، پھر مدینے واپس آ گئے تھے۔" خلیفہ عمر بن عبدالعزیز، جنھوں نے جمع و تدوینِ حدیث کا خصوصی اہتمام کیا تھا، جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، اِسے بھی ضروری سمجھتے تھے کہ دمشق کے عام آدمیوں کو کوئی عالم اور فقیہ مغازی کی تعلیم دیتا رہے۔ یہاں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ عاصم سیرۃ اور مغازی کے مشہور عالم[١٨٢] تھے اور وہ ثقہ راویوں میں شمار ہوتے ہیں[١٨٣]۔ ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ اُنھوں نے اُمویوں کو خوش کرنے کے لیے رسول اللہؐ کی تاریخ میں کتر بیونت کی ہوگی، جس طرح ہم یہ نہیں مانتے کہ ایسا عمل عمر بن عبدالعزیز پسند کر سکتے تھے یا انھیں اِس کی ترغیب دے سکتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز کا زمانۂ خلافت ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک رہا اور عاصم زیادہ سے زیادہ ۱۰۱ھ تک مدینہ واپس آ چکے تھے، جہاں وہ تقریباً بیس سال تک تشنگانِ علم کو سیراب کرتے رہے اور ۱۱۹ھ یا اس کے کچھ ہی بعد اُنھوں نے انتقال فرمایا[١٨٤]۔

عاصم، ابنِ اسحٰق اور الواقدی کے اہم رُواۃ میں سے ایک ہیں جنھوں نے اُن سے خاص طور پر مغازی کی روایات اخذ کی ہیں، مگر عاصم نے رسول اللہؐ کے زمانۂ شباب اور آپ کی مکّی زندگی کی تفصیلات جمع کرنے پر بھی توجہ

Marfat.com

کی ہے جیسا کہ ابنِ سعد کے اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے۔ عاصم اکثر اپنی اسناد بھی بیان کرتے ہیں، مگر کبھی انھیں نظر انداز بھی کر جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے اسناد کے معاملے میں اُن کا رویہ بھی وہی ہے جو عبداللہ بن ابی بکر کا ہے۔ وہ جن وقائع کی روایت کرتے ہیں اُن کے بنیادی کرداروں کی زبان سے اکثر اشعار بھی پڑھواتے ہیں[185]۔ ابنِ اسحٰق کے ایک فقرے سے ظاہر ہوتا ہے[186] کہ وہ صرف اخبار ہی جمع نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی اپنی رائے کا اظہار کرکے اس حادثے کے محرکات کی طرف بھی اشارہ کر دیتے تھے۔ ابنِ اسحٰق کہتا ہے: ”عاصم بن عمر نے کہا واللہ العباس بن قتادہ نے رسول اللہؐ کو یہ مشورہ (کہ وہ انصار سے باقاعدہ حلف کرلیں۔ حالانکہ انصار اس کے بغیر بھی ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے آمادہ تھے) اس لیے دیا تھا کہ معاہدہ سے انھیں قابو میں کرلیا جائے“ اور عبداللہ بن ابی بکر نے بھی اس رائے کو اور اس کے معارض عاصم کی رائے کو قابلِ توجہ انداز میں پیش کیا ہے۔

۳۔ ابن شِہاب الزُّہری

عبداللہ اور عاصم دونوں انصاری تھے، مگر محمدؐ بن مسلم بن عُبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب، مکّی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، جس کا نام بنو زُہرۃ ہے؛ اِسی سے ان کا لقب الزُّہری ہوا ہے۔ یہ ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں پیدا ہوئے، بعض روایات میں سالِ ولادت ۵۶ھ یا ۵۷ھ یا ۵۸ھ بھی ملتا ہے[187]۔ اُن کے پر دادا عبداللہ بن شہاب معرکۂ بدر میں اہلِ مکّہ کے ساتھ رسول اللہؐ سے لڑے تھے[188]، اور جنگِ اُحد میں اُنھوں نے تین مکّیوں کے ساتھ مل کر رسول اللہؐ کو قتل کرنے کی سازش بھی کی تھی[189] اور عملاً انھیں زخمی کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے[190]۔ یہ بات اُن کے پرپوتے کے لیے قدرتی طور پر تکلیف دہ رہی ہوگی،

Marfat.com

اسی لیے وہ جہاں اِس سازش کا تذکرہ کرتا ہے وہاں اپنے پردادا کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا کہ انھوں نے اِس میں کیا حصّہ لیا تھا[191] الزہری کے باپ عبداللہ بن الزبیر کے ساتھ تھے جب انھوں نے علمِ بغاوت بلند کیا تھا[192]۔ مگر خود الزہری اپنے لڑکپن کے زمانے میں ہی ۶۴ھ میں مروان سے ملے تھے[193]، جیسا کہ خود انھوں نے ہمیں بتایا ہے، پھر وہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں گئے اور آخر کار دمشق میں سکونت اختیار کر لی تھی، مگر وہ اکثر اپنے شہر مدینہ جاتے رہتے تھے۔ دمشق کو اُن کی ہجرت سے پہلے ان کے ساتھ ایک حادثہ پیش آ گیا تھا جس کا ذکر ابنِ سعد نے کیا ہے[194]: "الزہری سے غیر ارادی طور پر ایک قتل ہو گیا تھا، چنانچہ یہ اپنے گھر سے نکلے اور آبادی سے باہر خیمہ لگا کر بیٹھ گئے اور کہتے تھے کہ کسی کے گھر کی چھت مجھے پناہ نہیں دے سکتی۔ ایک دن علی بن الحسین اُن کے پاس سے گذرے اور فرمایا کہ "ابن شہاب تمھاری مایوسی تو تمھارے گناہ سے بھی زیادہ شدید ہے۔ تم اللہ سے ڈرو اور استغفار کرو، اور مقتول کے وارثوں کے پاس خون بہا ادا کرنے کا پیغام بھیجو اور اپنے گھر کو واپس چلے جاؤ"۔ الزُّہری کہا کرتے تھے کہ لوگوں میں سب سے بڑا احسان میرے اوپر علی بن الحُسین کا ہے۔

اگر شیعی مورخ الیعقوبی[195] کا بیان درست ہے تو الزہری نے اپنی جوانی کے زمانے میں عبداللہ بن الزبیر سے لڑائی میں خلیفہ عبدالملک کو اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ اور جب عبدالملک نے حج بیت اللہ کی طرح بیت المقدس کا حج کرنے کا قصد کیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ مکّہ میں خلیفہ کے مخالفوں کی طاقت عروج پر تھی، تو جن لوگوں نے مکّہ کی زیارت پر پابندی لگ جانے کا شکوہ کیا اُن سے خلیفہ نے کہا تھا: "یہ ابن شہاب الزُّہری

Marfat.com

موجود ہیں، ان سے پوچھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا تُشَدُّ الرِّحَالُ إلاّ إلی ثَلاثَةِ مَسَاجِدَ: المَسْجِدُ الحَرَامُ (بمکّة) و مَسْجِدِی (بالمدینة) ومَسْجِدُ بیتِ المَقْدِس (بأورشلیم)"۔ یعنی تین مسجدوں کی زیارت کے لیے سفر کیا جاسکتا ہے، ایک مسجد الحرام، دوسری مسجد نبوی، اور تیسری مسجد بیت المقدس"۔

فی الواقع صحاحِ ستہ میں، معمولی لفظی تغیر کے ساتھ، اس مفہوم کی حدیث موجود ہے اور مسند احمد بن حنبل میں بھی پائی جاتی ہے، عموماً اس کی سند یوں ہے: "الزُّهْرِی عَنْ سَعِیدِ بنِ المُسَیِّبِ عَنْ أبی هُرَیرَةَ" لیکن بعض جگہ الزُّہری کا نام ندارد ہے۔ یہ بات کہ عبدالملک نے اس حدیث کو ثقہ بنانے کے لیے الزُّہری کو استعمال کیا ہو، اسی وقت درست ہوسکتی تھی جب اس واقعہ کے ساتھ الزُّہری کے رُواۃ کا تذکرہ بھی کیا جاتا۔ اگر خلیفہ نے مذکورۂ بالا الفاظ واقعی کہے تھے تو یہ ۶۵ھ سے ۷۲ھ کے درمیان کا قصّہ ہوگا جب عبداللہ بن الزبیر نے بغاوت کر رکھی تھی؛ اور زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ ۷۲ھ کی بات ہو، یہی وہ سال ہے جب عبدالملک نے "قُبّة الصَخرة" تعمیر کیا تھا، جیسا کہ آج تک اس مسجد میں لگا ہوا کتبہ ظاہر کر رہا ہے۔ مگر ۷۳ھ میں الزُّہری صرف ۲۳ سال کے تھے اور اتنی کم عمر میں بحیثیت محدّث کے انھیں ایسا امتیاز مل جانا خلافِ قیاس ہے کہ کسی حدیث کی صحت کے ثبوت میں تنہا ان کا نام لینا ہی کافی سمجھا جاتا ہو۔ اگر ہم یعقوبی کے بیان کو صحیح سمجھیں تو یہ ماننا چاہیے کہ الزُّہری مدینے سے چل کر خلیفہ کے دربار میں پہنچے ہوں اور انھوں نے یہ حدیث جو رواۃ مدینہ سے سُنی تھی، خلیفہ کو پہنچائی ہو تاکہ وہ اس سے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کر سکے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال درست نہیں

Marfat.com

کہ الزہری نے خود ہی یہ حدیث گھڑلی ہو گی۔ اُس دَور میں اہلِ دمشق کے لیے یہ دشوار نہیں تھا کہ وہ حدیث کے مانے ہوئے علماء سے کسی روایت کی تصدیق حاصل کر لیں اور اگر کسی کو اِس حدیث پر شبہ ہوتا تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ چھان بین نہ کرتا۔ اِس حدیث کی صحت کے بارے میں خواہ کسی کا کچھ بھی خیال ہو، لیکن یہ باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ الزہری نے یہ حدیث سعید بن المسیّب کی زبان سے سُنی ہو گی جن کے بارے میں اکثر یہ کہا گیا ہے[۱۹۶] (یہ خوابوں کی تعبیر دینے میں مشہور تھے) کہ انھوں نے ایک خواب کی تعبیر بیان کی تھی جو اِس مقصد سے اُن تک پہنچایا گیا تھا اور اس کی تعبیر میں عبدالملک کے حریف (عبداللہ بن الزبیر) کی بدبختی اور عبدالملک کی خوش بختی ظاہر ہوتی تھی۔

عمر بن حبیب بن قُلیع بیان کرتے ہیں[۱۹۷] "ایک دن میں سعید بن المُسیّب کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اُس زمانے میں میری معاشی حالت بہت خراب تھی اور قرض میں بال بال بندھا ہوا تھا، میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جاؤں کیا کروں، اس لیے سعید بن المسیّب کے پاس جا بیٹھتا تھا۔ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا: ابو محمدؐ (یہ سعید کی کنیت تھی) میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اُنھوں نے پوچھا: کیا دیکھا۔ اُس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کو میں نے پکڑ کر زمین پر گرا دیا ہے، پھر اُسے اوندھا کر کے اُس کی کمر میں چار میخیں ٹھونک دی ہیں۔ سعید نے کہا کہ یہ خواب تمھارا دیکھا ہوا نہیں ہو سکتا۔ اُس نے کہا: نہیں میں نے ہی دیکھا ہے۔ سعید نے کہا، ہرگز نہیں، تم خود ہی سچ سچ بتا دو، نہیں تو میں نام ظاہر کیے دیتا ہوں۔ تب اُس نے کہا کہ الزبیر نے دیکھا ہے۔ اور انھیں نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے ـــــ سعید نے کہا کہ اگر اُن کا خواب سچا ہے

Marfat.com

تو عبدالملک اُنھیں قتل کر دے گا اور عبدالملک کے صُلب سے چار بیٹے پیدا ہوں گے جو خلیفہ بنیں گے"۔ عمر بن حبیب نے کہا کہ اب میں شام میں خلیفہ عبدالملک سے جاکر ملا اور اُنھیں سعید بن المُسیّب کی بیان کردہ تعبیر سنائی، جس سے وہ خوش ہوئے، مجھ سے سعید کی خیر و عافیت اور حال چال پوچھتے رہے، میں نے انھیں بتایا۔ پھر خلیفہ نے میرے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا اور بھی میرے ساتھ سلوک کیا"۔

عمر بن حبیب ہی کی طرح الزُّہری نے بھی کیا۔ بشرطیکہ ہم یعقوبی کی بات صحیح مانیں۔ کہ انعام کی اُمید میں سعید کے مُنہ سے سُنی ہوئی حدیث خلیفہ تک پہنچانے کے لیے دمشق گئے۔ بہر حال اُس وقت الزُّہری زیادہ دنوں کو دمشق میں نہیں ٹھہرے ہوں گے، اگر وہ وہاں واقعی گئے ہی ہوں۔ دمشق تک اُن کی مستقل ہجرت بعد کا واقعہ ہے، جیسا کہ خود اُنھوں نے "الأشعث کی بغاوت[198] کا زمانہ" بتایا ہے یہ ۸۱ھ یا ۸۲ھ کا واقعہ ہے[199]۔ پہلے وہ قبیصہ سے ملے تھے جو عبدالملک کا خاتم بردار تھا[200] اور یہ خلیفہ کا اُس زمانے سے معتمد علیہ تھا جب خلیفہ مدینہ کا گورنر تھا[201]۔ قبیصہ نے اُنھیں عبدالملک سے ملوایا[202]۔ اس کے لیے تقریب یہ پیدا ہوگئی کہ ایک دن خلیفہ نے پوچھا: اُمّہات الاولاد کی وراثت کا مسئلہ تم میں سے کسے معلوم ہے؟" اُس وقت الزُّہری کا نام لیا گیا اور انھیں خلیفہ کے دربار میں طلب کیا گیا۔ پہلے خلیفہ نے اُن کا نسب پوچھا پھر یاد دلایا کہ الزُّہری کے والد نے عبداللہ بن الزبیر کے ساتھ خروج میں شرکت کی تھی۔ اِس کے بعد اُنھیں بیٹھنے کی اجازت دی اور اُن کا قرض ادا کر دیا[203]۔ الزُّہری اپنے قبیل کے بہت سے لوگوں کی طرح اِسی اُمّید میں دمشق گئے تھے کہ اُن کی تنگدستی دُور ہو جائے گی[204]۔

Marfat.com

ایک اور روایت یہ بتاتی ہے کہ سب سے پہلے خلیفہ نے اپنے مدینے کے گورنر کے ذریعے سعید بن المسیّب سے الزہری کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں[205] اور یہ سب روایات یعقوبی کے اُس بیان سے میل نہیں کھاتیں جس کی رُو سے عبدالملک الزہری کو ایک طویل عرصے سے جانتا تھا اور الزُّہری کو خلیفہ کے دربار میں کسی تقریب تعارف کی یا سعید بن المسیّب کی سفارش کی ضرورت نہیں تھی۔ غالباً یعقوبی کا بیان اس امر واقعہ پر مبنی ہے کہ بعد کے زمانے میں الزہری ایک مشہور و معروف محدث تھے اور یہ بات عام طور پر معلوم تھی کہ خلیفہ سے اُن کے گہرے روابط تھے مگر لوگ ان تعلقات کا آغاز واقعی زمانے سے تقریباً دس برس قبل سمجھتے رہے تھے اِس گمان کو تقویت اس بات سے بھی ملتی ہے کہ جس حدیث کا ہم ابھی حوالہ دے چکے ہیں اُس کی اسناد میں الزُّہری کا نام آتا ہے۔

عبدالملک کے جانشین خلفاء کے زمانے میں بھی الزُّہری دمشق میں مقیم رہے جنھوں نے الزُّہری کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا[206]۔ خود الزہری ہمیں اطلاع[207] دیتے ہیں کہ وہ اپنے چچا مالک بن شہاب کی بیٹی کا پیغام لے کر ولید بن عبدالملک کے پاس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ داستان طرازوں نے اس واقعہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، اس لیے کہ ہمیں 'الفہرست' میں ایک کتاب کا نام ملتا ہے جس کا عنوان ہے: "کتاب الزُّهری وابنة عمّه الذین سادوا الی هشام بن عبد الملک[208]"۔ یہ الولید کی جگہ ہشام کا نام ایک اور موقع پر بدلا گیا ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر ظاہر کریں گے۔ عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت (۹۹ھ - ۱۰۱ھ) میں الزُّہری مفتی شرع تھے[210]۔ یہ بات ایک سے زیادہ ماخذوں میں بتائی گئی[211] ہے کہ عمر کے جانشین یزید نے انھیں قاضی

Marfat.com

مقرر کیا تھا۔ مگر یزید ثانی، الزُہری سے ایسی علمی قابلیت کی توقع رکھتا تھا جو عام قاضیوں کی لیاقت سے مختلف ہو۔ اسی لیے ایک بار اُس نے ایک قصیدے کے مصنّف کا نام دریافت کرنے کے لیے اُن سے رجوع کیا تو یہ استفسار بے سبب نہیں تھا۔[۲۱۲]

"یزید ثانی اور اُس کی کنیز حبّابہ ایک رات کو چھت پر بیٹھے تھے اور وہ الأحوص کے شعر گا رہی تھی۔ یزید نے اُس سے پوچھا "یہ اشعار کس کے ہیں؟" اُس نے کہا: "بچشمان شما' مجھے معلوم نہیں"۔ آدھی رات سے زیادہ گذر چکی تھی مگر اُس نے کہا کسی کو الزُہری کے پاس بھیجو، شاید انھیں معلوم ہو گا۔ الزُہری حاضر کیے گئے، تو وہ یزید کے خوف سے حواس باختہ ہو رہے تھے۔ جب وہ یزید کے پاس اوپر چھت پر لے جائے گئے تو اُس نے کہا: "ڈرو نہیں، میں نے تمھیں ایک اچھی بات کے لیے بلایا ہے۔ یہ بتاؤ کہ یہ اشعار کس کے ہیں؟" انھوں نے جواب دیا کہ "اے امیرالمومنین الأحوص بن محمد کے ہیں"۔ (یہ مدنی شاعر تھا۔ اُسے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے 'دَھلک' کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔) خلیفہ نے پوچھا: "آج کل وہ کیا کر رہا ہے؟" انھوں نے کہا "ایک مدت سے دھلک میں جلا وطنی کی زندگی گذار رہا ہے"۔ خلیفہ نے کہا: مجھے عمر (بن عبدالعزیز۔ سلیمان کے جانشین) پر حیرت ہے کہ انھوں نے اُس کی طرف سے اتنی غفلت کیوں برتی"۔ حکم ہوا کہ اُسے آزاد کیا جائے اور چار سو دینار بطور انعام مرحمت ہوئے۔ اُس رات کو الزُہری اپنی قوم انصار کے لوگوں کی طرف واپس آئے اور یہ مژدہ سنایا

جیسے اس موقع پر ایک مدنی کو آزاد کرانے میں الزُہری نے حصّہ لیا ایسے ہی متعدد مواقع پر انھوں نے اہلِ مدینہ کی بھلائی کے کاموں میں دلچسپی

Marfat.com

لی۔ یزید ثانی نے ۱۰۱ھ میں حجاز کا نیا گورنر مقرر کیا تو الزُّہری نے گورنر کو بعض اہم اور مفید مشورے دیے۔ اگرچہ نئے گورنر نے اپنی خاص مصلحتوں کی وجہ سے اُن مشوروں پر عمل نہیں کیا۔[۲۱۳]

الزُّہری سخاوت میں مشہور تھے۔[۲۱۴] فائد بن اشرم نے ایک قصیدے میں اُن کی مدح کی ہے۔[۲۱۵] اور قرۃ بن عبدالرحمٰن، الزُّہری کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے: میں نے کوئی اور شخص ایسا نہیں دیکھا جس کی نظر میں دینار و درہم اتنے بے وقعت ہوں گویا وہ مینگنیاں ہیں۔" اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ مقروض رہتے تھے۔ یہ قرضے خلیفہ ہشام[۲۱۶] (۱۰۵ھ-۱۲۵ھ) نے ادا کیا تھا۔ الزُّہری ہشام کے بچّوں کی تعلیم و تربیت میں مدد دیتے تھے۔[۲۱۷] خلیفہ نے انھیں اور ابو الزّناد کو اپنا مقرّب بنا لیا تھا۔" ایک دن الزُّہری ہشام بن عبدالملک کی مجلس میں پہنچے اور ابو الزّناد عبداللہ بن ذکوان پہلے سے وہاں موجود تھے۔ ہشام نے اُن سے پوچھا: "اہلِ مدینہ کو عموماً کس مہینے میں تنخواہ تقسیم ہوتی ہے؟" الزُّہری نے کہا: "مجھے علم نہیں۔" پھر ابو الزّناد سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ محرّم میں۔ اس پر ہشام نے الزُّہری سے کہا کہ "ابو بکر لو آج تمھاری معلومات میں بھی اضافہ ہو گیا۔" الزُّہری نے جواب دیا کہ "امیر المومنین کی مجلس ہے ہی ایسی جگہ جہاں سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔"[۲۱۸]

خلیفہ اور اُس کے درباری فقیہ علامہ (الزُّہری کو "علامہ" کہا جاتا تھا) کے درمیان ہمیشہ ایسی نرم گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ الشافعی[۲۱۹] ہمیں اپنے چچا کے واسطے سے یہ روایت بھی سُناتے ہیں: "ایک دن سلیمان بن یسار ہشام کی مجلس میں پہنچے تو اُس نے پوچھا: "قرآن کی آیۃ "الّذی تولّٰی کبرہٗ"۔ (سورۃ ۲۴- آیۃ ۱۱) میں کس شخص کی طرف اشارہ ہے (یہ آیۃ واقعۂ اِفک سے

Marfat.com

متعلق ہے)۔ سلیمان نے جواب دیا کہ "عبداللہ ابن اُبَیّ بن سلول کی طرف"
اِس پر ہشام نے کہا: "تم جھوٹ بولتے ہو، یہ علی کی طرف ہے۔ ابنِ شہاب تم بتاؤ کس کی طرف ہے؟" الزّہری نے بھی کہا: "عبداللہ بن اُبَیّ مراد ہے"۔ خلیفہ نے کہا: "تم بھی جھوٹے ہو، یہاں علی ہی مراد ہیں"۔ الزّہری نے کہا: "مَیں جھوٹا ہوں؟ خدا کی قسم اگر آسمانوں سے ندا دی جائے کہ خدا نے جھوٹ بولنا حلال کر دیا ہے میں تب بھی نہ بولوں گا۔ مجھ سے سعید بن المسیب نے، عُروہ نے، علبیداللہ اور علقمۃ بن وقّاص نے، خود عائشہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ "اِنَّ الَّذِی تَوَلّٰی کِبرَہٗ عَبدُاللہِ بنُ اُبَیّ" (قرآن میں جس کے لیے کہا گیا ہے کہ اُس نے بات کا بتنگڑ بنا دیا وہ شخص عبداللہ بن اُبَیّ تھا)۔ اس پر حاضرین بحث کرنے لگے تو ہشام نے کہا: "یہاں سے چلے جاؤ، خدا کی قسم ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم جیسوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں[۲۲۰]"۔ الزّہری نے کہا: "کیا بات ہے، نہ تم میری دھونس میں ہو، نہ مَیں تمھاری۔ مجھے الگ کرو"۔ خلیفہ نے کہا: "نہیں، تم لاکھوں کے مقروض ہو"۔ الزّہری نے کہا کہ "یہ بات تم خوب جانتے ہو، اور تم سے پہلے تمھارے باپ بھی جانتے تھے کہ میں نے یہ قرض تمھارے بھروسے پر نہیں لیا ہے۔" اس پر ہشام نے کہا: "ہمیں شیخ کو غضبناک نہیں کرنا چاہیے، وہ فوراً کھری کھری سُنانے لگتے ہیں"۔ پھر حکم دیا[۲۲۱] اور اُن کا لاکھوں روپے کا قرض ادا کر دیا گیا۔ جب کسی نے یہ بات الزّہری کو بتائی تو انھوں نے کہا: "خدا کا شکر و احسان ہے، یہ سب اُسی کی طرف سے ہوتا ہے۔"

بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہشام کا قصہ نہیں ہے[۲۲۲] بلکہ الولید تھا جس نے یہ بے سود کوشش کی تھی کہ الزّہری کو استعمال کر کے

Marfat.com

ابنِ اُبی کا الزام حضرت علی کی طرف منتقل کر دے۔

ابو الزناد نے الزُّہری اور ہشام کے درمیان ہونے والا ایک اور مکالمہ بھی نقل کیا ہے[۲۲]: "میں ہشام بن عبدالملک کے دربار میں پہنچا تو دیکھا کہ الزُّہری بھی بیٹھے ہیں اور یہ دونوں الولید کی بُرائیاں بیان کر رہے ہیں۔ میں الگ تھلگ بیٹھا رہا اور میں نے اس بات چیت میں کوئی حصّہ نہیں لیا۔ ذرا دیر کے بعد معلوم ہوا کہ الولید باریابی کی اجازت چاہتا ہے۔ اُسے اجازت دی گئی، وہ آیا، مگر غصّے میں بھرا ہوا تھا، ذرا دیر بیٹھ کر چلا گیا جب ہشام مَرا، اور الولید نے حکومت سنبھالی، اُس نے مدینے (کے گورنر) کو لکھ کر مجھے طلب کیا۔ میں حاضر کیا گیا تو مجھ سے کہنے لگا: "تمھیں اُس بھینگے (ہشام مراد ہے) کی اور الزُّہری کی گفتگو یاد ہے؟" میں نے کہا: "جی ہاں۔ مگر میں نے تو اُس میں کوئی حصّہ نہیں لیا تھا۔" اُس نے کہا: "تم سچ کہتے ہو، مگر جانتے ہو مجھے کیسے معلوم ہوا؟" میں نے کہا: "نہیں۔" تو بولا کہ اُس کی پشت پر جو خادم کھڑا تھا اُس نے مجھے بتایا تھا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ فاسق الزہری اگر آج زندہ ہوتا تو میں اُسے قتل کرا دیتا۔"

لیکن الزُّہری بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر الولید حاکم ہو گیا تو انھیں کیا پھل ملے گا۔ انھوں نے پہلے ہی طے کر رکھا تھا کہ جیسے ہی ہشام کی آنکھیں بند ہوں گی وہ فوراً بازنطینی حکومت کی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔ مگر وہ الولید کی تخت نشینی (۱۲۵ھ) تک زندہ ہی نہ رہے اور ۱۷ رمضان ۱۲۴ھ کو وفات پا گئے۔ انھیں حجاز کے علاقہ "شغب" میں دفن کیا گیا۔ یہ وہ جگہ ہے جو اُنھیں اُمویوں سے جاگیر میں ملی تھی۔

الزُّہری اکثر حجاز جاتے رہتے تھے، حتّٰی کہ دمشق کو ہجرت کرنے کے بعد

Marfat.com

بھی وہ ۱۱۹ھ میں حج کرنے گئے تھے[228]۔ مگر سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ الزُّہری نے اپنا طالب علمی کا زمانہ مدینہ میں گزارا تھا اور اسی شہر میں اُن کے اُس علم کی بنیاد رکھی گئی تھی جس کی وجہ سے انھیں دارالخلافہ میں اتنا اثر و رسوخ مل سکا۔ خود الزُّہری ہمیں بتاتے ہیں[229] کہ انھوں نے کس طرح سب سے پہلے عبداللہ بن ثعلبہ سے اپنی قوم کا نسب سیکھا۔ ایک دن اُن کے استاد سے کسی نے طلاق کا کوئی مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے اُسے سعید بن المسیّب سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا، تب یہ بھی سعید سے ملے۔ "سعید کو لوگوں میں بڑی عزّت حاصل تھی، اس لیے کہ وہ متقی اور پرہیزگار تھے اور بادشاہ کے یا کسی کے بھی آگے حق بات کہنے سے نہ جھجکتے تھے، خود کو دربار سے الگ تھلگ رکھتے تھے اور اپنے علم میں بھی یکتا تھے اس کے ماسوا بڑی بچی تُلی رائے دیتے تھے۔ میری یہ ہمّت تو نہیں تھی کہ اُن سے براہِ راست مسئلہ پوچھ لوں، یوں کہتا تھا کہ 'فلاں شخص کا یہ خیال ہے مگر فلاں یوں کہتا ہے'، تب وہ اپنا جواب بتاتے تھے۔"

اسی طرح ایک اور موقع پر ہمیں یہ رپورٹ ملتی ہے[230]: "ہم سعید بن المسیّب کی صحبت میں رہتے تھے مگر اُن سے مسئلہ نہیں پوچھتے تھے۔ ہاں کوئی شخص آتا تھا اور اُن سے کچھ دریافت کرتا تھا تو وہ بولنا شروع کرتے تھے یا کسی وقت خود بھی آمادۂ سخن ہو جاتے تھے۔"

ثعلبہ بن ابی مالک نے بھی الزُّہری کو سعید کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیا تھا، اور الزُّہری "دس سال تک متواتر یوں حاضر رہے گویا ایک دن رہے ہیں[231]۔" الزُّہری نے سعید بن المسیّب کو "قریش کے چار سمندر" (بُحُورُ قُرَیشِ الأربعۃ) میں شمار کیا ہے، جن میں باقی تین عروۃ، اور

Marfat.com

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ہیں[۲۳۲]۔ ایک موقع پر اُنھوں نے اُس علمی خزانہ کا موازنہ کیا ہے جو اُنھیں عُروۃ سے ملا (جنھیں وہ "بحرِ بے کراں" (بَحرٌ لا یُنزَف[۲۳۳]) کے لقب سے یاد کرتے ہیں) اور جو عبیداللہ سے پہنچا تھا[۲۳۴]، پھر کہتے ہیں: "میں نے جن عالموں کی صحبت اختیار کی اُن کے پاس جو کچھ تھا سب حاصل کر لیا۔ عُروۃ کی خدمت میں بیٹھنا شروع کیا یہاں تک کہ اُن کی زبان سے جو کچھ سنتا تھا وہ مانوس معلوم ہونے لگا۔ مگر عبیداللہ بن عُتبہ کا معاملہ اُن سے مختلف تھا، اُن کے پاس جب بھی گیا کوئی نئی بات لے کر اُٹھا۔"

الزُّہری عُبیداللہ کی ایسی خدمت گذاری بھی کرتے تھے جو ایک شاگرد اپنے اُستاد کی کرتا ہے[۲۳۵]: میں عبیداللہ بن عبداللہ کے لیے پانی بھرتا تھا، جب وہ اپنی باندی سے پوچھتے تھے کہ دروازے پر کون کھٹکا کر رہا ہے تو وہ کہتی تھی کہ آپ کا چُندھا غلام ہے[۲۳۶] (غلامک الأعمش)

عبیداللہ نے، جو شاعر بھی تھے (جیسا کہ ہم ایک اور مضمون میں بحث کر چکے ہیں) اور اس پائے کے تھے کہ ابن عبد البَر نے اُنھیں "أَفقَهُ الشُّعَراء وأشعَرُ الفُقَهاء" (شاعروں کے زمرے میں سب سے زیادہ فقہ کے جاننے والے اور فقیہوں میں سب سے اچھے شاعر) کہا ہے۔ اپنے بعض اشعار میں الزُّہری سے خطاب کیا ہے جو کتاب الاغانی میں نقل ہوئے ہیں[۲۳۷]۔

عراک بن مالک نے الزُّہری کو اہلِ مدینہ کا سب سے بڑا عالم کہا ہے، اس لیے کہ اُنھوں نے عروۃ اور سعید اور عُبیداللہ کا علم سمیٹ لیا تھا اُن کے بارے میں اس طرح کی بہت سی رائیں ملتی ہیں، بس اگر ان پر

Marfat.com

کوئی اعتراض ہے تو یہی ہے کہ وہ اُموی خلیفہ سے میل جول رکھتے تھے۔ مکحُول کہتے ہیں[۲۳۸]: الزُّہری بھی کیا آدمی تھے، اگر بادشاہوں کے دربار میں جاکر خود کو خراب نہ کیے ہوتے۔" اور الزُّہری خود فخریہ کہا کرتے تھے، جب اپنے ہی ایک شاگرد کی کم کوشی اور اس کے مقابلے میں اپنی علم کو عام کردینے کی عملاحیت کا موازنہ کرتے تھے کہ نہ[۲۳۹] "کسی نے میری طرح علم کو شائع کیا ہے نہ اُسے میری طرح بے دریغ خرچ کیا ہے۔"

اُن کی ہمہ دانی بھی ضرب[۲۴۰] المثل تھی۔ اللیث کہتے ہیں: "نہ میں نے ابنِ شہاب جیسا کوئی جامع علوم دیکھا، نہ اُن سے بڑا عالم کسی کو پایا اگر تم انھیں وعظ کہتے ہوئے سُنتے تو بے اختیار بول اُٹھتے کہ اُن سے اچھا کوئی نہیں کہتا، اور علم الانساب میں اُن کی واقفیت کا حال دیکھتے تو کہتے کہ اُن سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اگر وہ قرآن اور حدیث کی گفتگو کرتے تھے تو اُن کی تقریر میں ایک طرح کی جامعیّت ہوتی تھی۔"

ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سعد سے پوچھا کہ ابن شہاب نے آپ لوگوں پر کس بات میں فوقیت حاصل کی۔ تو سعد[۲۴۱] نے کہا: "وہ مجلسوں میں سامنے سے داخل ہوتے تھے، اُن کے پیچھے سے نہیں آتے تھے اور محفل میں کوئی مرد یا عورت جوان یا بوڑھا باقی نہیں رہتا تھا جس سے وہ معلومات فراہم نہ کرتے ہوں، پھر انصار کے گھروں میں جاتے تھے اور وہاں بھی پوچھ تاچھ کرتے تھے اور ان میں بھی کوئی جوان یا بوڑھا یا بڑھیا ایسی نہ بچتی تھی، جس سے وہ سوالات نہ کرتے ہوں۔ حد یہ ہے کہ پردہ نشین عورتوں تک سے معلومات جمع کرلاتے تھے۔"

ابن سعد[۲۴۲] کے یہاں یہ جواب ذرا مختلف انداز میں ملتا ہے۔" ابنِ

Marfat.com

شہاب علم میں ہم سے اس لحاظ سے برتر تھے کہ ہم مجلسوں میں ادب سے بیٹھتے تھے اور ابن شہاب دڑّانہ داخل ہوتے تھے، اپنی چادر کو سینے پر سمیٹ کر بیٹھ جاتے اور جو جی میں آتا، پوچھتے رہتے، جب کہ ہم نو عمری کی وجہ سے لحاظ میں ہی رہ جاتے تھے۔[۲۴۳]"

زیادہ سے زیادہ اخبار جمع کرنے کا اُنھیں شوق تھا اور اس کے لیے بہت قوی حافظہ درکار تھا۔ الزُّہری حافظے کی تقویت کے لیے شہد کا استعمال کرتے تھے۔[۲۴۴] وہ اپنی شبینہ محفلیں اُسی طرح شہد نوشی سے آراستہ کرتے تھے جیسے مے نوش شراب سے کرتے ہیں اور کہتے تھے: "بس پلائے جاؤ اور باتیں کیے جاؤ۔"

کہا جاتا ہے کہ ایک بار ہشام نے اُن کی قوّتِ حافظہ کا امتحان[۲۴۵] لینے کا ارادہ کیا، اُس نے الزُّہری سے کہا کہ اُس کے کسی لڑکے کے واسطے کچھ احادیث املا کرادیں۔ اُنھوں نے کاتب کو بلوایا اور اُسے چار سو حدیثیں لکھوادیں کچھ زمانے کے بعد جب الزُّہری ہشام سے ملے تو اُس نے اُن سے کہا کہ وہ کتاب تو ضائع ہوگئی۔ الزُّہری نے کہا کوئی بات نہیں، پھر کاتب کو بلوایا اور احادیث لکھوادیں۔ جب ہشام نے اُس کا پہلی کتاب سے مقابلہ کرکے دیکھا تو ایک حرف کا بھی فرق نہیں تھا۔

جیسا کہ ہم پہلے بحث کرچکے ہیں احادیث جمع کرنے والوں میں اپنے ہی استعمال کے لیے ان حدیثوں کو کتابی صورت میں مدوّن کرلینا تابعین کے وقت تک ایک عام بات ہوچکی تھی۔ ابوالزّناد جو الزُّہری کے ہم سبق اور دربارِ خلافت میں اُن کے رفیق رہے ہیں، کہتے ہیں:[۲۴۶] "ہم اور الزُّہری (معلومات فراہم کرنے کے لیے) دورے پر نکلتے تو الزُّہری کے پاس کتابیں

Marfat.com

اور تختیاں ہوتی تھیں اور ہم اس پر ہنسا کرتے تھے مگر وہ جو کچھ سنتے تھے اُسے قلمبند کر لیتے تھے۔"

اور محمد بن عکرمہ کہتے ہیں:[۲۴۷] "ابن شہاب اکثر الأعرج کے پاس جایا کرتے تھے۔ الأعرج قرآن لکھتے ہوتے تھے وہ ان سے کوئی حدیث پوچھتے اور اُس کو لکھ لیتے پھر زبانی یاد کرتے اور جب یاد ہو جاتی تو وہ پرچہ پھاڑ دیتے تھے۔"

صالح بن کیسان بھی روایت کرتے ہیں:[۲۴۸] "میں اور الزُّہری ساتھ پڑھا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ آؤ احادیث لکھ لیں"۔ کہا: "جو کچھ رسول اللہ سے پہنچا تھا، ہم نے لکھ لیا۔" پھر کہا: "آؤ۔ جو کچھ صحابہ سے پہنچا ہے وہ بھی لکھ ڈالیں۔" کہا: "انھوں نے لکھ لیا اور میں نے نہیں لکھا چنانچہ وہ کامیاب رہے اور میں پھسڈی رہ گیا۔" اِن سب روایات میں اُن یادداشتوں کی طرف اشارہ ہے جو ذاتی استعمال کے لیے مرتب کی جاتی تھیں، البتہ ان یادداشتوں کا عوام کے لیے دستیاب ہونا زمانۂ مابعد[۲۴۹] کا رواج ہے اور غالباً عمر ثانی پہلے شخص ہیں جنھوں نے علماء کو یہ طریق کار اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ ہم ابھی پڑھ چکے ہیں کہ انھوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے ایسی ہی فرمائش کی تھی اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی طرف سے الزُّہری کو بھی ایسا ہی حکم ملا تھا۔[۲۵] بہر حال ایک موقع پر بروایتِ معمر، الزُّہری نے "ان اُمراء" (ھٰؤلاء الأمراء) کو اپنی بسیار نویسی کی عادت کے لیے ذمہ دار ٹھہرایا ہے وہ کہتے ہیں: "کُنّا نَکْرَہُ کِتَابَ العِلْمِ حَتّٰی اَکْرَھَنَا عَلَیْہِ ھٰؤلاءِ الأُمَرَاءُ فَرَأَیْنَا اَلَّا یَمْنَعَہُ اَحَدٌ مِنَ المُسْلِمِینَ"۔ (ہم علم کو لکھنا پسند نہیں کرتے تھے مگر ان امیروں نے ہمیں مجبور کیا تو ہم نے بھی طے

Marfat.com

کرلیا کہ اب کسی مسلمان کو اس سے محروم نہ رکھا جائے [۲۵۱]۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں ہشام نے انھیں کاتب کو املا کرانے پر آمادہ کیا تھا، یہ بات ذہن میں رکھیے اور پھر دیکھیے کہ وہ ابتدا میں حدیث لکھوانے یا اپنے لکچروں کو قلمبند کرانے کے مخالف بھی تھے تو اس گول [۲۵۲] مول جواب کا مطلب واضح ہو جاتا ہے جو الزُّہری نے اللّیث کو دیا تھا۔ اللّیث نے کہا: "ابوبکر۔ (الزُّہری کی کنیت) اگر تم عام لوگوں کے لیے ان کتابوں کو مرتب کر دو تو یقیناً ہو جاؤ گے"۔ الزُّہری نے جواب دیا: "اس علم کو کسی نے مجھ سے زیادہ عام نہیں کیا ہے"۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ جو شخص چاہے وہ مجھ سے حدیث کی سماعت کر سکتا ہے مگر جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ میں اسے کتابی شکل میں مدوّن کر دوں تو میں یہ نہیں کر سکوں گا"۔ ممکن ہے کہ یہ تصریح اس عہد سے پہلے کی ہو جس کا ابھی اوپر ذکر آ چکا ہے اور جہاں وہ کہتے ہیں: "جب ہم اپنی کتابیں امرا تک پہنچانے کے لیے مجبور کر دیے گئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن کتابوں سے عام مسلمانوں کو محروم رکھا جائے"۔ [۲۵۳] اِس معاملے میں وہ اس حد تک گئے کہ اُن پر نکتہ چینی کی گئی کہ حدیث کا ایک مجموعہ جو الزُّہری ہی کی روایات پر مشتمل تھا، آیندہ نسلوں کو منتقل کرنے کے لیے مرتب ہوا اور الزُّہری کے سامنے نظرِ ثانی کے لیے پیش کیا گیا، تو انھوں نے اُسے سرسری نظر سے بھی نہیں دیکھا اور اُسے شائع کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک روایت کے مطابق یہ اجازت ابراہیم بن الولید کو دی گئی تھی لیکن جیسا کہ گولڈ تسیہر نے اچھی طرح وضاحت [۲۵۴] کر دی ہے اس روایت میں وہ ابراہیم مراد نہیں ہو سکتا جو بعد میں خلیفہ بنا تھا۔ بہر طور اس صورت میں یہ بات ممکن ہو جاتی ہے کہ اس مجموعہ میں وہ روایات

Marfat.com

داخل ہو جائیں جو الزُّہری نے کبھی سُنی بھی نہ ہوں خواہ اُن میں الزُّہری کا نام لیا جاتا ہو۔ مگر ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ الزُّہری نے اُموی خلفاء کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے خود روایات گھڑ کر شامل کر دی ہوں گی۔

الزُّہری کے شاگرد مَعمَر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دمشق میں اُموی خلفاء کے کتب خانے میں ڈھیر ساری جلدیں تھیں جن میں الزُّہری کا جمع کیا ہوا علمی مواد تھا۔ مَعمَر کے الفاظ یہ ہیں[255]: "کُنَّا نَرٰی اَنَّا قَدْ اَکْثَرْنَا عَنِ الزُّهْرِیِّ حَتّٰی قُتِلَ الْوَلِیْدُ فَإِذَا الدَّفَاتِرُ قَدْ حُمِلَتْ عَلَی الدَّوَابِ مِنْ خَزَائِنِهٖ یَقُوْلُ: (معمر) مِنْ عِلْمِ الزُّهْرِیِّ"۔ (ہم یہ سمجھنے لگے تھے کہ ہم نے الزُّہری سے بہت زیادہ علم حاصل کر لیا ہے، تا آنکہ الولید قتل ہوا تو اس کے خزانوں سے کتابوں کا ذخیرہ چوپایوں پر لاد کر لایا گیا (معمر نے) کہا یہ سب الزُّہری کے علم پر مشتمل تھا۔")

اِس بیان میں زمانہ ولیدِ ثانی کے قتل کا بتایا گیا ہے اور یہ ۱۲۶ھ کا واقعہ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ الولید الزُّہری کا دشمن تھا، مگر بظاہر اس کے لیے کوئی جواز سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنے اسلاف کے حکم سے جمع کیے ہوئے کتابوں اور یادداشتوں کے ذخیرے کو ضائع کرنے کا حکم دے سکتا تھا۔ مَعمَر کے اس بیان کے مقابلے میں جو ایک تاریخی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے الزُّہری کی زوجہ کے مقولے کی اہمیت ایک چٹکلے کی سی رہ جاتی ہے جس نے کہا تھا: "یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ شاق ہیں"۔ یہ قول صرف متاخر مصادر میں پایا جاتا ہے[256] اور اس میں وہی کتابیں مراد ہو سکتی ہیں جو الزُّہری نے اپنے استعمال کے لیے بطور یادداشت تیار کی تھیں۔ یہاں وہ مدوّنات یقیناً مقصود نہیں ہیں جو الزُّہری نے جمہور کے لیے یا اپنے

Marfat.com

خاص طلبگاروں کے لیے تیار کی ہوں گی۔

الزُّہری خود ہمیں اطلاع دیتے ہیں[257] کہ انھوں نے "اسنانُ الخلفاء" (خلفاء کے سنین) اپنے دادا کے لیے مرتب کی تھی۔ یہ وقائع کی ایک فہرست تھی جس سے طبری نے بھی دو اقتباسات لیے ہیں[258]۔ وہ یہ بھی کہتے رہیں کہ خالد بن عبداللہ القسری کی فرمایش سے انھوں نے شمالی عرب کے قبائل سے متعلق ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی[259] مگر یہ کبھی مکمل نہیں ہوئی۔ یہ بالکل واضح بات ہے کہ قرۃ بن عبدالرحمٰن کا قول کہ "لم یکُن للزُّھریِ کِتابٌ اِلّا کتابُ نَسَبِ قَومِہ" (الزُّہری نے سوائے اپنی قوم کے نسب پر ایک کتاب کے اور کوئی کتاب نہیں لکھی۔) اسی سے متعلق ہے۔ خالد نے اپنے لیے سیرۃ کے موضوع پر ایک کتاب لکھنے کی فرمایش بھی الزُّہری سے کی تھی[260]۔

لہٰذا یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ الزُّہری نے اپنی یادداشت کے لیے جو کچھ لکھا ہوا اُس کے علاوہ خالد کی اور اُمویوں کی فرمایش سے بھی کتابیں لکھی تھیں اور خاص طور سے ایک کتاب سیرۃ کے موضوع پر بھی تھی۔ لیکن اُن کی کوئی مستقل تصنیف ہمارے ہاتھوں میں نہیں پہنچی ہے بلکہ احادیث کے مجموعوں میں "الزُّھریات" کے عنوان سے جو کچھ ملتا ہے وہ بعد کے مؤلفوں نے جمع کیا ہے، یا وہ فقرے اور اقتباسات ہیں جو سیرۃ کی کتابوں اور اسلام کے صدرِ اوّل کی تاریخوں میں منتشر ہیں۔ جیسا کہ ابن سعد کے دیے ہوئے اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے، الزُّہری نے "مغازی" کو محدود معنوں میں نہیں لیا ہے بلکہ رسول اللہؐ کی پوری حیاتِ طیبہ کی طرف توجہ کی ہے اور اُنھوں نے خالد کی فرمایش سے[261] جو کتاب مرتب کی تھی اُس کے لیے

Marfat.com

خود ہی لفظ "سیرۃ" استعمال کیا ہے۔[۲۶۲]

الزُّہری اپنی جمع کردہ روایات زیادہ تر اسناد کے ساتھ پیش کرتے ہیں، مگر وہ انھیں حذف بھی کر جاتے ہیں۔ کبھی وہ ایک ہی حادثہ کے بارے میں متعدد روایات جمع کر دیتے ہیں اور پھر اُن سے مجموعی خبر نکال لیتے ہیں اور اُسے سب راویوں کی مجموعی سند کے ساتھ درج کرتے ہیں۔[۲۶۳] وہ حوادث میں حصہ لینے والوں کی طرف سے اشعار بھی داخل کر دیتے ہیں۔ یہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ وہ شعر کے رسیا تھے۔ حمّاد بن زید روایت کرتے ہیں کہ الزُّہری احادیث بیان کرنے کے بعد کہا کرتے تھے کہ آؤ اب کچھ گپ شپ اور شعر و شاعری ہو جائے[۲۶۴] اس لیے کہ کان تھک چکے ہیں مگر ابھی روح پیاسی ہے۔

حوالہ جات:

۱۴۲- ابنِ ہشام ۴/ ۲۴۱ - "اور جب اُن کا وفد واپس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو اُن کی طرف بھیجا تا کہ اُنھیں اسلامی شعائر اور اصولِ دین کی تعلیم دیں اور اُن سے صدقات وصول کریں"۔

۱۴۳- الطبری ۱/ ۱۸۵۲ - "رسول اللہ نے سنہ ۱۰ھ میں، حجۃ الوداع کے بعد جن عاملوں کو یمن کی طرف بھیجا تھا یہ اُن میں سے ایک تھے۔ باذام کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کی ولایت شہر بن باذام عامر بن شہر الہمدانی، عبداللہ بن قیس، ابو موسیٰ الأشعری، خالد بن سعید بن العاص، طاہر بن ابی ہالۃ، یعلیٰ بن اُمیۃ اور عمرو بن حزم میں تقسیم کر دی گئی تھی"۔ الطبری تو یہ بھی کہتا ہے کہ جب رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا تو عمرو بن حزم نجران کے عامل تھے۔ (۱/ ۱۹۸۲)

۱۴۴- الطبری ۲/ ۴۱۷

۱۴۵- الطبری ۲/ ۱۱۹۱ - "یہ اِس سال (۸۷ھ) مدینہ کی قضا پر فائز تھے۔ عمر عبد العزیز

Marfat.com

کی طرف سے ابو بکر بن عمرو بن حزم فائز تھے۔" نیز الطبری کا بیان ہے (۲/ ۱۲۵۸) کہ عثمان بن حیّان ۹۳ھ میں مدینے کے والی ہو کر آئے اور انھوں نے ابو بکر بن حزم کو قاضی مقرر کیا۔"

۱۴۶۔ الذہبی: (تحقیق: فیشر۔ تراجم ۹۰) "ابن وہب نے مالک سے روایت کی کہ اہلِ مدینہ میں کسی کو اتنا علم اور تجربہ قضا کا نہیں تھا جتنا ابو بکر بن حزم کو تھا۔ نیز دیکھو: ابنِ حجر ۱۲/ ۳۹۔

۱۴۷۔ الذہبی: ۹۰۔ "عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے بیان کیا کہ اُن کے باپ نے ابان بن عثمان سے قضا سیکھی تھی"۔

۱۴۸۔ الذہبی: ۸۹۔ "انھیں سلیمان سے اور عمر بن عبدالعزیز سے قضا، اور امارۃ اور موسم (امارۃ حج) مدینہ کے لیے حاصل تھا۔" نیز دیکھو: الطبری ۲/ ۱۲۸۲؛ ۱۳۰۵۔

۱۴۹۔ ابنِ حجر: ۱۲/ ۳۹ "ابو بکر بن حزم کے سوا انصار مدینہ میں سے کوئی امیر نہیں ہوا۔ یہ وہاں کے قاضی بھی تھے"۔

۱۵۰۔ الطبری ۲/ ۱۳۴۶۔ "اس سال (۹۹ھ) ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ یہ مدینہ میں عمرِ ثانی کے گورنر تھے"۔ نیز الطبری کہتا ہے: "اِس سال (۱۰۰ھ) ابو بکر بن محمد بن حزم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔" (الطبری/ ۱۳۵۸)

۱۵۱۔ الطبری ۲/ ۳، ۱۳ "ابو بکر بن حزم سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا کہ: جب عبدالرحمٰن ابن الضحاک مدینے میں داخل ہوا اور اُس نے مجھے معزول کیا تو ایک دن میں اُس سے ملنے گیا"۔

۱۵۲۔ الطبری ۲/ ۳، ۱۳۔ "اور یہ معاملہ بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس بنو فہر (یعنی قریش) کے ایک شخص اور ایک نجّاری (انصاری) کا مقدمہ پیش ہوا تو انھوں نے نجّاری کے حق میں فیصلہ دیا۔ [یہاں قومی عصبیت کی پاسداری مراد ہے۔ بنو نجّار انصاری مدنی تھے اور بنو فہر قریشی مکّی] (نثار احمد فاروقی)

Marfat.com

۱۵۳۔ الطبری ۲/ ۱۴۰۵۲ ۔ الواقدی کہتا ہے کہ خالد کی معزولی کے دن ابو بکر بن عمرو بن حزم کو خط ملا۔ جس میں اسے مدینے کا والی مقرر کیا گیا تھا چنانچہ وہ منبر پر چڑھے اور چھ دن تک نماز پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ محمد بن ہشام مکہ سے آکر مدینے کے گورنر ہوئے۔

۱۵۴۔ الذہبی/ ۹۱۔ "الہیثم بن عدی، یحییٰ بن بکیر اور ابو مثنیٰ نے کہا کہ انھوں نے ۱۱۷ھ میں انتقال کیا۔ واقدی، ابن سعد اور ایک جماعت کا قول ہے کہ ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے۔"

۱۵۵۔ الذہبی/ ۹۱۔ "یہ اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا کرتے تھے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم حدیث سے شغف رکھتے ہو، اور محدثوں کی صحبت میں بیٹھتے ہو۔ کسی حدیث میں آگے نہ بڑھنا جب تک اس کا پچھلا حصہ نہ سُن لو اور پھر پورے سیاق و سباق کی روشنی میں استدلال کرنا۔"

۱۵۶۔ ابنِ سعد ۲/ ۱۳۴۔ "عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا: "أن أنظرْ ما كانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أو سُنَّةٍ ماضيةٍ أو حَدِيثِ عَمْرَةَ بنتِ عَبْدِ الرَّحمٰن فاكتبه. فإني قَدْ خِفْتُ دُرُوسَ العِلْمِ وَذِهَابَ أَهْلِهِ۔" اور ابن حجر کہتا ہے (۱۲/ ۳۹)
ابنِ وہب نے مالک سے روایت کی۔ جنھیں عمر بن عبدالعزیز نے والی بنایا تھا اور انھیں لکھا کہ عَمْرۃ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم ہے اُسے قلمبند کرلیں۔"

۱۵۷۔ ابنِ حجر ۱۲/ ۴۳۸۔ "عمرۃ بنت عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارۃ، انصارِ مدینہ میں سے تھیں اور حضرت عائشہ کی سہیلی تھیں، جن سے انھوں نے روایت کی ہے۔ اُمّ ہشام بنت حارثہ بن النعمان اور حبیبہ بنت سہل اُن کی خالائیں تھیں۔"

۱۵۸۔ ابن حجر ۱۲/ ۳۹۔ "میں نے اُن کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر سے اُن کتابوں کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ ضائع ہوگئیں۔"

Marfat.com

۱۵۹- الطبری ۳/ ۲۵۰۵- "اور محمد بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم مدینے کے قاضی تھے۔ یہ مسجد میں مقدمات فیصل کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بنو عباس کے ابتدائی عہد یعنی ۱۳۲ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی۔

۱۶۰- ابنِ حجر/ ۱۶۵ج ۵- "مالک نے کہا کہ: مجھ سے ابن عنزابہ نے بیان کیا۔ کہا: کہ مجھ سے ابن شہاب نے کہا۔ "مدینے میں کون ہے (یعنی سب سے ممتاز عالم) بتاؤں؟" اور کہا، کہ: عبداللہ بن ابی بکر کی مثل کوئی نہیں ہے۔ مگر وہ پسند نہیں کرتے کہ جب تک اُن کے والد بقید حیات ہیں ان کی قابلیت کا شہرہ زیادہ کیا جائے۔"

۱۶۱- ابن حجر/ ج ۵ ص ۱۶۵- "انھوں نے ۱۳۵ھ میں انتقال کیا، بعض نے ۱۳۰ لکھا ہے، یہ بھی کہتے ہیں، انھوں نے ۷۰ سال کی عمر پائی۔"

۱۶۲- الطبری ۳/ ۲۵۰۵-

۱۶۳- الفہرست/ ۲۲۶- "عبدالملک بن محمد بن ابی بکر بن عمرو بن حزم انصاری ۱۷۶ھ میں بغداد میں فوت ہوئے، جہاں وہ ہارون کی طرف سے قاضی تھے ان کی کئی کتابیں ہیں، جن میں سے ایک "کتاب المغازی" ہے۔" اور ابنِ سعد (۷، ق ۲ ص ۶۸) کہتا ہے، کہ: "یہ قلیل الحدیث تھے۔"

۱۶۴- ولہوزن نے اپنی فہرست میں سہواً ان کا نام بجائے عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی بکر کے عبدالرحمٰن بن ابی بکر لکھ دیا ہے۔

۱۶۵- الطبری ج ۱: ص ۳۰۶۰- "محمد نے کہا، مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز نے، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم کے حوالے سے بیان کیا، کہا کہ "موذن آیا اور اس نے عثمان کو نماز کی اطلاع دی تو انھوں نے کہا کہ میں گھر سے نکل کر نماز نہیں پڑھوں گا، جو لوگ پڑھنے والے ہیں اُن سے جا کر کہو۔"

۱۶۶- الطبری ۱/ ۳۰۰۵ "لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے کہ عمرو بن حزم نے

Marfat.com

اپنے گھر کا دروازہ کھولا۔ اُن کا گھر عثمان بن عفان کے پڑوس میں تھا۔"

۱۶۷۔ الطبری ۱/ ۲۹۸۹۔ "عمرو بن حزم انصاری نکل کر مصریوں کے پاس آئے، جو 'ذی خشب' میں موجود تھے اور انھیں یہ خبر سنائی، پھر اُن کے ساتھ چل کر مدینے آئے۔" نیز دیکھو الطبری ۱/ ۳۰۰۱ - ۳۰۲۱۔

۱۶۸۔ ابن ہشام ۴/ ۳۱۴۔ "ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے اُن سے اُن کی بیوی فاطمہ بنت عمارۃ نے اور اُن سے عمرۃ بنت عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارۃ نے اور اُن سے عائشہ نے۔"

۱۶۹۔ الطبری ۱/ ۱۸۳۷۔ مگر ابن ہشام صرف یہ کہتا ہے کہ "محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یہ واقعہ فاطمہ نے بیان کیا۔"

۱۷۰۔ ابن ہشام ۴/ ۱۶۵

۱۷۱۔ ابن جریر الطبری ۳/ ۲۴۳۱۔ "عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے کہا کہ رسول اللہ کی صاحبزادی زینب کی وفات شروع سنہ ۸ میں ہوئی" نیز ۳/ ۲۴۴۷ میں ہے: "عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے کہا کہ "جس نے اِن کی (مراد اُمّ حبیبہ زوج النبیؐ) شادی کرائی اور جس شخص کے پاس نجاشی نے (حبشہ میں) شادی کا پیغام بھیجا وہ خالد بن سعید بن العاص تھے اور یہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔"

۱۷۲۔ الطبری ۱/ ۱۷۵۶۔ "محمد بن اسحٰق نے کہا کہ عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غزوات میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی اُن کی تعداد ۲۶ ہے۔ ان میں پہلا غزوہ 'ودّان' ہے۔ اسی کو "غزوۃ الابواء" بھی کہتے ہیں پھر غزوۂ بوّاط۔ الخ۔ نیز دیکھو الطبری ۱/ ۱۷۵۸۔ "مجھ سے محمد بن اسحٰق نے اُن سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا اور کہا کہ مدینے آنے کے وقت سے وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعوث وسرایا کی تعداد ۳۵ ہوتی ہے۔"

Marfat.com

۱۷۳- الطبری ۱/ ۱۷۱۷ - "مجھ سے محمد بن اسحٰق نے، اُن سے عبداللہ بن ابی بکر نے، بیان کیا: کہا کہ رسول اللہ کے پاس ملوکِ حمیر کا خط آیا تو رسول اللہ نے انھیں جواب میں لکھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ رَسُولِ اللّٰہِ اِلیٰ الحارث بن عبدِ کلال ...... الخ"

۱۷۴- ابنِ ہشام ۴/ ۲۴۱ - "ان کے وفد کی واپسی کے بعد رسول اللہ نے اُن کی طرف عمرو بن حزم کو ارسال کیا تاکہ وہاں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کریں، انھیں سنّت اور معالمِ اسلام سکھائیں، اُن سے صدقات وصول کریں۔ انھیں رسول اللہ نے ایک خط لکھ کر دیا تھا جس میں اُن کی ذمہ داریاں درج تھیں اور احکامات بیان کیے گئے تھے، وہ یوں تھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ھٰذا بیانٌ مِن اللّٰہ و رَسُولہ .... الخ"

۱۷۵- ابنِ ہشام ۳/ ۱۰۸

۱۷۶ ابنِ ہشام ۴/ ۱۳ و ۱۸- الطبری ۲۳ ۱۷ و ۳۴ ۱۷- ابنِ ہشام کے یہاں ان فقروں میں عبداللہ کا نام نہیں آیا ہے۔ دیکھو ابنِ ہشام ۴/ ۲۲۸ و ۲۴/۴ نیز الطبری ۱۹۰۵ و ۲۳۵۴

۱۷۷- النقائض (تحقیق: بیون) ۵۴۶- نیز ملاحظہ ہو: الاغانی ۸/ ۱۹۳- ۱۹/ ۳۸-

۱۷۸- ابن ہشام ۲/ ۳۴۳- "ومن بنی ظفر ثم من بنی سواد بن کعب وکعب ھو ظفر.... قتادۃ بن النعمان"

۱۷۹- الواقدی (نشر، ولہوزن) ۳۵۸

- ابنِ حجر ۷/ ۴۸۹- "عمر بن قتادۃ بن نعمان الظفری الانصاری المدنی روی عن ابیہ ولہ صحبۃ۔ وعن علی بن الحسین روی عنہ ابنہ عاصم"

- ابن سعد کا جو مخطوطہ ہمیں دستیاب ہے، اُس میں عاصم کا ترجمہ نہیں ملتا، مگر الذہبی (نشرِ فیشر) اور ابنِ حجر ۵/ ۵۳- نیز المزی (رک: سخاؤ "دراسات") ۱۴

Marfat.com

نے اس کا اقتباس دیا ہے۔ ابنِ سعد کہتا ہے: "كَانَ رَاوِيَةً لِلْعِلْمِ وَلَهُ عِلْمٌ بِالمَغَازِي وَالسِّيرَةِ۔ أَمَرَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ العَزِيزِ أَنْ يَجْلِسَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَيُحَدِّثَ النَّاسَ بِالمَغَازِي وَمَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ فَفَعَلَ" اور الذہبی ۲۲ میں ہے: "وَفَدَ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ العَزِيزِ فَقَضَى دَيْنَهُ وَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِسَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَيُحَدِّثَ النَّاسَ فَفَعَلَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى المَدِينَةِ"

۱۸۲۔ ابن قتیبہ: المعارف ۲۳۶۔ "هُوَ صَاحِبُ السِّيَرِ وَالمَغَازِي"۔

۱۸۳۔ الذہبی ۲۲۔ "وثقه ابن معين وجماعة"۔ ابن معین اور ایک گروہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

۱۸۴۔ ابن قتیبہ: المعارف ۲۳۶۔ "تُوُفِّيَ سَنَةَ عِشْرِينَ وَمِائَةٍ"۔ ۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔

۱۸۵۔ ابن ہشام: ۲/ ۶۷۔ ۴/ ۱۳

۱۸۶۔ ابن ہشام: ۲/ ۸۹۔ "وَأَمَّا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ فَقَالَ: وَاللهِ، مَا قَالَ ذَلِكَ العَبَّاسُ إِلَّا لِيَشُدَّ العَقْدَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأَمَّا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: مَا قَالَ ذَلِكَ العَبَّاسُ إِلَّا لِيُؤَخِّرَ القَوْمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ رَجَاءَ أَنْ يَحْضُرَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ سَلُولٍ فَيَكُونَ أَقْوَى لِأَمْرِ القَوْمِ"۔ (اور عاصم بن عمرو بن قتادہ نے کہا کہ خدا کی قسم العبّاس نے یہ بات اس نیّت سے کہی تھی کہ قوم کو رسول اللہ سے کیے ہوئے عہد کا پابند بنا دیں۔ مگر عبداللہ بن ابی بکر کا قول ہے کہ اس کا مقصد اُس رات میں لوگوں کو اتنا ٹھہرانا تھا کہ عبداللہ بن ابی سلول آجائے جو قوم کا ایک بااثر شخص تھا۔")

۱۸۷۔ الذہبی/ ۳، ۷۔ "المزی نے کہا، احمد بن صالح المصری نے کہا، کہ لوگ اُن کی ولادت ۵۰ھ میں بیان کرتے ہیں اور خلیفہ نے کہا کہ ۵۱ھ ہے اور ابن بُکیر نے کہا کہ ۵۶ھ صحیح ہے اور الواقدی ۵۸ھ بتاتا ہے۔"

۱۸۸۔ ابن قتیبہ: المعارف: ۲۳۹۔ "ان کے دادا عبداللہ بن شہاب معرکۂ بدر

Marfat.com

میں مشرکین کے ساتھ لڑے تھے۔"

۱۸۔ ایضاً۔ یہ اُن لوگوں میں سے ایک تھے جنھوں نے یومِ اُحد میں باہم عہد کیا تھا کہ اگر رسول اللہؐ ہماری نظر پڑیں گے تو ہم اُنھیں قتل کر دیں گے، یا اُن سے لڑتے ہوئے کام آجائیں گے۔ یہ لوگ عبداللہ بن شہاب، اُبی بن خلف، ابن قمیئۃ، اور عتبہ بن ابی وقاص تھے۔" نیز ملاحظہ ہو: الواقدی (ولہوزن ۱۱۶ -)

ابنِ سعد ج ۴ ق ۱ ص ۹۲

۱۸۔ ابنِ ہشام ۳/۸۴۔ "ابنِ ہشام نے کہا کہ ربیح بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید الخدری نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا کہ اُس دن عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہؐ پر تیر چلائے جن سے آنحضرت کے نچلے داہنی طرف کے دانت شہید ہو گئے اور نچلا ہونٹ زخمی ہوا اور عبداللہ بن شہاب الزہری نے آپ کی پیشانی کو زخمی کیا۔"

۱۹۔ ابنِ ہشام ۳/۸۵ نیز الطبری ۱/۷ ۱۴۰۔

۱۹۱۔ ابنِ قتیبہ ۲۳۹۔ "وکانَ أبُو مُسلم بن عبد اللہ مع ابن الزبیر۔"

۱۹۲۔ ابنِ حجر ۹/۴۵۱۔ "وروی عنبسۃ عن یونس عن ابن شہاب قالَ: وفدتُ الی مروانَ وأنا مُحتلِمٌ۔" (ابن شہاب نے کہا جب میں مروان سے ملا ہوں تو بالغ ہو چکا تھا۔)

۱۹۴۔ ابن سعد ۵/۱۵۸

۱۹۵۔ تاریخ الیعقوبی (تحقیق: ہوتسما) ۲/۳۱۱۔ "وقالوا: وتمنعنا من حجّ بیت اللہِ الحرام وھُو فرض مِن اللہِ علینا۔ فقالَ لَھُم عبد الملک: ھذا ابنُ شہاب الزّھری یُحدّثکم أنّ رسولَ اللہ قال: لاتُشدّ الرّحالُ اِلّا الی ثلاثۃ مساجِدَ المسجدُ الحرامُ ومسجدی ومسجدُ بیتِ المقدس۔" (لوگوں نے کہا کہ تم ہمیں حج سے روکتے ہو حالانکہ وہ ہم پر اللہ کی طرف سے فرض ہوا ہے۔ عبدالملک نے کہا۔ یہ ابن شہاب الزہری موجو

Marfat.com

ہیں تمھیں حدیث سُنائیں گے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے لیے سفر کیا جاتا ہے، ایک مسجد بیت الحرام، دوسری میری مسجد اور تیسری مسجد بیت المقدس")۔ (عبدالملک کا مطلب یہ تھا کہ وہاں مکّہ میں عبداللہ بن الزبیر کا قبضہ ہے تو دمشق والے بیت المقدس کی زیارت کے لیے جا سکتے ہیں۔ اس کا بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا بیت اللہ کی زیارت کا ہے۔ فاروقی)

١٩٦- البلاذری: الانساب (نشر: آلورٹ): ١٥٩ "المدائنی، عن ابراھیم بن سعد: انّ عبد الملک رائی فی منامہ کانّ امرأتہُ المخزومیۃ تلعتْ رأسہ، ثم لطعتْ منہ عشرین لطعۃً فبعث الی سعید بن المسیّب من سألہ عن الرؤیا، فقال: تلدُ منہ ولداً یملکُ عشرین سنۃً"۔ "المدائنی نے ابراہیم بن سعد سے روایت کی کہ عبدالملک نے ایک بار خواب میں دیکھا گویا اس کی مخزومی بیوی نے اُس کا سر اکھاڑ لیا ہے اور اُس پر بیس ٹھوکریں لگائی ہیں۔ خلیفہ نے سعید بن المسیّب سے تعبیر معلوم کرنے کے لیے آدمی بھیجا۔ سعید نے یہ تعبیر دی کہ اس عورت سے تمھارے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بیس سال حکومت کرے گا۔") اور اسی کتاب میں (٢٣٣) ہے: "المدائنی قال: رأی عبد الملک کانّہ بالَ فی الکعبۃِ فبعث الی سعید بن المسیّب مَن سألہ عن ذلک"۔ (المدائنی نے کہا کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ خانۂ کعبہ میں پیشاب کر رہا ہے تو اُس نے سعید بن المسیّب کے پاس تعبیر پوچھنے کے لیے آدمی بھیجا")

١٩٧- ابن سعد ٩١/٥۔ مگر انساب البلاذری (ص ٢٣٣) میں راوی کا نام حبیب بن منیع ملتا ہے۔

١٩٨- الطبری ١٠٥٢/٢۔ "اور اس سال (٨١ھ) عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث نے حجاج کی مخالفت کی اور اُس سے جنگ کے لیے خروج کیا۔ یہ ابو مخنف کا قول ہے جس کی روایت اس نے ابو المخارق الراسبی کے حوالے سے کی ہے

Marfat.com

مگر الواقدی کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۸۲ھ کا ہے۔

۱۹۹۔ البخاری۔ تاریخ/۹۳۔ "میں ابن الاشعث کی بغاوت کے زمانے میں دمشق آیا۔"

۲۰۰۔ ابن سعد ج، ق ۲ ص ۱۵۷، "قبیصۃ بن ذؤیب.... ان سے الزہری نے روایت کی ہے اور یہ عبدالملک بن مروان کے خاتم بردار تھے۔"

۲۰۱۔ البلاذری الانساب، ۲۵۷۔ "قبیصۃ بن ذؤیب نے کہا: "معاویہ کی خلافت کے آخر زمانے میں رات کو ہم مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے، یعنی میں مُصعب بن الزبیر.... اور عبدالملک بن مروان۔"

۲۰۲۔ ابن سعد، /، ۱۵۷۔ "انھوں نے الزہری کو عبدالملک بن مروان کے دربار میں داخل کرایا تھا۔" نیز دیکھو ابن قتیبہ: المعارف ۲۲۸

۲۰۳۔ الذہبی: ۰، "قبیصۃ بن ذؤیب کی صحبت میں رہا۔ پھر عبدالملک نے ایک دن حلقے میں ایک آدمی بھیج کر دریافت کرایا کہ تم میں سے امّہات الاولاد کی وراثت کے قانون کسے یاد ہیں تو میں نے کہا: "مجھے" چنانچہ عبدالملک کے پاس مجھے بھیج دیا گیا۔ اس نے پوچھا: تم کون ہو۔ میں نے اپنا نام و نسب ظاہر کیا، تو کہنے لگا اگرچہ تمھارا باپ فتنوں میں خوں ریزیاں کرتا تھا، مگر خیر بیٹھو۔ پھر کچھ مسئلے پوچھتا رہا اور آخر میرا قرض ادا کر دیا۔

۲۰۴۔ الذہبی: ۰، "ضاقت حالُ الزُّھری فخرج الی الشَّام۔" (الزہری کا حال تنگ ہوا تو وہ شام کو چلے گئے۔)

۲۰۵۔ البخاری (تاریخ) ۹۳۔ "قال من انت۔ قلت: محمد بن مسلم بن عُبَید اللہ۔ ثمّ کتَبَ الی ھشام بن اسمٰعیل ان أ بعث الی سعید بن المسیب فسَلہُ۔" (اس نے پوچھا: تم کون ہو۔ میں نے کہا: میں محمد بن مسلم بن عبیداللہ ہوں۔ پھر خلیفہ نے ہشام بن اسمٰعیل کو لکھا کہ سعید بن المسیب کے پاس کسی کو بھیج کر معلومات حاصل کرو۔")

Marfat.com

۲۰۶ ابن سعد ۷/ ۱۵۷ - ابن قتیبہ : المعارف ۲۲۸ - "وَوَصَلہ فَفَرَ
لَہٗ وَصَارَ مِنْ اَصْحَابِہٖ" (یہ اس سے ملے، اُس نے اِن کا وظیفہ
کردیا اور یہ اُس کے ندیموں میں شامل ہوگئے۔)

۲۰۷ - البخاری: (تاریخ) ۱۰۴ - "قَالَ سَمِعْتُ الزُّھْرِیَّ قَالَ: قَدِمْتُ ع
الوَلِیْدِ ابن عَبْدِ المَلِکِ اخْطُبُ اِلَیہِ ابنَۃَ عَمّی، ابنۃَ مالک بن ش
نَتَعَشَّیْنَا فَخَرَجْنَا...." کہا میں نے الزُّہری کو کہتے سُنا، میں الولید
عبدالملک کے پاس اپنے چچا مالک بن شہاب کی بیٹی کا رشتہ لے کر گیا۔ ہم
رات کا کھانا کھایا، پھر چلے ....)

۲۰۸ - الفہرست میں کتاب کا یہی نام لکھا ہے، مگر یہ غلط ہے۔ صحیح یوں ہوگا:
"کتاب الزُّھری وابنَۃ عَمّہٖ اللّذَیْنِ سَارا اِلی ھِشام بن
عبدالملک" (ح۔ نصّار)

۲۰۹ الفہرست ۳۰۷ -

۲۱۰ - ابن عبدالحکم: (تحقیق: ٹوری) ۱۰۴ - "ثُمّ تَخَاصَمَ فیھا الاصبغ ا
دابنُ شِہاب قاضِیہ یومئذٍ فقضیٰ ابنُ شہاب لابنِ خارج
بالدّارِ" (اس کے بارے میں الاصبغ نے جھگڑا کیا۔ ابن شہاب اُس زما
میں قاضی تھے۔ انھوں نے گھر کا فیصلہ ابن خارجہ کے حق میں کیا۔")

۲۱۱ - الذہبی: ۲، ۷ - "جَعَلَ یزیدُ بنُ عَبْدِ المَلکِ ابنَ شِہابٍ قاضیًا۔ (یز
بن عبدالملک نے ابن شہاب کو قاضی بنادیا تھا) - ابن قتیبہ: ۲۳۹
"وکان یزید بن عبد الملک استقضاہ" (اور یزید بن عبدالملک اُ
سے مقدمات فیصل کراتا تھا)

۲۱۲ - الاغانی ۴/ ۴۹

۲۱۳ - الطبری ۲/ ۱۴۵۲ - "قالَ محمّدُ بنُ عمر حدّثنی ابراھیمُ بن عبدالله
بن ابی فروۃ عنِ الزُّھری: قال: قلتُ لعبدِ الرّحمٰن بنِ الضّحاک

Marfat.com

أنَّکَ تقدِمُ علیٰ قومٍ کَ وهُم یُنکرونَ کلَّ شيءٍ خالفَ فِعلَهُم فالزِمْ ما أُجمعُوا علیه ... قالَ الزُّهريُّ فلَمْ یأخُذ بشيءٍ من ذلکَ وعادَ الانصارَ طرّاً وضربَ ابا بکرِ بن حزم ظُلماً وعُدواناً في باطلٍ فما بقي منهم شاعرٌ الّا هجاه ولا صالحٌ الّا عابه وأتاه بالقبیحِ ۔" (محمد بن عمر نے کہا: مجھ سے ابراہیم بن عبداللہ بن ابی فروة نے الزہری کے حوالے سے بیان کیا، کہا: " میں نے عبدالرحمٰن بن الضحاک سے کہا: " تم اپنی قوم میں (گورنر ہو کر) جا رہے ہو۔ یہ لوگ ہر اُس بات کو ناپسند کرتے ہیں جو اُن کے قومی مزاج کے خلاف ہو، اس لیے جس بات پر اُن کا اجماع ہو تم بھی اُسی کی پابندی کرنا .... الزُّہری نے کہا: مگر اُس نے ان میں سے ایک بات بھی نہیں مانی، اور سارے انصاریوں کو دشمن بنا لیا اُس نے ابوبکر بن حزم کو بلاوجہ ظلم و تشدد کر کے پٹوایا۔ ایک شاعر بھی ایسا نہیں بچا جس نے اُس کی ہجو نہ لکھی ہو اور نہ کوئی درویش ایسا تھا جس نے اُس پر ملامت نہ کی ہو، اور بُرا بھلا نہ کہا ہو۔")

۲۱۴۔ الذہبی: ۷۱

ذَرْ ذا، واثنِ علی الکریمِ محمّدٍ   واذکُرْ فواضِلَه علی الاصحابِ

واذا یُقالُ مَنِ الجوادُ بمالِه   قیلَ الجوادُ محمدُ بنُ شهابِ

اهلُ المدائنِ یعرفونَ مکانَه   ورفیعُ نادیه علی الاعرابِ

(یہ سب چھوڑو، اور دریا دل محمد کی ثنا خوانی کرو، اور اسے اپنے ساتھیوں پر جو فضیلتیں حاصل ہیں اُن کا بیان کرو۔ جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والا کون ہے؟ تو ایک ہی جواب ملتا ہے کہ محمد بن شہاب۔ مدائن والے بھی اُس کا مرتبہ جانتے ہیں اور اُسے عربوں میں جو عزت حاصل ہے اُس سے واقف ہیں۔")

۲۱۵۔ الذہبی: ۶۸

Marfat.com

۲۱۶- ایضاً / ۰، " قال سعید بن عبد العزیز ادی هشام عن الزُّهری سبعۃ آلاف دینارٍ دَیناً ۔" (سعید بن عبد العزیز نے کہا کہ ہشام نے الزُّہری کا سات ہزار دینار کا قرض چکایا تھا۔)

۲۱۷- ایضاً / ۰، " وکان یؤدّبُ ولدَہ ۔" (یہ اُس کے لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے۔)

۲۱۸- ابن خلکان ۱/ ۵۷۱ ۔

۲۱۹- الذہبی: ۷۲

۲۲۰- یہاں بھی فاضل مضمون نگار سے ترجمے میں غلطی ہوئی ہے۔ اصل عبارت ہے: " انا ان نھینا الشیخ وذکو کلمۃً " اس کا ترجمہ وہی ہو گا جو ہم نے درج کیا۔ (فاروقی)

۲۲۱- فاضل مضمون نگار نے یوں لکھا ہے کہ " ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ تمھاری روایت اخذ کریں ۔" لیکن الذہبی کی اصل عبارت ہے ۔" ما ینبغی لنا ان نحمل عن مثلک ۔" جس کا ترجمہ ہماری رائے میں وہی ہے جو اوپر درج کیا گیا۔ (فاروقی)

۲۲۲- البخاری: (مغازی) "عن الزھری، قالَ: قال لی الولیدُ بن عبدالملک ابلغک انّ علیاً کانَ فیمن قذف عائشۃ ۔" (الزُّہری نے کہا کہ مجھ سے الولید نے پوچھا کیا تمھیں ایسی کوئی روایت ملی ہے کہ عائشہ پر الزام لگانے والوں میں سے ایک علی بھی تھے)۔ نیز ملاحظہ ہو فتح الباری میں اس کے ہم مضمون فقرے (ج ۷/ ۳۳۶) اور محمد بن اسحٰق (ت: فیوک) ۱۰۔ توضیح نمبر ۳۴ ۔

۲۲۳- کتاب الاغانی ۶/ ۱۰۶

۲۲۴- ایضاً ۔ "حدثنی .... مُصعب عن ابی الزناد، قال: اجمع الزُّھریُ علیٰ ان یَدْخُلَ الیٰ بلادِ الرُّومِ ان ولی الولیدُ بن یزیدٍ ۔ فمات الزُّھریُ قبلَ ذٰلک ۔" (مجھ سے کہا... مصعب نے ابو الزناد سے روایت

Marfat.com

کیا کہ الزہری نے طے کر رکھا تھا کہ جب الولید بن یزید حاکم ہو گا تو وہ رومی مملکت میں چلے جائیں گے مگر الزہری اس کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے ہی مر گئے ۔)

۲۲۵۔ الذہبی: ۴۷ ۔ "قال ضمرة بن ربيعة وغيره ، مات سنة ثلاث و عشرين وهذا وهم وقال ابراهيم بن سعد وطائفة : سنة اربع و عشرين ۔ و قال الزبير بن بكار وغيره سنة اربع في سابع عشر رمضان بشغب في امواله ۔ وشذ ابن يونس الصدفي ، فقال : في رمضان سنة خمس وعشرين ومئة ۔ والصحيح سنة اربع"۔ (ضمرة بن ربیعہ وغیرہ نے کہا کہ ۱۲۳ھ میں مرے مگر یہ مغالطہ ہوا ہے۔ ابراہیم بن سعد اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ ۱۲۴ھ سالِ وفات ہے ۔ الزبیر بن بکار وغیرہ کا قول ہے، ۱۷ رمضان ۱۲۴ھ کو شغب میں اپنی جاگیر میں فوت ہوئے ۔ ابن یونس الصدفی اپنے اس قول میں تنہا ہے کہ رمضان ۱۲۵ھ میں انتقال کیا ۔ ان میں صحیح قول ۱۲۴ھ ہی ہے ۔)

۲۲۶۔ ابنِ قتیبہ ۲۳۹ ۔ " ودفن بماله على قارعة الطريق ، ليمر مار فيدعو له والموضع الذي به ، آخر عمل الحجاز واول عمل فلسطين وبه ضيعته "۔ (یہ اپنی جاگیر میں شارع عام پر دفن کیے گئے تاکہ اُدھر سے گزرنے والے فاتحہ پڑھیں اور یہ جگہ صوبہ حجاز کی آخری حد اور صوبہ فلسطین کی ابتدائی حد پر واقع ہے ، یہاں ان کا گانو ہے ۔)
نیز دیکھو: محمد بن اسحٰق (فیوک) ۱۰۱۔ توضیح نمبر ۳۹

۲۲۷۔ الذہبی: ۷۰ ۔ " وفد الزهري على عبد الملك واستوطن الشام وكان يتردد الى الحجاز ويحج "۔ (الزہری عبدالملک سے ملے اور شام کو اپنا وطن بنا لیا مگر وہ حجاز کو جاتے رہتے تھے اور حج بھی کرتے تھے ۔)

۲۲۸۔ الطبری ۲/ ۱۰۳۵ ۔ " وحج بالناس في هذه السنة (يعني سنه ۹۹ھ)

Marfat.com

أبو شاکر مسلمة بن هشام بن عبد الملک وحجّ معه ابن شہابٍ الزّهريّ في هذه السّنة "۔

(اس سال یعنی ۱۱۹ھ میں ابوشاکر مسلمۃ بن ہشام بن عبدالملک امیر حج تھے اور اسی سال اُن کے ساتھ ابن شہاب الزہری نے بھی حج کیا۔)

۲۲۹۔ ابن سعد ۲/۱۳۱ " کنتُ اجالسُ عَبْدَ الله بن ثَعلَبَةَ بن صَعُیرِ العُذری اَتعلّم مِنه نَسَبَ قومی، فاتاهُ رجل جاهِل یسألہ عَن المُطلَّقةِ واحدة ثنتَیَن ثُمّ تَزوّجها رجُلٌ ودخل بِها ثُمّ طلّقها، علی کم ترجعُ الی زوجِها الاوّل۔ قال: " لا ادری، اذهبْ الی ذلک الرّجُل واشار له إلی سعید بن المسیّب۔ قال: فقلتُ فی نفسی، هذا أقدام مِنْ سَعیدٍ بدَ هرٍ أخبرنی أنّه عقل رسولَ الله صلی الله علیه وسلّم مَجّ علی وَجهِه فقُمتُ فاتّبعتُ السّائل حتّی سأل سعیدَ بن المسیّب فلزمتُ سعیداً ذکان هُوالغالِبُ علی عِلم المدینة والمُستفتیٰ ۔۔۔۔ وکان لسَعیدِ بن المسیّب عند النّاسِ قدرٌ کبیرٌ ۔۔۔۔" (میں عبداللہ بن ثعلبۃ بن صعیر العذری کی صحبت میں بیٹھتا تھا اور ان سے اپنی قوم کا نسب سیکھتا تھا۔ ایک دن اُن کے پاس ایک جاہل شخص آیا اور اُس نے ایک ایسی عورت کے بارے میں مسئلہ پوچھا جسے پہلے دو بار طلاق دی گئی پھر اس سے دوسرے شخص نے نکاح کیا اور خلوت صحیحہ کے بعد اُسے طلاق دے دی تو اب وہ اپنے پہلے شوہر کے پاس کتنی عدت گذار کر واپس جا سکتی ہے۔ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ تم اُس شخص کے پاس جاؤ اور سعید بن المسیّب کی طرف اشارہ کیا۔ الزُّہری نے کہا میں نے دل میں سوچا کہ یہ تو عمر میں سعید سے بڑے ہیں، اور مجھے بتاتے تھے کہ انھوں نے (عالم شیر خوارگی میں) رسول اللہؐ کا زمانہ پایا تھا اور آنحضرتؐ نے (برکت کے لیے) اِن کے مُنھ میں کُلّی کی تھی۔ میں اُٹھ کر سائل کے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ

Marfat.com

اس نے سعید سے مسئلہ پوچھ لیا۔ اب میں نے سعید کی خدمت میں حاضری کو لازم کر لیا وہ مدینہ کے علم پر حاوی تھے اور ان سے فتاویٰ لیے جاتے تھے ... سعید بن المسیّب کو لوگوں میں بڑی عزت حاصل تھی....)

۲۳۰- الذہبی ۶۹

۲۳۱- ابن سعد ۲/ ۱۳۱ - "کنتُ اجالسُ ثعلبة بن ابی مالک قال: فقال لی یوماً ترید هذا. قال، قلتُ: نعم. قال: علیک بسعید بن المسیّب قال فجالستُه عشر سنین کیومٍ واحد" (میں ثعلبہ بن ابی مالک کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن انھوں نے کہا کیا تم یہ (فقہی مہارت) چاہتے ہو۔ میں نے کہا: "جی ہاں"۔ بولے تو پھر سعید بن المسیّب کی خدمت کو لازم کر لو۔ بولے: "میں پھر دس سال تک ان کی مجلس میں اس طرح (بلاناغہ) حاضر رہا جیسے یہ ایک ہی مسلسل دن تھا۔)

۲۳۲- ایضاً۔ "عن معمر قال: سمعتُ الزهری یقول: ادرکتُ من قریش اربعة بحورٍ: سعید بن المسیّب، وعروة بن الزبیر وابا سلمة بن عبد الرحمن، وعبید الله بن عبد الله بن عتبة"۔ (معمر نے کہا میں نے الزہری کو کہتے سنا ہے کہ میں نے قریش میں (علم کے) چار سمندر دیکھے: سعید بن المسیّب، عروۃ بن الزبیر، ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ۔)

۲۳۳- ابن سعد ۲/ ۱۳۴ - "حدثنی ابو یوسف الماجشون انه سمع ابن شهاب یقول: کنتُ اذا حدّثنی عروة ثم حدثتنی عمرة، یصدّق عندی حدیثُ عروة فلما تبحّرتهما، اذا عروة بحرٌ لا یُنزف"۔ (ابو یوسف الماجشون نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابن شہاب کو یہ کہتے سنا ہے، جب مجھ سے عروۃ کوئی حدیث بیان کرتے تھے اور پھر (وہی حدیث) عمرۃ بیان کرتی تھیں تو میرے نزدیک عروۃ کی روایت

Marfat.com

زیادہ معتبر ہوتی تھی اور جب میں نے ان دونوں کے علم کو جانچا تو یہ دیکھا کہ عروۃ ایک بحرِ بے پایاں ہیں۔)

۲۳۴۔ ابن حجر، ۲۳/۷

۲۳۵۔ الذہبی: ۱/۱

۲۳۶۔ فاضل مضمون نگار نے غلامک الاعمش کا ترجمہ یہ کیا ہے: "آپ کا غلام جس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں"۔ (فاروقی)

۲۳۷۔ الاغانی: ۸/۹۵ "قالَ عُبیدُاللہ لابنِ شہاب الزُّھری۔

إِذَا قُلْتُ امّا بَعْدُ، لَمْ یَثْنِ مَنْطِقی　　فحاذِر لِی ذاماقُلت کَیفَ أَقُول

إِذَا شِئْتَ ان تَلْقی خَلِیلاً مُصافیاً　　لقیت، وإِخوانُ الثقاتِ قَلیل

(عبیداللہ نے ابن شہاب الزُّہری کے لیے کہا ہے: "جب میں اما بعد کہہ کر تقریر شروع کرتا ہوں تو پھر میری زبان فر فر چلتی ہے۔ مگر جب میں خود یہ کہنے لگوں کہ "کیا کہیے" تو پھر سمجھ لو۔ تم اگر کسی مخلص دوست سے ملنا چاہتے ہو تو مل سکتے ہو مگر دنیا میں بھروسے کے لائق ثقہ انسان بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔")

۲۳۸۔ ابن حجر ۹/۴۴۸ "وقالَ اللیث عَنْ جعفرِ بن ربیعة، قلتُ العراک ابن مالک مَن أَفقهُ اھل المدینة، فذکو سعید بن المسیب و عُروة و عُبیدُ اللہ بن عبد اللہ، قالَ عراک واعلمھم عندی جمیعًا ابنُ شِھاب لانّہ جمعَ عِلمَھم الی عِلمہ"

(اللیث نے جعفر بن ربیعہ کے حوالے سے کہا میں نے عراک بن مالک سے پوچھا کہ مدینہ کا سب سے بڑا فقیہ کون ہے تو انھوں نے سعید بن المسیب عروہ اور عبیداللہ بن عبداللہ کے نام لیے۔ عراک نے کہا: مگر میرے نزدیک ان سب میں بڑے عالم ابن شہاب ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنے علم میں ان کا علم جمع کر لیا ہے۔")

Marfat.com

۲۳۹- الذہبی : ۶۹

۲۴۰- ابن حجر ۹/ ۴۴۹

۲۴۱- ابن حجر ۹/ ۴۴۹

۲۴۲- ابن سعد ۲/ ۱۳۵

۲۴۳- لسان العرب میں تحت مادہ "نتل" "وفی حدیث سعید بن ابراھیم ما سبقنا ابن شہاب من العلم بشیءٍ الا (انا) کنا نأتی المجلس فیستنتل ویشدّ ثوبہ علیٰ صدرہ - ای یتقدم" (ح. نصار)

۲۴۴- الذہبی ۷۰

۲۴۵- ایضاً ۶۹

۲۴۶- ایضاً ۶۷

۲۴۷- ایضاً ۶۷

۲۴۸- ایضاً ۶۷

۲۴۹- عبدالملک نے عُروۃ سے وہ اخبار طلب کیے ہوں گے جو بعض حوادث سے متعلق قلمبند کیے گئے، یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اُس خاص حادثہ کے بارے میں "حدیث" بیان کریں اور شاید یہی وجہ تھی کہ عُروۃ نے سندوں کو ترک کر دیا تھا۔

۲۵۰- گولڈتسیہر: دراساتِ اسلامیہ - ۲/ ۲۱۰

۲۵۱- ابن سعد : ۲/ ۱۳۵ - الذہبی ۷۱ - "فرأیتُ اَلاّ أمنعَہ مسلماً" (تو میں نے سوچا کہ کسی مسلمان کو اس سے محروم نہ رکھوں") نیز دیکھو۔ گولڈتسیہر: دراساتِ اسلامیہ ۲/ ۳۸

۲۵۲- الذہبی : ۶۸

۲۵۳- ایضاً : ۶۹ " وقال انس بن عیاض عن عبید اللہ بن عمر، قال کنتُ أری الزُّھری یُعطی الکتابَ فلا یقرؤہ ولا یُقراء علیہ فیُقال لہ:

Marfat.com

تروی هذا عنک ؟ فیقول: نعم " (انس بن عیاض نے عبید اللہ بن عمر کے حوالے سے کہا کہ ہم دیکھتے تھے کہ الزُہری کتاب دیتے تھے، نہ وہ اُسے پڑھتے تھے نہ وہ انھیں پڑھ کر سُنائی جاتی تھی۔ پھر کوئی کہتا کیا ہم اسے آپ کے حوالے سے روایت کر سکتے ہیں۔ تو وہ کہتے: "ہاں")

۲۵۴۔ گولڈتسیہر: دراساتِ اسلامیہ ۲/ ۳۸۔ نوٹ ۲

۲۵۵۔ ابن سعد ۲/ ۱۳۶۔ نیز الذہبی: ۷۱

۲۵۶۔ ابن خلکان ۱/۱، ۵۷ "وکان اذا جلس فی بیتہ وضع کُتبہ حولہ فیشتغل بہا عن کل شئ من امور الدنیا، فقالت لہ امراتہ یوماً: واللہ لہذہ الکُتبُ اشدُّ علیَّ من ثلاث ضرائرَ" (یہ جب گھر میں بیٹھتے تو اُن کے چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں ہوتی تھیں اور دنیا و ما فیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتے تھے، اس پر ایک دن اُن کی بیوی نے کہا کہ یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ شاق ہیں") نیز دیکھو ابو الفداء ۱/ ۲۵۶

۲۵۷۔ الطبری ۲/ ۴۲۸

۲۵۸۔ ایضاً: اس کا ایک اقتباس یہ ہے: "ومات یزیدُ بنُ معاویۃ وھو ابنُ تِسعٍ وثلاثین، وکانت ولایتُہ ثلاثَ سنینَ وسِتّۃَ اشھُرٍ فی قول بعضہم ویُقال ثمانیۃَ اشھرٍ" (یزید بن معاویہ مرا تو وہ ۳۹ سال کا تھا اور اس کی حکومت بعض کے قول کے مطابق تین سال چھ ماہ اور بعض کے نزدیک تین سال آٹھ ماہ رہی") ایضاً ۱۲۶۹۔ الزُہری اس بارے میں کہتے ہیں: "ماحدَّثنی عن ابنِ وھب عن یونس، عنہ: ملکَ الولیدُ عشرَ سنینَ إلّا شھراً" (اس بارے میں ابن وہب کی یونس سے روایت ہے بحوالہ الزہری کہ الولید نے ایک ماہ کم دس سال حکومت کی")

۲۵۹۔ الاغانی ۱۹/ ۵۹۔ "قال المدائنی فی خبرہ واخبرنی ابن شہاب قال، قال لی خالد بن عبد اللہ القسری اکتُب لی النسب، فبدأتُ

Marfat.com

بِنَسَبٍ مُضَرَ وما اتْمَمْتُهُ - فقال أقطعه قطعه اللّٰہ مع أصولهم"
(المدائنی نے اپنی خبر میں کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی کہا کہ مجھ سے خالد بن عبد اللہ القسری نے کہا: میرے لیے نسب لکھ دو تو میں نے مُضَر سے شروع کیا مگر اسے اختتام تک نہیں پہنچا سکا۔ پھر کہا میں نے اس کو قطع کیا خدا نے اس کی جڑیں ہی کاٹ دیں۔)

۲۶۰- الاغانی ۱۹/ ۵۹ " قالَ واكتُبْ لي السيرة، فقلتُ له فانّه يمرّ بي الشئ مِن سيرةِ عليّ بنِ ابی طالبٍ- صلوات اللّٰہ علیہ- فاذکرہ فقال: لا، إلّا أن تراه في قعر الجحيم" (کہا میرے لیے سیرۃ پر ایک کتاب لکھ دو۔ میں نے اس سے کہا: اگر سیرۃ علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ سے متعلق کچھ باتیں اس میں آئیں تو کیا انھیں بھی بیان کردوں؟ کہنے لگا: نہیں، مگر یہ کہ تم انھیں غلطیاں کرتے ہوئے دیکھو (تو لکھو)"

۲۶۱- دیکھو فیوک: "محمد بن اسحٰق" ۲- توضیح ۲۴-

۲۶۲- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الزُہری کی کچھ اور تصانیف بھی تھیں جن تک فاضل مضمون نگار پروفیسر ہوروِتس کی رسائی نہیں ہو سکی۔ مثلاً شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی نے اپنی کتاب "الاعلان بالتوبیخ لِمن ذمّ أهلَ التوریخ" میں لکھا ہے۔ "وروی یونس بن یزید مشاهِدَ النَّبِيِّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم عن الزُّهري" (یونس بن یزید نے الزُہری کے حوالے سے رسول اللہ کی جنگوں کا حال قلمبند کیا تھا۔)

۲۶۳- دیکھو ابن ہشام ۳/ ۳۰۹- (نیز الطبری ۱/ ۱۵۱۸- مُسند احمد بن حنبل ۲/ ۱۹۴- البخاری (صحیح) (حدیث الافک) "حدّثني الزّهري عن علقمة بن وقّاص وعن سعيدِ بن جُبير وعن عُروة بنِ الزُّبير وعن عُبيد اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عُتبة قال: كلٌّ قد حدّثني بعض هذا الحديث وبعضُ القوم كان أوعى له مِن بعضٍ وقد جمعتُ لك الّذي حدّثني

Marfat.com

القوم " (الزُّہری نے علقمہ بن وقاص اور سعید بن جبیر اور عُروہ بن الزُّبیر اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ اس حدیث کا ایک حصہ اُن میں سے ہر ایک نے روایت کیا ہے اور اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے زیادہ محتاط ہے میں نے تمھارے لیے سب کے اقوال کو یک جا کر دیا ہے ")

۲۶۴- الذہبی: ۷۳ -

Marfat.com

تیسرا باب

الزّہری کے تلامذہ

۱۔ موسیٰ بن عقبۃ

ہمیں الزّہری کے تلامذہ میں تین شخصیتوں کا حال معلوم ہے، جنھوں نے مغازی کے موضوع پر کتابیں تالیف کیں۔ ان کے نام ہیں: موسیٰ بن عقبۃ، مَعمَر بن راشد اور محمد بن اسحٰق۔ اور اتفاق سے یہ تینوں مسلمانوں کے طبقۂ اشراف سے نہیں تھے بلکہ مَوالی تھے۔

موسیٰ بن عقبۃ بن ابی عیّاش، الزبیر بن العوّام کے خاندان کے موالی تھے یا زیادہ قطعیت سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ الزبیر کی بیوی[۲۶۵] اُمّ خالد کے موالی تھے اور ان کے نانا خود ابن الزبیر کے موالی تھے[۲۶۶]۔ ان دونوں کے خاندانی روابط بہت گہرے تھے۔ ان کا سالِ ولادت یقینی طور پر معلوم نہیں ہے۔ موسیٰ نے ایک سوال کے جواب میں کہ کیا تم نے کسی صحابی کو دیکھا ہے[۲۶۷]؛ یہ کہا تھا کہ: "میں نے جب (پہلا) حج کیا تو عبداللہ بن عمر مکہ میں موجود تھے۔ اور اسی سال نجدۃ الحروری (خارجیوں کا ایک لیڈر) بھی حج کو آیا تھا۔ مکہ میں نجدہ اور اس کے پیرووں کی موجودگی سے متعلق الطبری نے ایک روایت محفوظ کر دی ہے، وہ کہتا ہے: "۶۸ھ میں (اس کا مطلب یہ ہوا کہ عبداللہ بن الزبیر

Marfat.com

کی خلافت کے زمانے میں) میدانِ عرفات میں چار پھریرے اُڑ رہے تھے۔ ابن الحنفیہ اور ان کے اصحاب ایک جھنڈے کے نیچے تھے.... ابن الزبیر کا دوسرا جھنڈا تھا...... اِن دونوں کے پیچھے نجدۃ الحروری تھا اور اُن کے بائیں طرف بنو اُمیّۃ کا علَم لہرا رہا تھا۔" پھر الطبری کہتا ہے: "ابنِ عمر اس اندھیر کے خلاف ابن الزبیر کے بعد ہی صف آرا ہوئے تھے"[۲۶۸]۔

بنا بریں اِس میں شک نہیں کہ موسیٰ بن عقبۃ نے ۶۸ھ میں حج کیا ہوگا اور اُن کی ولادت بہر حال ۵۵ھ تک ہو چکی ہوگی۔ الواقدی کہتا ہے[۲۶۹]:

"کانَ لِابراھیم وموسیٰ ومحمّد بنی عقبۃ حلقۃٌ فی مسجد رسولِ اللہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم وکانوا کلّھم فقھاء ومُحدِّثینَ و کانَ موسیٰ یُفتی" (عقبۃ کے تینوں بیٹے ابراہیم، موسیٰ اور محمد مسجدِ نبوی میں اپنا حلقۂ درس رکھتے تھے۔ یہ سب فقہ و حدیث کے عالم تھے مگر (سب سے چھوٹے) موسیٰ سے فتویٰ لیا جاتا تھا)

ہمیں موسیٰ کی پبلک لائف کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں ہے۔ بظاہر وہ اُموی دربار سے الگ تھلگ رہے، اور زوالِ بنی اُمیّہ کے تقریباً دس سال بعد یعنی ۱۴۱ھ میں انتقال کیا[۲۷۰]۔

موسیٰ بن عقبۃ کا شمار مغازی کے ماہر علماء میں ہوتا ہے۔ مالک بن انس کا قول ہے[۲۷۱]:

"علیکم بمغازی موسیٰ بن عقبۃ فانّہ ثِقۃٌ.... وفی روایۃٍ فانّہ رجلٌ ثقۃٌ طلبھا علیٰ کبرِ السِنِّ ولم یکثّر کما کثّر غیرہٗ" (موسیٰ بن عقبہ سے مغازی کا علم حاصل کرو۔ اس لیے کہ وہ بھروسے کے قابل ہیں...... اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ ثقہ

Marfat.com

انسان ہیں کیونکہ انھوں نے بڑی عمر کے باوجود علم حاصل کیا اور دوسروں کی طرح (روایات کا) ڈھیر نہیں لگایا"۔)

اس قول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موسیٰ بن عقبۃ کی "کتاب المغازی" ضخامت میں کم رہی ہوگی اور اس جملے میں مالک بن انس نے غالباً "الواقدی" پر چوٹ کی ہے جن کی 'کتاب المغازی' میں وہ اکثر عیب نکالتے رہتے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ کے مغازی کی روایت ان کے بھتیجے اسمٰعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے کی ہے[۲۴۲] جو ۱۵۸ھ میں فوت ہوئے۔ ان مغازی کو یاقوت[۲۴۳] نے ابونُعیم کے 'مختصر' میں استعمال کیا ہے، اور کہیں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ الوئس سپرنگر Aloys Sprenger کو دمشق میں بعض حضرات نے اس کتاب کی موجودگی کا یقین دلایا تھا لیکن وہ اس کی زیارت کرنے میں ناکام رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "تاریخ الخمیس" کے مؤلف دیار بکری نے اس سے استفادہ کیا تھا[۲۴۴]۔ اُس کی کتاب ۹۴۰ھ میں مکمل ہوئی ہے۔ ہمارے پاس اس کتاب کے دس اجزاء میں سے ہر جزو کا ایک یا اس سے زیادہ احادیث پر مشتمل ایک ملخص موجود ہے۔ یہ پرشن اسٹیٹ لائبریری Prussian State Library کی ملکیت ہے اور اس کے عربی متن کو جرمن ترجمے کے ساتھ ایڈورڈ زخاؤ E. Sachau نے ۱۹۰۴ میں شائع کیا تھا۔ اس رسالے سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ کی کتاب (جیسا کہ توقع کی جاسکتی تھی) محدود معنوں میں مغازی پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں کم سے کم ہجرۃ کا بیان تو موجود ہی ہے۔ الزہری سے موسیٰ نے سب سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ یہ بات ہمیں ابن معین کے بیان سے بھی معلوم تھی۔ "کتابُ موسیٰ بن عقبۃ مِن اَصَحِّ ھذہ الکتب[۲۴۵]" (مغازی کی کتابوں میں موسیٰ بن عقبہ کی کتاب بروایت الزہری، صحیح ترین ہے)

Marfat.com

ہے جو بغیر کسی سند کے اِدّعا کیا گیا[۲۶] کہ موسیٰ نے الزہری سے حدیث کی سماعت کی ہی نہیں تھی، اِسے ہم کسی حال میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ موسیٰ نے براہِ راست الزہری سے کوئی مواد اخذ نہ کیا ہو بلکہ اُن کے کسی شاگرد کے ذریعہ یا اُن کی تحریری یادداشتوں سے حاصل کیا ہو۔ مذکورہ بالا رسالۂ برلن کے متعدد مقامات پر جہاں موسیٰ کہتے ہیں: "قَالَ ابنُ شہاب" یا "عن ابنُ شہاب" وہاں بھی یہ حوالہ الزہری کے مدوّنات کی طرف ہو سکتا ہے؛ لیکن کم سے کم ایک موقع پر اسی رسالۂ برلن میں یہ بھی ہے کہ "حَدَّثنی الزُّھریُ" (مجھ سے الزہری نے بیان کیا)

اس رسالۂ برلن کے علاوہ بھی ہمیں ابن سعد کے یہاں موسیٰ کے متعدد اقتباسات ملتے ہیں جس نے اس کتاب کی وہ روایت استعمال کی ہے جو موسیٰ کے بھتیجے اسمٰعیل نے کی تھی[۲۷]۔

ابن سعد کی تیسری اور چوتھی جلد کے اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ کی کتاب میں حبشہ کو ہجرت کرنے والوں کی فہرستیں شامل تھیں۔ اسی طرح اس میں العقبہ کی دونوں بیعتوں میں حصّہ لینے والوں — اور سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جنگ بدر میں لڑنے والوں کی فہرست تھی۔ یہ اسی طرح کی فہرست ہو گی جیسی شرحبیل بن سعد نے تیار کی تھی[۲۸]۔ (ملاحظہ ہو بابِ اوّل) ان فہرستوں کے بارے میں مالک کا بیان ہے کہ: "مَن کانَ فی کتابِ موسیٰ قد شَھِدَ بَدراً فقد شَھِدَھا، ومَن لم یَکُن فیہ فلم یَشھَدھا" (موسیٰ کی کتاب میں جس شخص کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ وہ بدر میں موجود تھا، وہ ضرور موجود تھا، اور جس کا نام اس میں نہیں ہے وہ وہاں نہیں تھا[۲۹]۔)

ابن سعد کے اُستاد الواقدی نے موسیٰ کی کتاب سے مختلف احادیث اخذ کی

Marfat.com

ہیں مگر "کتاب المغازی" میں وہ ان کا حوالہ شاذونادر ہی دیتا ہے۔[280] یہ واقعہ ہے کہ الواقدی کے ذریعے سے ابنِ سعد[281] نے موسیٰ کی روایات کثرت سے لی ہیں۔ الطبری نے بھی اپنی تاریخ میں موسیٰ کی بہت سی روایات درج کی ہیں ان میں عہدِ نبوی کے حوادث کے علاوہ بعض روایات خلفائے راشدین کے عہد سے بھی متعلق ہیں بلکہ بعض تو عہدِ اموی تک پہنچی ہیں[282]، کتاب الاغانی میں[283] زید بن عمرو کا ایک بیان ظاہر کرتا ہے کہ موسیٰ نے تاریخ ماقبل اسلام پر بھی توجہ کی تھی۔

موسیٰ کے اوّلین راوی اور پیش رو اُن کے نانا ابو حبیبہ ہیں، جن کے حوالے سے انھوں نے بعض حوادث ۹۱ھ تک کے بیان کیے ہیں[284]۔ موسیٰ اسناد کا التزام کرتے ہیں اور ان کے جو اقتباسات محفوظ ہیں اُن میں شاید ہی کہیں کوئی سند محذوف ہوئی ہو۔ مگر ان اسناد سے یہ اندازہ ہونا بہت مشکل ہے کہ موسیٰ نے ان میں کتنا مواد کتابوں سے لیا ہے۔ ایک موقع پر[285] تو انھوں نے صریحاً ابنِ عباس کے ایک صحیفے کا حوالہ دیا ہے۔ "وَضَعَ عِندَنا کُرَیب، مولیٰ عبداللہ بن عباس المتوفّٰی عام ۹۸ھ حمل بعیرٍ أو عَدلَ بعیرٍ من کتبِ ابنِ عبّاس۔ قال: علیّ بن عبد اللہ بن عبّاس إذا أرادَ الکتاب کَتَبَ إلیہ: إبعث إلیّ بصحیفۃ کذا وکذا، قال: فینسخہا فیبعث إلیہ باحدٰہما" (کریب مولیٰ ابن عباس متوفی ۹۸ھ) نے ابن عباس کی کتابوں میں سے ایک بارِ شتر ہمارے پاس لاکر رکھ دیں اور بتایا کہ اگر کبھی ابن عباس کے بیٹے علی کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو وہ لکھ کر بھیجتے تھے کہ فلاں کتاب میرے پاس بھیج دو، پھر اسے نقل کرکے واپس کر دیتے تھے۔" ان صحیفوں کے علاوہ موسیٰ کے پاس کچھ اصلی دستاویزیں بھی تھیں، چنانچہ وہ اس خط کا حوالہ دیتے ہیں جو

Marfat.com

رسول اللہؐ نے المنذر بن ساوی کو بھیجا تھا[۲۸۶]۔ موسیٰ کی کتاب میں تاریخی ترتیب سے لکھے ہوئے واقعات بھی ملتے ہیں[۲۸۷] اور کبھی کبھی وہ قصائد بھی بطور شہادت پیش کرتے ہیں لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے[۲۸۸]۔

۲۔ معمر بن راشد

معمر بن راشد ۹۶ھ کے لگ بھگ بصرہ[۲۸۹] میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ قبیلۂ ازد کی شاخ بنو حُدان کے مولیٰ تھے[۲۹۰]۔

معمر نے اپنی جوانی کے زمانے میں بصرہ کے مشہور محدث قتادہ بن دعامہ (متوفی ۱۱۴ھ) سے[۲۹۱] حدیث کی سماعت کی تھی۔ پھر طلبِ علم کی خاطر سیاحت اختیار کی[۲۹۲]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سیاحت کا آغاز حسن بصری کی وفات (۱۱۰ھ) کے بعد ہوا، کیوں کہ یہ اُن کے جنازے میں شریک تھے[۲۹۳]۔ انھوں نے یمن کی طرف رحلت کی تھی[۲۹۴]۔ جہاں اِن سے پہلے کوئی محدث نہیں گیا تھا[۲۹۵]۔ یمن کی راجدھانی صنعاء میں لوگوں نے انھیں مستقل قیام اختیار کرنے کی ترغیب دی اور اس میں وہ لوگ کامیاب بھی ہوگئے، اس لیے کہ انھوں نے وہاں شادی کر لی تھی[۲۹۶]۔ اس کے بعد وہ کبھی کبھی بصرہ جاتے رہتے تھے؛ مثلاً اپنی والدہ کے انتقال پر گئے تھے[۲۹۷] مگر پھر یمن کو واپس آ گئے تھے اور وہیں ۱۵۴ھ میں (یا بعض دوسری روایات کے مطابق اس سنہ سے ذرا پہلے) اٹھاون سال کی عمر میں[۲۹۸] وفات پائی۔ بعد میں کچھ لوگوں نے یہ اُڑادی تھی کہ یہ مرے نہیں، روپوش ہوگئے ہیں مگر ان کے شاگرد عبدالرزاق نے صراحت کی ہے کہ وہ صنعاء میں اپنے خاندان ہی میں مرے اور ان کی بیوہ سے صنعاء کے قاضی نے عقد کر لیا تھا[۲۹۹]۔

معمر بن راشد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ درجے کے اخلاق و کردار[۳۰۰] کے مالک تھے۔ انھیں حدیث کے میدان میں بھی اچھی شہرت حاصل ہے۔ ان کے بارے میں ابن جُریج کا قول بتایا جاتا ہے کہ: "اس شخص کی پیروی

Marfat.com

کر دی کیوں کہ اس کے معاصرین میں کوئی بھی اس سے زیادہ جاننے والا نہیں تھے[۳۰۳]۔ "الفہرست" سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک "کتاب المغازی[۳۰۴]" لکھی تھی۔ مگر ہم تک اس کتاب کے چند فقرے ہی پہنچے ہیں۔ یہ زیادہ تر الواقدی اور ابن سعد کی کتابوں میں ہیں اور کچھ البلاذری اور الطبری کے یہاں ملیں گے ان کی بیشتر روایات الزہری تک پہنچتی ہیں۔ معمر نے صراحۃً بتایا ہے[۳۰۳] کہ انھوں نے الزہری سے سوالات کیے تھے۔ جب انھوں نے طلب علم کے لیے خود کو وقف کیا تھا تو الزہری کی مجالس میں خاص طور سے حاضر رہے ہوں گے۔ ابن معین[۳۰۴] نے مالک اور یونس کے ساتھ معمر کو الزہری کے ثقہ ترین راویوں میں شمار کیا ہے۔ معمر نے بھی مغازی کو محدود معنوں میں نہیں رکھا ہے بلکہ قدیم انبیاء اور اہل کتاب کی تاریخ کی طرف بھی توجہ کی ہے اور الطبری نے اس حصے سے اپنی کتاب میں خاصا اخذ کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے رسول اللہؐ کی ہجرت سے پہلے کی تاریخ پر مواد فراہم کیا ہے[۳۰۵]۔ مزید برآں ابن سعد اور الطبری کی تاریخوں میں معمر کے حوالے سے عہد عثمان و معاویہ کے اہم واقعات نقل ہوئے ہیں

معمر اُن رُواۃ میں سے ہیں جن سے الواقدی نے کثرت سے روایات لی ہیں۔ ابن سعد نے اُن کے اخبار عبدالرزاق بن ہمام کے واسطے سے لیے ہیں۔ موخر الذکر یمن کے باشندے اور معمر کے شاگرد تھے۔ ان کا انتقال ۲۱۱ھ میں ہوا اور الفہرست[۳۰۶] سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک "کتاب المغازی" بھی تالیف کی تھی۔ یہ کتاب شاید ان کے استاد کی تالیف ہی کا نیا ایڈیشن ہو گی۔ معمر کے یمنی شاگردوں میں وہب بن منبہ کے بھتیجے عبدالمنعم بن ادریس بھی تھے[۳۰۷]۔

۳۔ محمد بن اسحاق الزہری کے تلامذہ کی صف میں تیسرے

Marfat.com

محمد بن اسحاق ہیں جن کی تالیف "کتاب المغازی" نے اُن کے سب ہم عصروں اور پیشروؤں کی شہرت کو ماند کر دیا ہے۔ ان کی تالیف سیرۃ کے موضوع پر پہلی تحریر ہے جو ہمیں اقتباسات کی شکل میں نہیں، بلکہ ایک مکمل اور خاصی ضخیم کتاب کی صورت میں ملی ہے۔ اگرچہ اس میں بہت سے نقائص بھی ہیں۔ ابن اسحاق کی حیات و تصنیفات پر یوحنا فیوک Johann Fück نے اپنی کتاب "محمد بن اسحاق" میں تفصیل سے بحث کی ہے، یہ کتاب ۱۹۲۵ء میں فرانکفرٹ کنارِ رود مائن Frankfurt-Am-Main سے شائع ہوئی ہے ذیل میں ہم نے اس کتاب کے مطالب سے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور جہاں ضروری معلوم ہوا ہے اُس کے بیانات کی مزید وضاحت بھی کر دی ہے۔

ابن اسحاق کا جنم بھی ایک موالی گھرانے میں ہوا۔ ان کے داد یسار جو غالباً عیسائی عرب تھے، ۱۲ھ میں عراق کے مقام 'عین التمر' پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے کے بعد گرفتار کر کے دوسرے قیدیوں کے ساتھ مدینہ کو بھیجے گئے تھے، جہاں وہ قیس بن مخرمۃ بن عبد المطلب کے خاندان کے غلام بن کر رہے اور اسلام لانے پر آزاد کر دیے گئے تھے۔ یسار کے تین بیٹے تھے ان میں سے اسحاق نے صبیح نامی ایک غلام کی لڑکی سے نکاح کر لیا تھا، جس کے بطن سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا، یہی آگے چل کر 'کتاب المغازی' کا مشہورِ عالَم مصنف ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن اسحاق ۸۵ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اس کا قرینہ یہ ہے، اور اس کی طرف اگسٹ فیشر August Fischer نے بھی اشارہ کیا ہے کہ جن رُواۃ سے ابن اسحاق نے براہِ راست اخذ کیا وہ سب ۱۰۰ھ کے بعد مرے ہیں۔ اور مدینے کے مشہور محدثین کی وہ جماعت جس کے افراد ۹۰ھ تک زندہ تھے اُن میں سے کسی کا نام ابن اسحاق

Marfat.com

کے شیوخ کی فہرست میں نہیں آتا۔ الواقدی نے بھی ایک خبر ایسی نقل کی ہے جس سے اس قیاس کو تقویت ملتی ہے[۱۳]۔ وہ کہتا ہے: "کانَ محمّد بنُ اسحاق یجلسُ قریباً من النساءِ فی موخرِ المسجدِ فیرُوی عنہ أنّہ کانَ یُسامِرُ النساءَ فرُفعَ إلی ھشام وھُو أمیرُ المدینۃ وکانت لہ شعرٌ حسنۃ فرَقَّقَ رأسہ وضربہ أسواطاً ونہاہُ عن الجلوسِ ھُنالک[۱۳]"۔ (محمد بن اسحاق مسجد کے پچھلے حصے میں عورتوں کے قریب جا کر بیٹھتے تھے۔ اُن کے بارے میں یہ کہا گیا کہ عورتوں سے گپ شپ کرتے ہیں۔ یہ معاملہ ہشام تک پہنچایا گیا، وہ اُس وقت مدینے کا گورنر تھا۔ ابنِ اسحاق کے بہت خوبصورت بال تھے، گورنر نے حکم دیا کہ ان کا سر مونڈ دیا جائے علاوہ بریں کوڑے بھی لگوائے اور کہہ دیا کہ خبردار آئندہ اس جگہ نہ بیٹھنا" اسمٰعیل کی گورنری کا زمانہ ۱۰۶ھ سے ۱۱۴ھ تک رہا، ابن اسحاق کی عمر اس وقت بیس اور تیس سال کے درمیان ہوگی۔

محمد سے پہلے ان کے باپ اسحاق احادیث جمع کرنے سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے بیٹے نے اپنی کتاب میں ان کی اکثر روایات درج کی ہیں۔ اس لیے یہ خیال بے جا نہیں ہے کہ ابن اسحاق کو بھی بچپن ہی سے روایات جمع کرنے کا شوق رہا ہوگا، بعد میں انھوں نے عاصم بن عمرؓ، عبداللہ بن ابی بکرؓ اور الزہری جیسے نامور عالموں کی خدمت میں حاضری دے کر اپنے علم کو وسعت دی، ان تینوں حضرات کو ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں اپنی معلومات کے سرچشمے کی حیثیت سے پیش کیا ہے لیکن انھوں نے اس کے علاوہ دوسرے مآخذ سے بھی مواد فراہم کیا ہے۔ چنانچہ تقریباً ایک سو راوی تو صرف مدینے کے ہیں جن کا حوالہ ابن اسحاق کی کتاب میں ملتا ہے۔

Marfat.com

ابنِ اسحاق ۱۱۵ھ میں اسکندریہ آئے اور یہاں بطور خاص یزید بن ابی حبیب (متوفی ۱۲۸ھ) سے حدیث کی سماعت کی' یہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے علمِ حدیث کا پودا مصر کی سرزمین میں لگایا تھا[۳۱۴]۔ ابنِ اسحاق مصر سے براہِ راست عراق کو نہیں گئے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ وہاں سے پہلے مدینہ آئے تھے' یہی خیال پروفیسر فیوک Fück نے بھی ظاہر کیا ہے۔ غالباً ایسے ہی کسی[۳۱۵] موقع پر وہ مدینے سے آئے ہوئے تھے جب ۱۲۳ھ میں[۳۱۵] استاد الزہری نے حاضرین سے ان کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۳۲ھ میں سُفیان بن عُیَینَۃَ ان سے مدینے میں ملے ہیں[۳۱۶]۔ لیکن ہشام بن عروۃ اور مالک بن انس سے اختلافات کے باعث انھیں اپنے وطن میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ ہشام کے باپ عُروۃ کی (جن پر پہلے باب میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے) روایات ابنِ اسحاق نے الزہری کے واسطے سے لی تھیں۔ ان کے علاوہ عروۃ کے مولیٰ یزید بن رومان سے بھی بھرپور استفادہ کیا تھا۔ خود ہشام بن عروۃ بھی کبھی کبھی ابن اسحاق کے رُواۃ کی صف میں نظر آجاتے ہیں، جنھوں نے (الزہری اور یزید بن رومان کی طرح) اپنے باپ کا جمع کیا ہوا ذخیرۂ علم بڑی مقدار میں ہم تک منتقل کیا ہے لیکن انھوں نے بعض خاص مواقع پر ابن اسحاق کو غیر ثقہ بھی قرار دیا ہے۔ اس بارے میں ابن قتیبہ کہتا ہے:[۳۱۷]

"وکان (ابن اسحاق) یروی عن فاطمۃ بنت المنذر بن الزّبیر و ھی امراۃُ ھِشام بن عُروۃ فبلغَ ذلک ھِشاماً فانکرہ' وقال: اھُوَ کان یدخُل علی اِمراٰتی"؟ ابن اسحاق فاطمہ بنت المُنذر بن الزبیر سے روایت بیان کیا کرتے تھے' یہ ہشام کی بیوی تھیں جب ہشام کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے اس

Marfat.com

کی تردید کی اور کہا: "کیا وہ میری بیوی سے ملتا ہے؟" اسی طرح کا ایک بیان الفہرست[۳۱۸] میں پایا جاتا ہے: "یروی (ابن اسحاق) عن فاطمة بنتِ المنذر زوجة هشام بن عروة فبلغ هشاماً ذلك، فأنكره، وقال: متیٰ دخل إلیها ومتی سمع منها" (ابن اسحاق فاطمہ بنت المنذر، زوجہ ہشام بن عروہ سے روایت کیا کرتے تھے، جب ہشام نے سنا تو اس سے انکار کیا اور کہا یہ میری بیوی سے کب ملے اور اس سے کب سنا ہے؟") ہشام کا جواب جو یاقوت نے معجم[۳۱۹] میں نقل کیا ہے اس کے مقابلے میں ذرا مبہم ہے: "أهو کان یدخل علیٰ امرأتي کأنه ینکر ذلك" (کیا وہ میری بیوی سے ملے ہیں؟ یہ انھوں نے اس لہجے میں کہا جیسے اس بات کی تردید کر رہے ہوں) لیکن یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں تھی، ہم بہت سے جامعین احادیث کے بارے میں سنتے ہیں کہ انھوں نے عورتوں سے روایات اخذ کی تھیں۔ عبداللہ بن ابی بکر بھی عروۃ کی طرح اشرافِ مدینہ میں سے تھے اور ان کے بیان میں ہم پہلے پڑھ چکے ہیں (ملاحظہ ہو باب دوم) کہ انھیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا کہ اُن کی بیوی عمرۃ اُن کے ایک شاگرد سے خود روایت بیان کرے۔ اور یہ شاگرد ابن اسحاق کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا اور غالباً ہشام کو بھی اپنی بیوی کے روایت کرنے پر اعتراض نہ ہوا ہوگا۔ جو خود ہشام سے عمر میں خاصی بڑی تھیں، اور ابن اسحاق سے تو ۳۰-۴۰ سال[۳۲۰] بڑی ہوں گی۔ البتہ ہشام کو ابن اسحاق کے کبھی اپنے گھر آنے کا حال معلوم نہیں ہوگا اس لیے انھوں نے ان روایات پر شک کا اظہار کیا۔

ہاں الموطا کے مشہور مؤلف مالک بن انس کی مخالفت کے اور ہی اسباب ہیں۔ یہ بات متعدد بار کہی گئی ہے کہ ابن اسحاق قدریہ عقائد[۳۲۱] رکھتے تھے۔ ابوزرعہ

Marfat.com

کا بیان ہے کہ دُحیم (متوفی ۲۴۵ھ) نے اُن سے کہا کہ ابن اسحاق سے مالک بن انس کی خصومت ان کے قدری عقائد کی بنا پر تھی[۳۲۲] - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن اسحاق مالک کی علمیت کے قائل نہ تھے اور ابن اسحاق کے ایک شاگرد عبداللہ بن ادریس نے مالک کا ایک قول نقل کیا ہے[۳۲۳]: "کُنت عندَ مالک بن انس فقالَ لہٗ رجُلٌ: اِنَّ محمّد بن اسحاق یقُول: اِعرِضُوا عَلَیّ عِلمَ مالک بن اَنَس فَاِنّی اَنا بیطارہٗ - فقال مالک: اُنظُروا اِلی دجّالٍ من الدّجاجلۃ یقول: اِعرضوا عَلَیّ عِلمَ مالِک -" (میں مالک بن انس کے پاس بیٹھا تھا کسی نے اُن سے کہا کہ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مالک کا علم میرے سامنے رکھو کیونکہ میں ہی اُس کا جرّاح ہوں" مالک کہنے لگے: کہ "گروہ دجاجلہ کے اِس دجّال کو تو ذرا دیکھو کہتا ہے کہ مالک کا علم میرے سامنے رکھو۔") راوی، جسے اِس روایت سے دلچسپی صرف ایک لغوی نظیر کی وجہ سے تھی، کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کسی کو دجّال کی جمع دجاجلہ استعمال کرتے نہیں سُنا۔

اپنے اُستاد الزہری کے برخلاف ابن اسحاق کا دمشق کے دربار سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ غالباً اُموی خاندان کا زوال (۱۳۲ھ) اور عباسیوں کا تختِ خلافت پر قبضہ بھی ابن اسحاق کے ترکِ وطن کا ایک اضافی سبب رہا ہوگا۔ بہرحال ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ وہ مدینہ[۳۲۴] چھوڑ کر پہلے کوفہ پہنچے' وہاں سے الجزیرہ اور رَے ہوتے ہوئے بغداد آئے' جہاں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی وفات کے وقت تک رہے۔ ایک اور روایت ان مقامات پر اُن کے قیام کی بعض جزوی تفصیلات بھی مہیا کرتی ہے[۳۲۵]۔

"وکانَ محمّد بن اِسحاق مع العبّاس بن محمّد بالجزیرۃ (حیثُ کانَ العبّاسُ والیاً فی عام ۱۴۲ھ) وکان قصدَ اَبا جعفر المنصور (الّذی تولّیٰ

Marfat.com

الخلافۃ من عام ۱۳۶ھ إلی ۱۵۸ھ ولکنہ تحوّل الی بغداد فی عام ۱۴۶ھ للمدۃ الأولی) بالحیرۃ فکتب الیہ المغازی فسمع منہ أھلُ الکوفۃ لذلک السبب وسمع منہ أھل الجزیرۃ حین کان مع العبّاس بن محمد. وأتی الرّی (حیث کان یعیش ولیُ العھد المھدی من قبل عام ۱۵۱ھ) فسمع منہ أھلھا۔ فرُواتہُ من ھذہ البُلدان اکثر ممّن روی عنہ من أھل المدینۃ وأتی بغداد فأقام بھا الی أن مات بھا۔" (محمد بن اسحاق الجزیرۃ میں العباس بن محمد کے ساتھ رہے (العباس ۱۴۲ھ میں یہاں کے گورنر تھے) پھر وہ ابوجعفر المنصور کے دربار میں الحیرہ پہنچے (یہ ۱۳۶ھ سے ۱۵۸ھ تک خلیفہ رہا مگر پہلی بار اس نے ۱۴۶ھ میں بغداد کو راجدھانی بنایا تھا) یہاں انھوں نے المنصور کے لیے مغازی قلمبند کیے۔ اس لیے اُن سے اہلِ کوفہ کو بھی روایات سُننے کا موقع ملا، جیسے اُن کے العباس بن محمد کے ساتھ رہنے کے زمانے میں الجزیرۃ کے لوگوں کو ملا تھا۔ پھر وہ رَے چلے آئے۔ (یہاں ۱۵۱ھ سے پہلے ولیعہد المہدی رہتا تھا۔) تو یہاں کے باشندوں نے بھی اُن سے روایات اخذ کیں۔ اسی لیے اُن علاقوں میں اُن سے روایت کرنے والوں کی تعداد اہلِ مدینہ سے زیادہ ہے۔ رَے سے وہ بغداد پہنچے اور تا آخر حیات وہیں رہے")

ابنِ اسحاق بغداد میں ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ میں مرے[۳۲۶] اور خیزُران کے قبرستان میں دفن کیے گئے"[۳۲۷]

اس روایت میں یہ جو کہا گیا ہے کہ انھوں نے خلیفہ کے لیے مغازی قلمبند کیے اس کا لازماً یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس کے لیے سرکاری طور پر مامور کیے گئے تھے۔ کیونکہ "کتاب المغازی" کے راویوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے پہلے تو یہ مواد اُن روایات کی بنیاد

Marfat.com

پر تیار کیا جو انھیں مدینے میں دستیاب ہوئیں، پھر جو کچھ انھیں مصر میں ملا وہ اس کتاب میں شامل کیا گیا لیکن اس میں کہیں بھی عراق کے کسی راوی کا نام نہیں آیا ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ کتاب ابن اسحاق نے اپنا آبائی وطن ہمیشہ کے لیے چھوڑنے سے پہلے ہی ختم کر لی تھی۔ اس کے علاوہ ہمیں ایک مدنی کا حال بھی معلوم ہے جس نے ابنِ اسحاق کی کتاب سے روایت کی ہے یعنی ابراہیم بن سعد (متوفّی ۱۸۴ھ)۔ ہاں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ خلیفہ کو خوش کرنے کے لیے ابنِ اسحاق نے اپنی کتاب میں معمولی تبدیلیاں کیں یا ایسے حصوں کو حذف کر دیا جنھیں خلیفہ ناپسند کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود ہمیں اس کتاب میں کم سے کم ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جس کا تذکرہ خلیفہ کے خلافِ مزاج ہو سکتا تھا یعنی خلیفہ کے جدّ علی العبّاس نے بدر کی لڑائی میں مشرکین مکّہ کے ساتھ مل کر رسول اللہؐ کا مقابلہ کیا تھا، اور ابنِ اسحاق نے اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے؛ وہ بدر[۳۲۸] کے قیدیوں میں العباس کا نام بھی لکھتا ہے مگر العباس نے اپنی مرضی کے خلاف رسول اللہؐ سے جنگ کی تھی جیسا کہ ایک روایت میں کہا گیا ہے، جو ابن اسحاق کے ہاں ابن عباس کے حوالے[۳۲۹] سے آئی ہے۔ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ العباس اور ان کی زوجہ ایک مدت سے اسلام کے حامی تھے، اگرچہ انھوں نے کھلم کھلا بدر کے دن تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، اس طرح کی ایک اور روایت کی سند العباس کے ایک مولیٰ تک پہنچتی ہے[۳۳۰]۔ اس کا امکان کہ محمد بن اسحاق نے یہ روایات اپنی کتاب میں عباسیوں کو خوش کرنے کے لیے داخل کی ہوں، نہیں ہے، اس لیے کہ ان کے مدنی شاگرد ابراہیم بن سعد نے، جن کا پہلے نام لیا جا چکا ہے، یہ قول نقل کیا ہے کہ العباس نے قید ہونے کے بعد اپنے بھتیجے کی نبوت کا اقرار کر لیا تھا[۳۳۱]۔ لیکن

Marfat.com

ابن اسحاق کے یہ اقوال خواہ پہلی بار اُس وقت کتاب میں داخل کیے گئے ہوں جب وہ اپنا وطن ترک کر کے نکلے ہیں، انھوں نے یہ نہیں کیا کہ العباس کے رول کو سرسری طور پر بیان کر دیں، جیساکہ بعد میں ابنِ ہشام اور الواقدی نے کیا ہے۔

ابن اسحاق کی کتاب کا نام "کتاب[۳۳۲] المغازی" ہے اور یہ فی الاصل تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے یعنی "المُبتدا ر" "المبعث" اور "المغازی"[۳۳۳]۔ اس لیے کہ اس میں اسلام سے پہلے نبوت کی تاریخ بھی ہے اور رسول اللہؐ کے ایام شباب اور آپ کی مکی زندگی کی تفصیل بھی بیان ہوئی ہے آخر میں مدنی زندگی کا حال ہے۔ یہ کتاب ہمارے پاس اپنی اصلی اور مکمل صورت میں نہیں آئی ہے اس کا ایک مخطوطہ قسطنطنیہ کی کوپرولو لائبریری Kuprulu Library میں محفوظ ہے اور کتب خانے کی وضاحتی فہرست دیکھنے والے کو یہ مغالطہ ہو سکتا ہے کہ یہ مخطوطہ 'کتاب المغازی' کو اصلی شکل میں پیش کرتا ہے، مگر میں نے اس کا بغور معائنہ کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ بھی ابن ہشام ہی کا نسخہ ہے۔ یہ نسخہ وستنفیلڈ ایڈیشن (گوتنجن Gottingen ۱۸۵۹ء) اور طبع بولاق[۳۳۴] کی صورت میں عام طور پر دستیاب ہے۔ الطبری اور دوسرے مورخوں کے ہاں ابنِ اسحٰق کے جو اقتباسات ملتے ہیں اُن کا تقابلی مطالعہ نسخۂ ابن ہشام سے کیا جائے تو ہمیں کتاب کی اصلی صورت کا اندازہ کرنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ ابن ہشام (متوفی ۲۱۸ھ) جس نے ابن اسحاق کے بلاواسطہ راوی البکائی (متوفی ۱۸۳ھ) سے روایت کی ہے، اپنے مقدمے[۳۳۵] میں خود لکھتا ہے کہ اس نے ابن اسحاق کی کتاب میں اپنی طرف سے کیا تبدیلیاں کی ہیں۔ چنانچہ اس نے آدم سے ابراہیم تک اہل کتاب

Marfat.com

کی تاریخ کو خارج کر دیا ہے' اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سوائے رسول اللہؐ کے اجداد کے اور کسی کا تذکرہ اخذ نہیں کیا اسی طرح اُس نے ابن اسحاق کی اُن روایتوں کو ترک کر دیا ہے جن میں رسول اللہؐ کا تذکرہ نہیں ہے، یا جن کی طرف قرآن کوئی اشارہ نہیں کرتا' یا جن میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے ابن اسحاق کی دوسری روایات کی تائید ہوتی ہو' یا کسی نکتے کی شرح ہو' یا کوئی اور مناسبت پائی جاتی ہو۔ یہ سب حذف کرنے کا مقصد کتاب کو مختصر کرنا تھا۔ مگر بعض محذوفات کے دوسرے اسباب بھی ہیں۔ مثلاً اس نے وہ قصائد ترک کر دیے ہیں جن کے بارے میں علمائے شعر نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اسی طرح جن واقعات سے کسی کی دل آزاری ہو سکتی تھی وہ بھی نکال دیے گئے' یا جن باتوں سے کسی پر الزام عائد ہوتا تھا انھیں بھی باقی نہیں رکھا گیا اور آخری بات یہ کہ ان روایتوں کو بھی شامل نہیں کیا گیا جو اگرچہ ابنِ اسحٰق کے ہاں موجود تھیں مگر البکائی نے ان سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا۔ ابنِ ہشام نے اس میں بہت سی تصحیحات کی ہیں۔ انساب اور لغت سے متعلق موضوعات پر مفید اضافے کیے ہیں اور ایسے مواقع پر بتا بھی دیتا ہے کہ یہ اُس کا اضافہ ہے' لیکن اس نے ابن اسحاق کے متن میں کوئی تغیر نہیں کیا۔ اس کی تلخیص میں صرف انھیں مواقع پر توجیہی اشارات ملتے ہیں جہاں اس نے کوئی عبارت حذف کر دی ہے۔ ابنِ اسحاق کی اصلی کتاب کے جو اقتباسات دوسری کتابوں میں ملتے ہیں اور ابنِ ہشام نے ترک کر دیے ہیں اُن کی مدد سے ہم حذف شدہ حصوں کی بازیافت کر سکتے ہیں' اس طرح نسخۂ ابن ہشام کا خلا بڑی حد تک پُر ہو جاتا ہے۔ الطبری نے اپنی تاریخ ہی میں نہیں، تفسیر میں بھی انبیاے بنی اسرائیل سے متعلق ابن اسحاق کے طویل اقتباسات بکثرت نقل کر دیے

Marfat.com

ہیں۔ اسی طرح الازرقی نے مکہ کی تاریخ قدیم پر ابن اسحاق کا جا بجا حوالہ دیا ہے اور وہ عبارتیں نقل کی ہیں جو ابن ہشام کی تلخیص میں موجود نہیں ہیں۔ ابن ہشام کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس 'المبتدا' والے حصے کو چھوڑ کر دوسرے حصوں میں برائے نام کٹوتی ہوئی ہے۔ اس موقع پر ہمیں سب سے بڑھ کر الطبری سے مدد ملتی ہے کہ ہم ابن ہشام کے محذوفات کی بازیافت کر سکیں۔ مثلاً اس نے بدر میں العباس کی گرفتاری کا حال درج کیا ہے[۶۳] جو ابن ہشام نے "بعض لوگوں" کے خوف سے نکال دیا تھا، جیسا کہ ہم ابتدا میں اشارہ کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ "لوگ" عباسی حکمران ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم اس مواد کا بغور مطالعہ کریں جو اقتباسات کی شکل میں دوسری تاریخوں میں محفوظ ہے اور ابن ہشام کے نسخے میں نہیں ملتا تو ابن اسحاق کی اصل کتاب کا خاکہ کچھ اس طرح کا تیار ہوتا ہے۔

(الف) تاریخ ماقبل اسلام۔ 'المبتدا'۔ جسے چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان میں پہلا حصہ ابتدائے آفرینش سے حضرت عیسیٰ تک وحی و رسالت کی تاریخ ہے اور اس سے ابن ہشام نے سب سے زیادہ حذف کیا ہے۔ چونکہ ہر موقع پر ابن اسحاق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ واقعات تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع ہوں، اس نے اس فصل میں بھی ایسے حسابات لگائے ہیں۔ اس میں وہب بن منبہ کی روایات اور ابن عباس کی روایات کی طرف خاص توجہ کی گئی ہے۔ یہودی اور مسیحی مصنفوں کے اقوال 'کتاب مقدس (توراۃ)' کے اقتباسات اور قرآنی آیات کے حوالے بکثرت دیے گئے ہیں رجال توراۃ کے علاوہ قدیم عرب اقوام میں سے عاد و ثمود کا ذکر ہے، جن کی طرف خدا نے انبیاء بھیجے تھے، جیسا کہ قرآن میں بتایا گیا ہے۔ ساتھ ہی طسم و جدیس کا

Marfat.com

بیان بھی کیا ہے، جن کا قرآن نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ "المبتدار" کی دوسری فصل جس پر کچھ مواد ابن ہشام کے نسخے میں محفوظ ہے[۳۷] اور جس کی تکمیل تاریخ طبری کی مدد سے کی جاسکتی ہے[۳۸]، وہ عہد جاہلیت میں یمن کی تاریخ ہے۔ قرآن کے مطالعے نے یمن کی تاریخ سے علمار کی دلچسپی پہلے ہی بڑھا دی تھی، سورۃ ۸۵ میں "اصحاب الاخدود" کا بیان ہے، اس سے ہمارے علمار اس طرف متوجہ ہوئے کہ یمن میں عیسائیت اور یہودیت کے فروغ کا زمانہ تحقیق کریں، کیونکہ تفاسیر ماثورہ کہتی ہیں کہ ان آیات میں یہودی بادشاہ ذونواس کے سقوط کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح "اصحاب الفیل" (سورۃ ۱۰۵) کا مطالعہ کرتے ہوئے یمن کے حبشی گورنر ابرہہ کی فوج کی تفصیلات درکار تھیں، جو خدا کے حکم سے کعبہ کو ڈھانے کی اپنی اسکیم میں ناکام ہوگیا تھا۔ مبتدار کا تیسرا حصہ عرب قبائل اور ان کی اصنام پرستی[۳۹] سے بحث کرتا ہے، اور جو کتے ہیں رسول اللہؐ کے قریبی اجداد اور اہلِ مکہ کے رسوم و عقائد[۴۰] سے بحث کی گئی ہے بحیثیت مجموعی "المبتدار" کے حصے میں اسناد نہیں ہیں۔ اس کی پہلی فصل میں کہیں کہیں پائی جاتی ہیں۔

(ب) المبعث۔ اس حصے میں رسول اللہؐ کی مکی زندگی، آپ کی ہجرت اور شاید مدنی زندگی کے پہلے سال کی مہمات کا بیان ہوتا ہے اس جزد میں اسانید کی تعداد بڑھ جاتی ہے، اور ابن اسحاق زیادہ تر اپنے مدنی اساتذہ کے حوالے سے روایات درج کرتا ہے۔ انھیں وہ تاریخی ترتیب کے ساتھ پیش کرتا ہے اور آغاز میں انفرادی روایات کے بیشتر مشمولات کا خلاصہ بھی دے دیتا ہے۔ اسی حصے میں اُن اخبار کے علاوہ جو سند کے ساتھ یا بغیر سند کے پیش کیے گئے ہیں، ایک ایسی دستاویز بھی ملتی ہے جسے صرف ابن اسحٰق

Marfat.com

نے شامل کیا ہے اور زمانۂ مابعد کے کسی مغازی نویس نے نہیں لیا ہے۔ یہ رسول اللہؐ کا وہ معاہدہ ہے جو آپ نے مدنی قبائل سے کیا تھا، اور جسے مدینے کا "سماجی ضابطہ" کہا گیا ہے[۴۱]۔ اس کے علاوہ مختلف فہرستوں کا ایک سلسلہ ہے[۴۲] جس میں پہلے ایمان لانے والوں کی فہرست، حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے نام، انصار میں سے پہلے مسلمان ہونے والوں کی فہرست العقبۃ کی دونوں بیعتوں میں شرکت کرنے والوں کی فہرست، اُن مہاجرین وانصار کی فہرست جنھوں نے مہاجرین کا مدینے میں استقبال کیا تھا، اور اُن لوگوں کے نام جن سے رسول اللہؐ نے مؤاخاۃ کا رشتہ قائم کیا تھا، یہ سب شامل ہیں۔

(ج) المغازی۔ یہ رسول اللہؐ کی مدنی زندگی کی تاریخ ہے، جس میں مشرکینِ عرب سے پہلی جنگ سے لے کر آنحضرتؐ کی وفات تک کے حالات آجاتے ہیں۔ اِس حصّہ میں شروع سے آخر تک غزوات ہی کا بیان ہے، بس آپ کے آخری مرض اور وفات کا حال قدرے تفصیل سے آجاتا ہے۔ یہاں باضابطہ اسناد کی پابندی ہوتی ہے۔ ابنِ اسحاق کے رُواۃ اُس کے مدنی شیوخ ہیں، جن میں نمایاں حیثیت الزہری، عاصم بن عمرؓ اور عبداللہ بن ابی بکر کی ہے، جن سے ابن اسحاق تاریخی ترتیبِ واقعات میں بھی بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔ ان حضرات سے اخذ کیے ہوئے مواد میں ابنِ اسحاق نمایاں اضافے بھی کرتا ہے، یہ اضافات کچھ تو وہ اخبار ہیں جو اُسے دوسرے ذرائع سے دستیاب ہوئے اور کچھ اُن حوادث میں حصّہ لینے والے مردوں اور عورتوں کے رشتہ داروں کے اقوال ہوتے ہیں[۴۳]۔ غزوات کا حال لکھنے میں ابن اسحاق ایک مقررہ ضابطے کی پابندی کرتا ہے، ابتدا میں وہ واقعہ کی تلخیص پیش کرتا ہے

Marfat.com

جس میں کُل بنیادی امور کا احاطہ ہوتا ہے، پھر اپنے ثقہ اُستادوں کے بیانات سے مرتب کی ہوئی ایک مجموعی رپورٹ درج کرتا ہے پھر اُس بنیادی واقعہ سے متعلق وہ انفرادی روایات بیان کر کے اس خبر کی تکمیل کر دیتا ہے جو اس نے دوسرے ذرائع سے فراہم کی ہوں[۴۴]۔ مغازی میں بھی فہرستیں بکثرت شامل ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس نے بدر میں لڑنے والوں، زخمی اور گرفتار ہونے والوں، اُحد میں شہید ہونے والوں، اور غزوۂ خندق، خیبر، مُوتہ اور طائف میں شہادت پانے والوں اور حبشہ سے واپس آنے والے مہاجروں کی فہرستیں دی ہیں۔

فیوک (Fück) نے ابنِ اسحاق کے پندرہ شاگردوں[۴۵] کی فہرست بنائی ہے، جن کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ انھوں نے ابن اسحاق کی کتاب 'المغازی' سے روایت کی تھی۔ ان میں سے ایک ابراہیم بن سعد ہیں، جن کا نام پہلے بھی آچکا ہے، یہ مدینے کے باشندے تھے۔ باقی سب شاگردوں نے سیرۃ النبی سے متعلق ابنِ اسحاق کی اس کتاب کو کوفہ، رَے یا بغداد میں حاصل کیا۔ اِن روایتوں میں سب سے زیادہ مشہور نسخہ البکائی کا ہے جس پر ابن ہشام نے اعتماد کیا ہے۔ الطبری کے بہت سے اقتباسات کی روایت سلمہ بن الفضل (متوفی ۱۹۱ھ) تک پہنچتی ہے۔ ایک خط سے جو از راہِ کرم مسٹر ایف کرنکو F. Krenkow نے میرے پاس بھیجا ہے، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حاکم نیشاپوری کی 'مُستدرک' میں جو اب حیدر آباد سے چھپ گئی ہے، مغازی سے متعلق ایک خاص فصل ہے جس میں ابن اسحاق کی کتاب کے متعدد اقتباسات ہیں، اور اُن میں سے بیشتر یونس بن بکیر (متوفی ۱۹۹ھ) کے نسخے سے لیے گئے ہیں۔ ایسا ہی ابن الاثیر نے اسد الغابۃ میں اور ابن حجر

Marfat.com

نے الاصابۃ میں کیا ہے۔ ابن اسحاق کے سب سے آخری اقتباسات بظاہر ابن حجر کے یہاں محفوظ ہیں لیکن ابن ہشام کی تلخیص کے عام طور پر شائع ہو جانے کی وجہ سے بہت پہلے سے اصل کتاب کی ضرورت کا احساس ختم ہو چکا تھا، چنانچہ الیعقوبی (متوفی تقریباً ۳۰۰ ھ) اسی تلخص ابن ہشام کے اقتباسات دیتا ہے۔[۳۴۷]

ابن اسحاق کے شیوخ میں سب سے اہم شخصیت الزہری کی ہے۔ ان دونوں کے درمیان جوار تباط تھا اس کا اظہار کبھی کبھی اسانید کے الفاظ میں ہوتا ہے مثلاً: وہ کہتا ہے: "حَدَّثَنِی محمد بنُ مُسلم الزُّهریُ" یا "سألتُ ابنَ شِهاب الزُّهری" یا "حَدَّثنی الزُّهرِیُ... قَد جَمعتُ لکَ الَّذِی حَدَّثَنِیَ القَومُ"[۳۴۸] ابنِ اسحاق نے الزہری کو ایک دستاویز بھی بھیجی تھی جو اُسے مصر میں یزید بن حبیب سے ملی تھی۔ یہ اُن وفود سے متعلق تھی جو رسول اللہؐ نے مختلف حکمرانوں کی طرف سفارتی مشن پر بھیجے تھے۔ ابنِ اسحاق اس دستاویز کے مشمولات کی تصدیق الزُّہری سے کرانا چاہتے تھے۔[۳۴۹]

ابنِ اسحاق کے شیوخ میں الزُّهرِی، عبداللہ بن ابی بکر، اور عاصم بن عمر کے علاوہ بھی کچھ حضرات ہیں، جن میں عبداللہ بن الزّبیر کے حامیوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ابن اسحاق نے عروۃ بن الزبیر کے مولیٰ یزید بن رُومان[۳۵۰] ہی سے عُروۃ کی روایات اخذ نہیں کیں بلکہ آل زبیر کے دوسرے موالی[۳۵۱] سے بھی بہت استفادہ کیا ہے۔ خاندانِ زبیر کے دوسرے افراد مثلاً عُروۃ کے دونوں بیٹے یحییٰ اور ہشام،[۳۵۲] یا عُروۃ کے بھتیجے عمر بن عبداللہ[۳۵۳] اور محمد بن جعفر[۳۵۴] اور یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بھی[۳۵۵] اُس کے شیوخ میں شامل ہیں۔

جس طرح ابنِ اسحاق نے حدیث اور تفسیر میں علمائے اسلام سے

Marfat.com

استفادہ کیا (اور اس میدان میں اس کے سب سے بڑے استاد ایک مولیٰ، محمد بن ابی محمد[۳۵۶] تھے) یا ان سے مغازی کی تعلیم حاصل کی، اسی طرح اس نے یہودیوں، عیسائیوں اور پارسیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے لیے غیر مسلم عالموں کی مدد بھی حاصل کی۔ چنانچہ وہ اپنے رُواۃ میں "بعض اَھلِ العلم مِن اَھلِ الکتاب الاَوّل" (بعض یہودی علماء) کا حوالہ دیتا ہے، کبھی انھیں "اَھلُ التّوراۃ" کہتا ہے، کہیں عجمیوں کی تاریخ کے جانکاروں کو "من یَسُوق الاحادیثَ عنِ العَجَم[۳۵۷]" کہہ کر یاد کرتا ہے۔ بظاہر علمائے مدینہ میں وہ پہلا شخص ہے جس نے ان لوگوں کے اقوال کو قبول کیا ہے اور بعد میں اس بات پر اُسے مطعون بھی کیا گیا۔ جنوبی عرب میں وَہَب بن منبّہ نے ابن اسحاق سے پہلے اسی طرح کے غیر اسلامی اخبار بے تکلف جمع کیے تھے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ اہل کتاب کے قصّوں میں ابن اسحاق نے متعدد مواقع پر وَہَب بن منبّہ کا حوالہ دیا ہے! اور اُسے وہب کی روایات المُغیرۃ بن ابی زُبید[۳۵۸] کے واسطے سے ملی ہیں۔ وہب کے بعد ابن اسحاق قدیم ترین عرب مصنّف ہے جس نے توراۃ اور انجیل کی عبارتیں لفظی ترجمہ کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ چنانچہ وہ کتاب پیدائش (۵۰/ ۲۲) کے فقرے یہ کہہ کر درج کرتا ہے[۳۵۹] "وفی التوراۃ" اسی طرح کتاب پیدائش (۴/ ۹ - ۱۶) کا حوالہ "وَیزعَمُ اَھلُ التّوراۃ[۳۶۰]" کہہ کر دیتا ہے۔ یوحنّا (۱۵/۲۳) کی عبارت کے ساتھ لکھتا ہے: "مِمّا اَثبتَ یوحنّس الحَواری[۳۶۱]" (یہ John the Evanagelist کی عبارت ہے)۔ لیکن جہاں ابنِ اسحاق نے برقلیطس اغریقی (Greek Paraclete) کی جگہ مَنحمنّا (Manahhamana) کا نام لکھ دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے

Marfat.com

کہ یہ فقرے اُسے اُس ترجمے کے مطابق ملے ہیں جسے (Palesti-nian-Christian) "فلسطینی مسیحی" کہا جاتا ہے[۳۶۲]۔

بعض شجرہ ہائے نسب سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب مقدس کے عین مطابق ہیں مثلاً: اولادِ اسمٰعیل کا شجرۂ نسب کتاب پیدائش (۲۵/ ۱۳-۱۶) سے حرف بحرف مطابقت رکھتا ہے[۳۶۳]۔

ابنِ اسحاق بعض فہرستیں، خطوط اور دستاویزیں بھی عموماً بغیر اسناد کے درج کرتا ہے۔ یہ اُسے اُن کتابوں سے حاصل ہوئی ہوں گی جو اُس کی دسترس[۳۶۴] میں تھیں۔ عبداللہ بن ابی بکر اس کے استاد تھے جن کے خاندان میں رسول اللہؐ کا وہ خط محفوظ تھا جو انھیں یمن بھیجتے وقت دیا گیا تھا، اور جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ (ملاحظہ ہو: باب دوم) انھیں عبداللہ نے رسول اللہؐ کے وثائق کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا اور ان دستاویزوں کو ابنِ اسحاق ہمیشہ اُن کے ہی حوالے[۳۶۵] سے درج کرتا ہے۔ ایک دستاویز اس کے مصری شیخ یزید بن حبیب کے حوالے[۳۶۶] سے بھی ملتی ہے۔

ابنِ اسحاق کے پیش رَو حضرات نے اپنے مجموعوں میں نثری دستاویزوں اور اخبارات کے ساتھ پہلے ہی سے اشعار کی آمیزش شروع کر دی تھی، مگر جہاں تک ہمیں علم ہے جتنی کثرت سے اشعار کا استعمال ابنِ اسحاق نے کیا ہے متقدمین میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ الفہرست کا مؤلف ابن الندیم کہتا ہے[۳۶۷]: "ویُقالُ کان یُعمَل لہ الأشعارُ ویُؤتی بہا ویُسأل أن یُدخِلَہا فی کِتابِہ فی السّیرۃ فیَفعَل. فضمّنَ کِتابَہ مِنَ الأشعارِ ما صارَ بہ فضیحۃً عِندَ رُواۃِ الشِّعر۔" (کہا جاتا ہے کہ ابن اسحٰق کے لیے اشعار گھڑے جاتے تھے پھر اس کے پاس لائے جاتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ انھیں اپنی کتاب سیرۃ میں شامل کرے

Marfat.com

اور وہ کرلیتا تھا چنانچہ اس کی کتاب میں ایسے اشعار آگئے جن سے رُواۃِ شعر رسوا ہوگئے[۳۵]
اس سے پہلے محمد بن سلام الجمحی[۳۶] (متوفی ۲۳۱ھ) بھی ابن اسحاق پر نکتہ چینی کرچکا ہے اور کہتا ہے کہ ابنِ اسحاق اپنی صفائی میں یہ کہتے ہیں کہ میں شعر کا نقاد تو ہوں نہیں، لوگ جو کچھ مجھے دیتے ہیں اُسے قبول کرلیتا ہوں لیکن یہ تو عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہے، کیونکہ ابنِ اسحاق نے اپنی روایات میں ایسے مردوں اور عورتوں کی زبان سے شعر پڑھوا دیے ہیں جنھوں نے زندگی میں ایک مصرع بھی موزوں نہ کیا ہوگا۔ ان میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہی ہے۔ اِسی پر بس نہیں کیا بلکہ عاد اور ثمود کے قصائد نقل کیے ہیں اور یہ نہ سوچا کہ ان اقوام کو صفحۂ ہستی سے مٹے ہوئے بھی ہزاروں سال ہو چکے، اتنے طویل زمانے تک کن لوگوں نے اِن اشعار کو زبانی یاد رکھا ہوگا؟ الطبری نے اپنی تاریخ[۳۷] میں ابن اسحاق کے حوالے سے عاد و ثمود کے زمانے کے کچھ قصائد نقل کیے ہیں۔ اور ابن ہشام یہ صراحت کرتا ہے کہ ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں زیادہ تر ایسے قصائد درج کیے ہیں جن سے علمائے شعر ناواقف ہیں اور خود ابن اسحاق شاذ ہی ان راویوں کا نام ظاہر کرتا ہے جن سے یہ اشعار اسے ملے ہیں۔ مدنی زندگی کے بعض حوادث سے متعلق اشعار اسے اپنے استاد عبداللہ بن ابی بکر سے ملے ہیں[۳۸]، جیسا کہ وہ خود ہی اظہار کرتا ہے۔ لیکن عبدالمطلب کی لڑکی کا ایک مرثیہ جو اُس نے اپنے باپ کی وفات پر لکھا تھا اور جسے ابن اسحاق نے تمام و کمال نقل کیا ہے اس کے بارے میں ابن ہشام یہ وضاحت[۳۹] کرتا ہے "وَلَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالشِّعْرِ يَعْرِفُ هٰذَا الشِّعْرَ إِلَّا أَنَّهُ لَمَّا رَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ السَّعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ كَتَبْنَاهُ" (مجھے کوئی عالمِ شعر ایسا نہیں ملا جو اِن اشعار سے واقفیت کا مدّعی ہو مگر چونکہ ابن اسحٰق

Marfat.com

نے ان کی روایت سعید بن المسیب کے بیٹے محمد کے نام سے کی ہے اس لیے یہاں درج کر لیے گئے ہیں"۔ یہاں اگر ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ یہ اشعار اس مدنی فقیہ کے بیٹے نے صرف روایت ہی نہیں کیے بلکہ وہی ان کے خالق بھی ہو سکتے ہیں تو کچھ غلط نہ ہوگا اگر ان کے والد کو ان شعروں کا مؤلف نہ بھی سمجھا جائے جنھیں شعر و شاعری سے خصوصی اور گہرا تعلق تھا۔[۴۲]

اب سوال یہ ہے کہ اس طرح جو اشعار داخل کر لیے گئے ہیں انھیں کیسے پرکھا جائے اور کیا ابنِ اسحاق پر الجمحی کی تنقید درست ہے؟ بہت سے قصائد جو ابنِ اسحاق نے اپنے یہاں درج کیے ہیں اور خصوصاً وہ جو مدنی حوادث سے متعلق ہیں، ان کی صحت پر شک کرنے کی کوئی معقول وجہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ ان کا بڑا حصہ ابن ہشام کے زمانے تک علمائے شعر کے نزدیک مستند سمجھا جاتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ خود ابنِ اسحاق ان قصائد کے بڑے حصے کو علی الاطلاق مشتبہ نہ سمجھتا ہو البتہ اُس نے علمائے شعر کی طرح ان کے استناد کو پرکھنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی، اور نہ اس مسئلے کو اس سے زیادہ اہمیت ہی دی۔ جہاں اس نے ان اشعار کا درج کرنا مناسب سمجھا انھیں شامل کر لیا، ایک تو اس سبب سے کہ اشعار سے قصہ میں رنگینی پیدا ہوتی تھی اور دوسرے اس لیے کہ پرانے داستان سراؤں کی روایت بھی تھی کہ وہ قصہ میں جا بجا اشعار شامل کر دیا کرتے تھے۔ "سیرۃ نبوی میں شعری اقتباسات"[۴۳] کے عنوان سے اپنے ایک مضمون میں ہم نے بتایا تھا کہ ایسے اقتباسات ایام العرب اور اسلامی غزوات کی روایتوں میں بھی بکثرت ملتے ہیں بلکہ سیرۃ ابن اسحاق کی طرح ان میں شاعرانہ معرکہ آرائیوں کا ذکر بھی ہے، جن میں دو متحارب قبیلوں کے شاعر ایک دوسرے کی ہجوگوئی کرتے

Marfat.com

ہیں اور دوسرا شاعر پہلے فریق کو اسی بحر و قافیہ میں جواب دیتا ہے۔ عہد جاہلی میں ہمیں اَوس و خزرج کی لڑائیوں کا حال بھی معلوم ہے، جن میں شاعر اپنے قبیلے کے ترجمان کا رول ادا کرتا ہے؛ یہی معاملہ بعد کو مغازی میں ملتا ہے (مثلاً حسان بن ثابت اور عبداللہ بن رواحہ)۔ ابن اسحاق نے ان قصائد کے درج کرنے میں غیر معمولی جانب داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ رسول اللہؐ کے دشمنوں کے ہجویہ اشعار بھی بے تکلف لکھ جاتا ہے بلکہ بعض مواقع پر ابن ہشام کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ زیادہ تیکھے اشعار کو کچھ دھیما بنا دے۔ یہاں اس بات پر زور دینا بھی ضروری ہے کہ یہ نظمیں لازماً بیانیہ انداز کی نہیں ہیں؛ اگرچہ ان میں بکثرت حوالے نثری روایات و اخبار کے پائے جاتے ہیں اور یہ صرف ابن اسحٰق کی درج کردہ نظموں ہی کا حال نہیں ہے بلکہ ابتدائی دَور کے تمام مورخوں اور راویوں کے بارے میں علی الاطلاق درست ہے۔ یہ اشعار رزمیہ سے زیادہ غنائی رنگ کے ہوتے ہیں، اور خود راوی کی تصنیف نہیں ہوتے بلکہ یا تو اُن حوادث میں حصہ لینے والا کوئی کردار ان کی تخلیق کرتا ہے، کبھی خود ہیرو یا اس کے قبیلے کا اور کوئی فرد ان اشعار کا خالق ہوتا ہے، اور وہ اُس مخصوص حادثے سے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتا ہے۔ کبھی یہ اشعار عورتوں کی زبان سے بھی ادا کرائے جاتے ہیں؛ خصوصاً جب کسی کی موت پر ماتم کرنا مقصود ہوتا ہے اور ابن اسحاق شاید پہلا مؤلف ہے جس نے بعض حوادث سے متعلق کثیر منظوم مواد کو متعلقہ فصل کے آخر میں یکجا بھی کر دیا ہے، جب کہ دوسرے مواقع پر وہ بھی قدیم قصہ گویوں کی طرح نثر میں اشعار کا پیوند لگاتا جاتا ہے۔[۳۴]

ابن اسحاق کو اپنے شیوخ سے جو روایات ملیں اُن میں اُس نے اپنی جمع کی ہوئی بہت سی روایتیں اور اقوال شامل کر کے سیرۃ نبوی کو بہت

Marfat.com

سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ اپنی اس پیش کش میں وہ ناموں کی فہرستیں متعلقہ دستاویزیں، اور اشعار بھی شامل کرتا جاتا ہے۔ ان میں بھی کچھ مواد اُسے اپنے استادوں سے پہنچا تھا، اور کچھ اُس نے بطورِ خود جمع کیا تھا۔ یہ ترتیب و تنظیم بجائے خود ایک بڑا کام ہے؛ چاہے ابنِ اسحاق سے پہلے کچھ اور لوگوں نے بھی یہ کام کیا ہو، تب بھی اُسے اس لحاظ سے اوّلیت کا شرف حاصل رہے گا کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف ادوار کو نہ صرف ایک تناسب کے ساتھ اپنی تالیف میں پیش کیا ہے بلکہ انبیاء سابقین کے حالات شامل کر کے سیرۃ کے موضوع میں وسعت پیدا کر دی، اور اُسے تاریخ رسالت بنا دیا جہاں تک اس مواد کی ترتیب کا تعلق ہے، ابنِ اسحاق نے مختلف انفرادی روایات کو بڑی خوش اسلوبی سے باہم مربوط کیا ہے اور اُن کے آغاز میں ایسی مختصر عبارتیں درج کر دی ہیں جن میں اُن روایات کے مطالب کا خلاصہ آجاتا ہے[375]۔ دوسرے یہ کہ وہ اکثر مختلف راویوں کی متعدد خبروں کو ملا کر ایک عمومی روایت تیار کر لیتا ہے، ایسا ہی پہلے اُس کے استاد الزہری نے بھی اکثر احوال میں کیا ہے۔

ابنِ اسحاق کی جمع کردہ روایات کے پایۂ استناد کے بارے میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ وہ خود بھی اکثر مواقع پر "فِیمَا یَزْعُمُوْنَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ" (اور لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے) جیسے معترضہ جملے لکھ کر اپنے شک کا اظہار کر دیتا ہے۔ لیکن ادبی حیثیت سے اس کتاب کو ایک بلند مرتبہ حاصل ہے اور اس لحاظ سے اس کی قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ عربی نثر کی اُن قدیم ترین کتابوں میں سے ہے جو دستبردِ زمانہ سے بچ بچا کر ہم تک پہنچی ہیں۔

Marfat.com

"الفہرست" میں ایک "کتاب الخلفاء" ابن اسحاق سے اور منسوب ہوئی ہے[273] اور الطبری نے اپنی تاریخ میں خلفائے راشدین کے حالات بیان کرتے ہوئے ابنِ اسحاق کو اکثر بطورِ سند پیش کیا ہے۔ بظاہر اس نے مغازی فراہم کرنے کا خصوصی اہتمام کیا تھا اور پھر انھیں تاریخ وار مرتب کیا، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس دور کے دوسرے حوادث مثلاً: حضرت عثمان کے خلاف بغاوت، کے بارے میں بھی ابن اسحاق نے مواد جمع کیا تھا۔ اس سے ایسے اخبار بھی روایت کیے گئے ہیں جو عہدِ اُموی کے متفرق حوادث سے علاقہ رکھتے ہیں، لیکن جو اقتباسات محفوظ رہ گئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ اُن کی مدد سے ہم ابنِ اسحاق کی "کتاب الخلفاء" کا خاکہ دریافت کریں یا اُس کے موضوع کی نوعیت سمجھ سکیں۔

حوالہ جات:

۲۶۵- ابن حجر: تہذیب ۱۰/ ۳۶۰ - الذہبی (تحقیق: فیشر) ۱/ ۴۳۷

۲۶۶ - ابنِ سعد: ۵/ ۲۲۱

۲۶۷ - ابنِ حجر: ۳۶۲

۲۶۸ - الطبری: ۲/ ۸۲،

۲۶۹ - ابنِ حجر: ۳۶۲ - الذہبی: ۴۳۸

۲۷۰ - ابنِ حجر: ۳۶۲ - الذہبی: ۴۳۸ - البُخاری (تاریخ) ۱۹۶

۲۷۱ - ابنِ حجر: ۳۶۱ -

۲۷۲ - ابن سعد: ۵/ ۳۱۰ نیز

Sachau (E) : Das Berliner Fragment des Musa ibn Uqba (Sitzungsberichte der Preussichen Akademie der Wissenchaften. 1904.) (یعنی بروسیہ کی علمی اکادمی کی سالانہ روداد ۱۹۰۴ء)

۲۷۳ - تحقیقِ وستنفیلڈ ۴/ ۱۰۰۸ نیز دیکھیے: ۳/ ۸۷۲

Marfat.com

۲۷۴۔ تاریخ الخمیس ۲/ ۶۰۔ نیز دیکھیے: ۱/ ۵۳۹

۲۷۵۔ ابنِ حجر: ۳۶۱

۲۷۶۔ ابنِ حجر: ۳۶۲

۲۷۷۔ ابنِ سعد: ۲/۱۔ ۳/۱

۲۷۸۔ یہ ہم شرحبیل کے حالات میں لکھ چکے ہیں کہ انھوں نے ایسی کوئی فہرست تیار نہیں کی تھی۔ (حسین نصّار)

۲۷۹۔ ابنِ حجر: ۳۶۱

۲۸۰۔ دیکھو ترجمۂ لہوزن ۸۰۔ ۳۴۴۔ ۴۰۳۔

۲۸۱۔ ابنِ سعد: ۳/ ۲۴۱۔ ۸/ ۱۰، ۱۱، ۱۷۱، ۱۹۰، ۱۹۱۔ ان حوالوں کے لیے اور ابن سعد کے یہاں مذکور دوسرے راویوں کے حوالے کے لیے، میں ہرڈاکٹر گوتشلک Herr. Dr. W. Gottschalk کا ممنون ہوں جنھوں نے لطفاً اپنے قلمی انڈکس سے انھیں نقل کرکے بھیجا۔ (ج۔ ہ)

۲۸۲۔ ابنِ سعد: ۵/ ۲۸۳۔ البلاذری: (تحقیق: اہلورڈ ۲۳۰)

۲۸۳۔ کتاب الاغانی: ۳/ ۱۶

۲۸۴۔ الطبری: ۲/ ۱۲۳۱

۲۸۵۔ ابنِ سعد: ۵/ ۲۱۶

۲۸۶۔ البلاذری: (تحقیق: دی غویہ) ۳/ ۸

۲۸۷۔ تاریخ الخمیس: ۱/ ۵۳۹

۲۸۸۔ ابنِ سعد: ۳/ ۲۴۱

۲۸۹۔ ابنِ حجر: ۲۴۳

۲۹۰۔ ایضاً: ۲۴۳

۲۹۱۔ البخاری (تاریخ) ۱۱۸۔ ابنِ سعد: ۷۔ ۲/ ۲۔ النوَوی: ۵۶۹

۲۹۲۔ ابنِ حجر: ۲۴۳

۲۹۳۔ ابنِ حجر: ۲۴۳۔ النوَوی: ۵۶۹

۲۹۴۔ ابنِ حجر: ۲۴۳۔ النووی: ۵۶۹۔ ابنِ قتیبہ، المعارف ۲۵۳۔ ابن سعد: ۵/ ۲۹۷

Marfat.com

۲۹۵- النّووی : ۵۶۹

۲۹۶- ابنِ حجر : ۴۴۵ - النّووی : ایضاً

۲۹۷- ابن سعد: ۵/ ۳۹۷

۲۹۸- ابن حجر: ۲۴۵ - الطبری: ۳/ ۲۵۲۲

۲۹۹- ابنِ سعد: ۵/ ۳۹۷ - ابن حجر: ۲۴۵

۳۰۰- ابنِ سعد: ۵/ ۳۹۷

۳۰۱- ابنِ حجر: ۲۴۵

۳۰۲- تحقیق : فلوجل (یہاں انھیں غلطی سے کوفی بتایا گیا ہے) ص ۹۴

۳۰۳- البلاذری: (تحقیق: دی غویہ) ۲۲

۳۰۴- النّووی : ۵۶۹

۳۰۵- ابن رُستہ: ۶۳ Bibliotheca Geographorum Vol. III
یعنی مکتبہ جغرافیہ ج ۳ - اس میں عہد جاہلی کے یثرب کی تاریخ سے متعلق اخبار محفوظ ہیں۔)

۳۰۶- تحقیق : فلوجل ۲۲۸

۳۰۷- ابنِ سعد : ۷ ب/ ۹۷

۳۰۸- الطبری ۱/ ۲۱۲۲ - البلاذری: (تحقیق: دی غویہ) ۲۴۷ - فیوک: ۲۷ - توضیح ۲۔

۳۰۹- القسطلانی : ۴/ ۳۲۸

۳۱۰- یاقوت : (تحقیق: مارگولیتھ ۶/ ۴۰۰) الفہرست ۹۲

۳۱۱- یاقوت نے ہشام کا نام لکھا ہے مگر وہ ۸۲ھ سے ۸۶ھ تک مدینہ کا گورنر تھا، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ اس موقع پر 'والی' سے وہ مراد ہو۔ یہاں یقیناً اس کا بیٹا اسمٰعیل مراد ہے۔ الفہرست میں گورنر کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔

۳۱۲- ابن ہشام ۔ مقدمہ ۔ ص "م" (نسخہ مصطفےٰ البابی)

۳۱۳- Goldziher: Muhammedanische Studien Vol. II p. 73.
یعنی دراسات اسلامیہ ۔ ج ۲ ص ۷۳) نیز فیوک: (Fück) ۳۰ - توضیح نمبر: ۲۷ -

۳۱۴- البخاری (التاریخ) ۲۲۱

۳۱۵- ابن خلکان ۱/ ۶۱۲

Marfat.com

۳۱۶ ۔ البخاری (التاریخ ۱۵۵)
۳۱۷ ۔ ابن قتیبۃ: کتاب المعارف (تحقیق: وستنفیلڈ Wustenfeld): ۲۴۷
۳۱۸ ۔ الفہرست (تحقیق: فلوجل Flügel) ۹۲
۳۱۹ ۔ معجم البلدان (تحقیق: مارگولیتھ) ۶/ ۳۹۹
۳۲۰ ۔ ان کی ولادت سنہ ۴۸ھ میں ہوئی ۔ دیکھو ابن حجر: تہذیب التہذیب: ۱۲/ ۴۴۴
۳۲۱ ۔ ابن قتیبۃ: کتاب المعارف ۳۰۱
۳۲۲ ۔ ابن حجر: تہذیب التہذیب ۹/ ۴۲ ۔ فیوک: (Fück) ۲۰ ۔ توضیح ۴۰
۳۲۳ ۔ یاقوت (تحقیق: مارگولیتھ Margoliouth) ۶/ ۴۰۰
۳۲۴ ۔ ابن سعد: ۷/ ۶۷
۳۲۵ ۔ یاقوت (تحقیق: مارگولیتھ) ۶/ ۳۹۹ ۔ نیز ابن قتیبۃ: المعارف ۲۴۷
۳۲۶ ۔ ابن سعد: ۷/ ۶۷ ۔ اور دوسرے سوانحی تراجم ۔
۳۲۷ ۔ یاقوت (تحقیق: مارگولیتھ) ۶/ ۳۹۹
۳۲۸ ۔ الطبری: ۱/ ۱۳۴۱ ۔ ابن سعد: ۴/ ۷ ۔ الطبری: ۱/ ۱۳۴۴
۳۲۹ ۔ ابن ہشام: ۲/ ۲۸۱ ۔ الطبری: ۱/ ۱۳۲۳ ۔ ابن سعد: ۴/ ۵
۳۳۰ ۔ ابن ہشام: ۲/ ۳۰۱ ۔ الطبری: ۱/ ۱۳۳۹
۳۳۱ ۔ ابن سعد: ۴/ ۷
۳۳۲ ۔ ابن سعد: ۹/ ۲۷۶ ۔ ۷/ ۸۱ ۔ ابن قتیبہ، کتاب المعارف، ۲۴۷ ۔ مزید عبارت دیکھو: فیوک Fück ۴۴ ۔ توضیح: ۱
۳۳۳ فیوک (Fück) ۴۴ ۔ توضیحات: ۵ ۔ ۶ (وہ فقرات درج کیے ہیں جن میں یہ اشارے ملتے ہیں)
۳۳۴ ۔ وستنفیلڈ (Wustenfeld, Gottingen, 1859) "مصطفی البابی الحلبی واولادہ" کا ایڈیشن (قاہرہ: ۱۹۳۶ء) اس مضمون کی تحریر کے وقت تک شائع نہیں ہوا تھا ۔ چونکہ وہی اب آسانی سے دستیاب ہے اس لیے اسی کے حوالے درج کر دیے گئے ہیں (حسین نصّار)
۳۳۵ ۔ ابن ہشام: ۱/ ۴ (مصطفےٰ البابی)

Marfat.com

۳۳۶۔ الطبری ۱/۱۳۲۱ ۔ دیکھو فیوک: (Fück) ص ۳۶ ۔ توضیحات ۲۲،
۳۲۔ ان سے معلوم ہوگا کہ ابن اسحاق کے اصل نسخے سے دوسری کتابوں میں کون سی عبارتیں ملتی ہیں۔

۳۳۷۔ ہوروِتس نے سیرۃ ابن ہشام کے حوالے وستنفیلڈ کے مرتبہ ایڈیشن ہی سے دیے ہیں مگر عربی ترجمہ میں حسین نصار نے مصطفےٰ البابی الحلبی واولادہ کا شائع کردہ نسخہ سامنے رکھا ہے، جسے مصطفےٰ السقا، ابراہیم الابیاری اور عبدالحفیظ شلبی نے سلسلۂ مطبوعات "تراث الاسلام" میں چھاپا تھا۔ ہمارے سامنے اس کا ۱۹۵۵ء والا ایڈیشن ہے۔ (فاروقی)

۳۳۸۔ الطبری ۱: ۸۰۱ ۔ ۸۵۸

۳۳۹۔ ابن ہشام وستنفیلڈ ۴۹ ۔ ۷۰۔ مصطفی البابی ۱/ ۹۳۔۶۸

۳۴۰۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۷۱ ۔ ۱۰۱ ۔ (مصطفی البابی) ۹۳ ۔ ۱۶۶ ۔

۳۴۱۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۳۴۱ (مصطفی البابی ایڈیشن) ۲/ ۱۴۷

دوسرا مولف ابن سیدالناس ہے جو ابن اسحاق کے بعد اس دستاویز کا حوالہ اپنی کتاب "عیون الآثار" میں دیتا ہے۔ نیز دیکھو: Wensinck :
Mohammed en de Joden te Medina, Leyden, 1908
یعنی "محمد اور یہود مدینہ میں" (لیدن ۱۹۰۸ء) ص ۸۲

۳۴۲۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۱۶۲ ۔ ۲۰۸ ۔ ۲۸۷ ۔ ۲۸۸ ۔ ۳۰۵ ۔ ۳۲۲ ۔ ۳۴۴ (مصطفی البابی) ۱/ ۳۴۴ ۔ ۲/ ۳/۳ ۔ ۷۳ ۔ ۸۶ ۔ ۹۷ ۔ ۱۲۰ ۔ ۱۵۰ ۔

۳۴۳۔ فیوک (Fück) ۴۲ ۔ توضیحات ۴۷۔۸۲ (اس حصے میں اسناد کے ساتھ ایسے مکمل اقوال درج ہوئے ہیں)

۳۴۴۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۴۸۵ ۔ ۵۱۵ ۔ ۶۱۱ ۔ ۷۰۷ ۔ ۶۹۷ ۔ ۷۶۸ ۔ ۸۸۷ ۔ ۷۸۱ ۔ ۸۰۱ ۔ ۸۷۵ (مصطفےٰ البابی ۲/ ۳۳۳ ۔ ۳/ ۸ و ۱۲۹ تا ۱۳۵ و ۲۶۴ و ۳۵۷ ۔ ۴/ ۱ ۔ ۱۲ و ۳۰ و ۱۰۱ ۔

۳۴۵۔ فیوک: محمد ابن اسحاق: ۴۴

۳۴۶۔ فیوک: محمد ابن اسحاق: ۳۴ ۔ توضیح: ۸

Marfat.com

۳۴۷۔ فیوک: محمد بن اسحاق: ۳۲

۳۴۸۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۵و۱۵۶و ۱۳۱ و ۵۵۷ و ۹۷۷، (مصطفےٰ البابی) ۱/۳۵۷ و ۱۳۳/۲ و ۲۱۳ و ۳/۳۰۹ و ۳۷۱ ۔ نیز ملاحظہ ہو فیوک: ۱۰۔ توضیح: ۳۸

۳۴۹۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۹۷۲ و (مصطفےٰ البابی) ۴/ ۲۵۵ و الطبری ۱/ ۱۵۶۰۔

۳۵۰۔ الذہبی (تحقیق فیشر: Fischer تراجم الصحابہ ۴۸۔ ابن حجر تہذیب التہذیب۔ ج ۱۱ ص ۳۲۵

۳۵۱۔ "وہب بن کیسان" ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۱۵۱ (مصطفےٰ البابی) ۱/ ۲۶۴ و "اسمٰعیل بن ابی حکیم" (وستنفیلڈ) ۱۵۴ (مصطفےٰ البابی) ۱/ ۲۵۴

۳۵۲۔ ابن ہشام (Wustenfeld) ۲۰۲ و ۲۰۵ و ۷۷ و ۴۱۳ (مصطفےٰ البابی) ۱/ ۹ ۰ ۔ ۳۰۹ ۔ ۲۳۶ ۔ ۳۴۰ ۔ ۵۸۲ ۔

۳۵۳۔ ابن ہشام (Wustenfeld) ۷۷۲۔ ۴۱۳۔ (مصطفےٰ البابی) ۲/ ۵۷ و ۲۳۸

۳۵۴۔ ابن ہشام (Wustenfeld) ۳۴۸ و ۶۹۱ و ۶۹۷ و ۸۰۹ و ۸۲۰ و ۸۱۵ و ۹۸۱ ۔ (مصطفےٰ البابی) ۲/ ۱۳۷ و ۱۵۶ و ۲۲۳ و ۳۱۹ و ۳/ ۴۷ و ۱۰۱ و ۲۵۲ و ۳۰۷ ۔

۳۵۵۔ ابن ہشام (Wustenfeld) ۴۴۷ ۔ ۴۶۱ ۔ ۴۶۵ ۔ ۴۸۰ ۔ ۵۲۰ ۔ ۶۸۰ ۔ ۶۹۴ ۔ ۸۱۵ ۔ (مصطفےٰ البابی ۲/ ۱۳۳ ۔ ۲۸۳ ۔ ۳۰۲ ۔ ۳۰۷ ۔ ۳۲۶ ۔ ۳/ ۸۲ ۔ ۹۱ ۔ ۱۸۲ ۔

۳۵۶۔ فیوک: (Fück) محمد ابن اسحاق: ۲۹ توضیح ۲۲۔

۳۵۷۔ الطبری ۱/ ۱۴۰ ۔ ۱۲۱ ۔ ۱۸۹ ۔ ۲۲۲ ۔ ۳۱۳ ۔ ۳۳۷ ۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۱۹۷ (مصطفےٰ البابی) ۱/ ۳۲۸۔

نیز مقابلہ کیجیے: Goldziher : Die Richtungen in der Islamischer Korana- uslegung. p. 90

(یعنی گولڈتسیہر: مسلمانوں میں تفسیر کے رجحانات ۔ ص ۹۰)

۳۵۸۔ فیوک: ۲۹۔

Marfat.com

۳۵۹۔ الطبری: ۱/ ۱۳ ۴

۳۶۰۔ الطبری: ۱/ ۱۴۱

۳۶۱۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۱۴۹۔ (مصطفے البابی) ۱/ ۲۴۸

۳۶۲۔ Noldeke-Schwalley :Geschichte des Qorans, Vol. I, p. 9
یعنی نولدکے شوالے: تاریخ القرآن جلد ۱ ص ۹)

۳۶۳۔ ابنِ ہشام (وستنفیلڈ) ۴ (مصطفے البابی) ۱/ ۲

۳۶۴۔ ابن اسحاق نے رسول اللہ کے ایک خط کے بارے میں، جو آپ نے کسی قبیلے کو لکھا تھا، یہ بیان کیا ہے "وکتبَ لہم کِتاباً وھُوعِندَ ھُمْ" (آپ نے ان کو ایک خط لکھا تھا جو اس قبیلے کے پاس محفوظ تھا)

۳۶۵۔ ابنِ ہشام (Wustenfeld) ۹۵۵ (مصطفی البابی) ۴/ ۲۳۵
الطبری ۱/ ۱۷۱۷۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۹۵۹ (مصطفی البابی) ۴/ ۲۳۷
الطبری ۱/ ۱۷۲۴۔ ابنِ ہشام (وستنفیلڈ) ۹۶۱ (مصطفی البابی) ۴/ ۲۳۹
الطبری ۱/ ۱۷۲۷۔ ابنِ ہشام (وستنفیلڈ) ۹۶۵ (مصطفی البابی ۲/ ۲۴۱
الطبری ۱/ ۱۷۴۸۔

۳۶۶۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۹۶۲ (مصطفی البابی) ۴/ ۲۴۵۔ الطبری ۱/ ۱۷۴۰۔

۳۶۷۔ الفہرست (تحقیق: فلوجل Flügel) ۹۲۔ معجم البلدان (تحقیق: مارگولیتھ Margoliouth جلد ۲ ص ۴۰۰

۳۶۸۔ الجمحی: طبقات الشعراء: (تحقیق: ہیل Hell) ۴:

۳۶۹۔ الطبری ۱/ ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۴۱ - ۲۴۲ -

۳۷۰۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۷۸۹، ۷۹۳، ۸۱۰ (مصطفی البابی) ۴/ ۱۳، ۱۸، ۴۹

۳۷۱۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۱۰۸ (مصطفی البابی) ۱/ ۱۷۹۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۱۱۱ (مصطفی) ۱/ ۱۸۳ سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ باقی مرثیوں کا تعلق بھی محمد ابن سعید سے ہے۔

۳۷۲۔ جوزف ہوروولتس کی اس رائے سے اتفاق کرنا بہت مشکل ہے۔ صرف ایک

Marfat.com

روایت محمد بن سعید بن المسیب پر اشعار گھڑنے کا الزام لگانے کے لیے کافی نہیں اسی طرح محض یہ بات کہ سعید بن المسیب شعر و شاعری کو پسند کرتے تھے، انھیں وضع و تحریف کا مرتکب قرار دینے کا ثبوت فراہم نہیں کر سکتی۔ حالانکہ وہ عظیم المرتبہ تابعی تھے اور زمرۂ محدثین میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ جب بیٹے ہی کا مرتکب وضع ہونا محل نظر ہے تو باپ کا معاملہ تو اور بھی زیادہ بعید از قیاس بات ہے۔
(حسین نصّار)

۳۷۳۔ Islamica II, 308 یعنی مجلہ الاسلام، جلد ثانی ص ۳۰۸ و بعد

۳۷۴۔ ابن ہشام (وستنفیلڈ) ۵۱۶ و ۶۱۱ و ۶۴۳ و ۶۵۶ و ۷۰۰ و ۷۲۳ و ۷۲۷ و ۷۹۸ و ۸۲۸ و ۸۵۷ و ۹۲۹۔
(مصطفیٰ البابی) ۸/۳ ـ ۴۵ و ۱۳۵ ـ ۱۷۷ و ۱۸۵ و ۲۰۴ و ۲۶۶ ـ ۲۸۳ ـ اس سے پہلے عبید بن شریہ نے اپنے اخبار میں کثرت سے اشعار و قصائد کا استعمال کیا ہے۔ دیکھو اخبار عبید بن شریہ الجرہمی طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد۔ (نثار فاروقی)

۳۷۵۔ اس سے میری مراد ابن ہشام (نسخۂ وستنفیلڈ) کے عنوانات نہیں ہیں، جو نہ ابن اسحاق کے یہاں ہیں نہ ابن ہشام سے لیے گئے ہیں، بلکہ یہ زمانۂ مابعد کے کسی نامعلوم نسخہ کا اضافہ معلوم ہوتے ہیں، یہاں وہ عبارتیں مراد ہیں جو ابن اسحاق اپنے اخبار کے شروع میں "تمہید" درج کرتا ہے۔

۳۷۶۔ الفہرست (تحقیق فلوجل Flügel) ۹۱۔ معجم البلدان (تحقیق مارگولیتھ Margoliouth) ۴۰۱/۶۔

Marfat.com

چوتھا باب

ابن اسحٰق کے بعد

۱ - أبُو مَعْشَر السِّنْدی

اب ہمیں ابنِ اسحاق کے ایک نوجوان معاصر کا تذکرہ کرنا ہے جس کے مغازی کے اقتباسات ہمارے لیے واقدی اور ابن سعد وغیرہ نے محفوظ کر دیے ہیں۔ یہ ابومعشر ہے، جسے عام طور پر السِّندی کہا جاتا ہے۔ اِس لقب سے ظاہر ہے کہ یہ خود یا اس کے اجداد میں سے کوئی، ترکِ وطن کرکے سندھ سے عرب پہنچا تھا اگر ابونُعیم[۳] کا قول درست ہے، جس میں وہ اپنا ماخذ ظاہر کیے بغیر کہتا ہے کہ: "إنّ أبا معشر سِنْدیٌّ وکانَ ألکن، یقول حدّثنا محمّدُ بنُ قَعب یُرِیدُ کَعْب" (ابومعشر سندھ کے رہنے والے تھے۔ اِن کی زبان میں ہکلاہٹ تھی، یوں کہا کرتے تھے کہ ہم سے محمد بن قعب نے بیان کیا، اور کعب مراد ہوتے تھے۔) تو اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ان کے والدین عربی الأصل نہیں تھے۔ مگر "السّندی" کے لقب کا اطلاق اُس عرب پر بھی ہو سکتا ہے جو سندھ میں بس گیا ہو کیونکہ ۹۲ھ سے سندھ بھی عرب خلافت کا ایک صوبہ تھا۔ ابومعشر کے پوتے داؤد بن محمد[۳] بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

اُن کے دادا یمن کے باشندے تھے اس سے ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ ابومعشر کے والد نے سندھ سے یمن کو ہجرت کی ہوگی۔ یہی پوتا خاص طور سے بیان کرتا ہے کہ ابومعشر کا رنگ[379] گورا تھا دراں حالیکہ ابومُسْہِر نے اُن کا رنگ کالا بتایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود اَبُومعشر اپنا شجرہ ماں کی طرف سے حنظلہ بن مالک کے خاندان سے ملاتے تھے[380]۔ اُن کا اصلی نام عبدالرحمٰن بن الولید تھا جیسا کہ اُن کے ایک اور پوتے الحُسین نے بیان کیا ہے[381]۔ جب اُنھیں "سرقہ" کر کے مدینہ کے بازار میں غلام کی حیثیت سے بیچا گیا تو ان کے آقاؤں نے جو قبیلۂ بنی اسد کے لوگ تھے ان کا نام نجیح رکھا تھا[382]۔ یہاں جو "سرقہ" کہا گیا ہے یہی بات ان کے مذکورۂ بالا پوتے داؤد کے ایک اور بیان میں ہے[383]۔ اور اس سے شاید ان کی "گرفتاری" مراد ہے۔ یہ یمامہ اور بحرین میں یزید بن المہلّب سے جنگ کے دوران پکڑے گئے تھے۔ پھر یہ غلام ہی کی حیثیت سے امّ موسیٰ بنت منصور الحمیریّہ کے ہاتھ لگے، جو خلیفہ المنصور کی بیوی اور خلیفہ المہدی کی ماں تھی[384]۔ اس نئی مالکہ نے ان کو آزاد کیا[385]۔ دوسرے مصادر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کسی دوسری عورت سے اپنی آزادی (بذریعۂ مکاتبت۔ جس میں مقررہ رقم بالاقساط ادا کی جاتی ہے) خریدنی شروع کی تھی کہ اس اثنا میں اِنھیں امّ موسیٰ نے خرید کر آزاد کر دیا[386]۔ پھر انھوں نے عباسیوں سے نسبتِ ولایت قائم کر لی۔ چنانچہ یہ بنو حنظلہ سے اپنی نسبت پر اتنا ناز نہیں کرتے تھے جتنا کہ اس خاندان سے اِس تعلق پر فخر کیا کرتے تھے[387]۔ جب خلیفہ المہدی حج کرنے کے لیے مدینہ[388] آیا تو ابومعشر کو اپنے ساتھ بغداد کو لیتا گیا جیسا کہ ہمیں خود ابومعشر نے بتایا ہے[389]۔ وہاں اُنھیں خلیفہ نے ایک ہزار دینار دیے اور حکم دیا کہ یہیں میرے دربار میں رہو اور درباریوں

Marfat.com

کو فقہ کی تعلیم دیا کرو۔ اپنی زندگی کے آخری برسوں میں یہ بہت کچھ بدل گئے تھے اور ان کی عقل ماؤف ہو گئی تھی[۳۹۰]۔ یہ ۱۷۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے[۳۹۱] وہاں کے بڑے قبرستان میں دفن کیے گئے اور ہارون الرشید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی[۳۹۲]۔

محدث کی حیثیت سے ابو معشر کی شہرت کو بعض لوگوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ البخاری کہتے ہیں[۳۹۳]۔ "ان کی حدیثوں سے اختلاف کیا جاتا ہے۔" اور ابن[۳۹۴] سعد کا قول ہے کہ ان کی احادیث تو بہت ہیں مگر ضعیف ہیں۔ ابن حجر نے بہت سی رائیں نقل کی ہیں[۳۹۵] جو سب ان کے خلاف جاتی ہیں۔ مگر مغازی کی روایات میں انھیں سند سمجھا گیا ہے۔ احمد[۳۹۶] بن حنبل انھیں "بصیر فی المغازی" (مغازی میں بصیرت رکھنے والا) کہتے ہیں۔ اور الخاطی کا خیال[۳۹۷] ہے کہ "ابو معشر کا علم میں اور تاریخ میں ایک مقام ہے۔ ائمہ نے ان کی تاریخ سے استناد کیا ہے، مگر انھیں حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے۔"

"الفہرست"[۳۹۸] سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو معشر نے ایک "کتاب المغازی" بھی لکھی تھی اور اس کتاب کے متعدد اقتباسات الواقدی کی "کتاب المغازی" میں پائے جاتے ہیں۔ کسی فصل کے شروع میں جب وہ تمام رُواۃ کے نام گناتا ہے تو وہاں خاص طور پر ان کا حوالہ بھی دیتا ہے[۳۹۹]۔ ابن سعد کے یہاں سیرۃ کے اقتباسات دیکھ کر یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ابو معشر نے اپنے مغازی میں رسول اللہؐ کی مکمل حیات مبارکہ سے متعلق روایات فراہم کی تھیں۔ ابن سعد اپنے مغازی کے شیوخ کی فہرست میں بھی ان کا نام دیتا ہے اور ان کے حوالے سے تراجم صحابہ بھی بیان کرتا ہے[۴۰۰]۔ رسول اللہؐ کی ابتدائی

Marfat.com

زندگی کے واقعات میں بھی ابنِ سعد اور الطبری دونوں کے یہاں[۴۱] ابومعشر کا نام ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغازی کے علاوہ ابومعشر نے صدرِ اسلام کے حوادث کی ایک تجزیاتی "تاریخ" بھی سنہ وار لکھی تھی۔ یہ ۱۷۰ھ تک کے وقائع تھے۔ آخری واقعہ جو ان کی کتاب سے الطبری نے اخذ کیا ہے۔ وہ خلیفہ الہادی کی وفات ہے، جو ۱۷۰ھ کے موسمِ بہار میں ہوئی تھی اس کے تھوڑے عرصہ بعد خود ابومعشر بھی مرگئے۔ مغازی میں وہ لازماً نہیں تو اکثر اپنی سند بیان کرتے ہیں، مگر تاریخ میں انھوں نے کوئی اسناد نہیں دیا۔ اموی خلیفہ عبدالملک سے متعلق مندرجہ ذیل بیان جو ابنِ سعد کے یہاں ملتا ہے وقائع تاریخی کے سلسلہ میں ابومعشر کے طریق کار کی شاید مناسب مثال ہے[۴۲]۔ "قالَ: ماتَ عبدُ الملکِ بنُ مروانَ بدمشق یومَ الخمیس للنِّصفِ مِن شوّال سَنَةَ سِتّةٍ وثمانینَ، وَلَہٗ سِتّونَ سَنَة۔ فکانت وِلایتُہٗ مِنْ یوم بُویعَ إلی یومِ تُوفّیَ إحدیٰ وعشرینَ سنةً وشهراً ونِصفاً۔ کانَ تسعَ سنین منها یُقاتِلُ فیها عبدَ اللهِ بنَ الزُّبیرِ ویُسَلِّم علیه بالخلافةِ بالشّامِ ثُمَّ بالعِراقِ، بعدَ قتلِ مُصْعِب۔ وبقِیَ بعدَ مقتَلِ عبدِ اللهِ بنِ الزُّبیرِ واجتماعِ النّاس علیه ثلاثَ عشرةَ سنةً وأربعةَ أشهُرٍ إلّا[۴۳] سبعَ لیالٍ۔ وقد رُوِیَ لَنا أنّه ماتَ وَهُوَ ابنُ ثمانٍ وخمسینَ سنةً۔ والأوّلُ أثبتُ وهُوَ علی مولدہٖ سَواءٌ"۔

(عبدالملک بن مروان دمشق میں جمعرات کے دن ۱۵ شوّال ۸۶ھ کو مرا۔ اس وقت وہ ساٹھ سال کا تھا۔ جس دن سے اس کی بیعت لی گئی اس دن سے وفات تک اس کی مدت حکومت اکیس سال اور ڈیڑھ مہینا رہی۔ اس میں سے نو سال عبداللہ بن الزبیر سے جنگ کرنے میں صرف

Marfat.com

ہوئے۔ پھر شام کی خلافت اُس پر مسلم ہوگئی اور مُصعب کی شہادت کے بعد وہ عراق کا بھی تنہا مالک ہوگیا عبداللہ ابن الزبیر کی شہادت کے بعد اور لوگوں کے اس پر متفق ہونے کی حالت میں وہ تیرہ سال اور چار ماہ خلیفہ رہا، اس میں سات راتیں کم رہ گئیں۔ (یعنی ۱۳۔سال ۳ ماہ اور ۲۳ یوم) یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ وہ ۵۸ سال کی عمر میں مرا۔ مگر پہلا قول ثابت ہے اور یہی صورت تاریخ ولادت کے معاملے میں ہے)

۲۔ الواقدی

ابو معشر کی طرح محمد بن عمر الواقدی کا تعلق بھی مدینہ کے موالی طبقہ سے ہے۔ ان کے دادا کا نام واقد تھا اس لیے انھیں واقدی کہا جاتا ہے اور مدینہ کے قبیلہ بنی اسلم کے فرد عبداللہ بن ابی بُریدة سے ان کی نسبت ولایت تھی اس لیے الأسلمی بھی کہلاتے ہیں۔[۳۰] اپنے شاگرد ابن سعد کی روایت کے مطابق الواقدی ۱۳۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ یہ مروان ثانی کی خلافت کا زمانہ تھا[۴۱]۔ ان کی ماں سائب خاثر کی پرپوتی تھیں[۵]۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے مدینہ میں شاعری کی تھی[۶] اور اس کے باپ جنگی قیدی بنا کر ایران سے لائے گئے تھے، اس لحاظ سے الواقدی کی رگوں میں کچھ عجمی خون بھی گردش کر رہا تھا۔ اپنے وطن مدینہ میں الواقدی نے مشہور محدثوں سے احادیث نبوی کی سماعت کی تھی اور جب خلیفہ ہارون الرشید مدینہ کی زیارت کے لیے آیا ہے۔ یہ غالباً ۱۷۰ھ کا واقعہ ہے[۴۲]۔ تو مدینہ کے مقامات مقدسہ کی رہنمائی کے لیے الواقدی ہی کا نام تجویز ہوا تھا۔ اس بارے میں خود الواقدی کا تفصیلی بیان موجود ہے جو ہمارے لیے ابن سعد نے محفوظ کر دیا ہے۔

"حَجَّ اَمیرُ المؤمنینَ ھارونُ الرشید فوردَ المدینۃَ، فقالَ یحیٰی

Marfat.com

بن خالد: ارتدلی رجلاً عارفاً بالمدینة والمشاهد، وکیف کان نزولُ جبریل علیه السلام علی النبی (صلّی اللّٰہ علیه وسلّم) ومن ایّ وجهٍ کان یأتیه وقبور الشّهداء. فسأل یحییٰ بن خالد فکلٌّ دلّه علیّ، فبعث اِلیّ، فأتیته، وذلک بعد العصر. فقال لی: یا شیخ اِنّ امیرالمؤمنین اعزّہ اللّٰہ یرید ان تُصلّی عِشاء الآخرة فی المسجد وتمضی معنا الی هذه المشاهد فتوقِفنا علیها والموضع الّذی یأتی جبریل (علیه السلام) وکن بالقرب. فلمّا صلّیتُ عشاء الآخرة اذا انا بالشّموع قد خرجت، واذا انا برجلین علی حمارین. فقال یحییٰ: این الرّجل؟ فقلتُ: ها انا ذا. فأتیتُ به الی دورِ المسجدِ فقلتُ: هذا الموضع الّذی کان جبریل یأتیه. فنزلا عن حماریهما فصلّیا رکعتین، ودعوا اللّٰہ ساعة، ثم رکبا وانا بین ایدیهما، فلم ادع موضعاً من المواضع ولا مشاهد من المشاهد الّا مررتُ بهما علیه، فجعلا یُصلّیان ویجتهدان فی الدّعاء فلم نزل کذلک حتّی وافینا المسجد، وقد طلع الفجر واذّن المؤذّن. فلمّا صارا الی القصر قال لی یحییٰ بن خالد: ایها الشیخ، لا تبرح، فصلّیتُ الغداة فی المسجد وهو علی الرّحلة الی مکّة. فاذن لی یحییٰ بن خالد علیه بعد ان اصبحت، فأدنانی وقال لی: اِنّ امیرالمؤمنین اعزّہ اللّٰہ لم یزل باکیاً وقد اعجبه ما دللته علیه، وقد امر لک بعشرة آلاف درهم. فاذا بدرة مبدرة قد دُفعت الیّ وقال لی: یا شیخ خذها مبارک لک فیها، ونحن علی الرّحلة الیوم ولا علیک ان تلقانا حیث کُنّا واستقوت بنا الدّار ان شاء اللّٰہ. ورحل امیرالمؤمنین واتیتُ منزلی ومعی ذلک المال فقضینا منه دیناً کان علینا وزوّجتُ بعض الولد واتّسعنا۔"

Marfat.com

رجب امیرالمومنین ہارون الرشید نے حج کیا تو وہ مدینہ بھی آئے اور انھوں نے یحیی بن خالد سے کہا کہ میرے لیے کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو مدینہ سے اور یہاں کے قابل دید مقامات سے واقفیت رکھتا ہو اور یہ بتا سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام کس طرح آتے تھے' اور کس طرف سے آتے تھے' نیز شہیدوں کے مزارات کی نشاندہی کر سکے۔ یحیی بن خالد نے پوچھ تاچھ کی تو ہر ایک نے میرا ہی نام لیا' چنانچہ اُس نے مجھے بلوایا۔ میں گیا تو عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ بولا: "شیخ صاحب — امیرالمومنین — خدا اُن کا اقبال رکھے — یہ چاہتے ہیں کہ تم عشاء کی نماز یہیں پڑھو' پھر ہمارے ساتھ مقدس مقامات کی زیارت کے لیے چلو۔ اُن کے بارے میں ہمیں ضروری باتیں بتاؤ' اور وہ جگہ دکھاؤ جہاں جبرئیل علیہ السلام آیا کرتے تھے۔ اور تم ہمارے ساتھ ساتھ رہو۔ جب میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوا تو مشعلیں روشن ہو چکی تھیں۔ میں دو آدمیوں کے پاس آیا جو دو خچروں پر سوار تھے۔ یحیی نے پوچھا: "وہ شخص کہاں ہے"؟ میں نے کہا: "حاضر ہوں جناب" پھر انھیں ساتھ لے کر مسجد سے متصل گھروں تک آیا اور بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جبرئیل علیہ السلام آیا کرتے تھے۔ وہ دونوں اپنی سواریوں سے اُتر پڑے اور دو دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دیر تک خدا سے دعا مانگتے رہے' پھر سوار ہوئے' اور میں آگے آگے چل رہا تھا۔ میں نے کوئی قابلِ زیارت جگہ نہیں چھوڑی جہاں اُنھیں لے کر نہ گیا ہوں۔ ہر مقام پر وہ نماز پڑھتے تھے اور گڑگڑا کر دعا مانگتے تھے۔ اس طرح گھوم پھر کر ہم مسجد نبوی میں واپس آگئے' پو پھٹ چکی تھی' اور مؤذن اذان دے رہا تھا۔ جب وہ شاہی فرودگاہ پر آئے تو مجھ سے یحیی نے کہا: "شیخ صاحب' ہمیں چھوڑ دو

Marfat.com

نہیں۔ میں نے صبح کی نماز وہیں مسجد میں ادا کی۔ اب وہ مکّہ کو روانہ ہونے والے تھے۔ دن نکلنے پر یحییٰ بن خالد نے اپنی مجلس میں باریاب کیا۔ اُس نے مجھے اپنے قریب ہی بٹھایا اور کہنے لگا: امیر المومنین، خدا اُن کا اقبال رکھے، جب سے برابر رو رہے ہیں اور تم نے اُنھیں جن مقامات کی زیارت کرائی اُن سے وہ بہت متاثر ہوئے ہیں۔ انھوں نے تمھارے لیے دس ہزار درہم کا حکم دیا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے ایک منھ بند تھیلی میرے آگے ڈال دی۔ اور کہنے لگا: "او شیخ صاحب، خدا تمھیں مبارک کرے۔ ہم تو آج روانہ ہو رہے ہیں، مگر ہم جہاں کہیں بھی ٹھہرے ہوئے ہوں، تمھیں ہم تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی اِن شاء اللہ۔ چنانچہ امیر المومنین چلے گئے، میں اپنے گھر آیا، اور وہ مال میرے ساتھ تھا، اس سے میں نے جتنا قرضہ تھا وہ ادا کیا، ایک لڑکے کی شادی کی اور چین سے بسر ہونے لگی۔"

دربارِ خلافت سے اپنے ان تعلقات کا الواقدی نے ۱۸۰ھ میں فائدہ اٹھایا[۴۰]۔ اس زمانے میں اُس کا حال پتلا تھا، وہ سیدھا بغداد پہنچا اور وہاں سے رقّہ آیا جہاں ان دنوں خلیفہ ھارون الرشید ٹھہرا ہوا تھا[۴۱]۔ اِس سفر کا حال بھی ابن سعد نے خود الواقدی کی روایت سے بیان کیا ہے[۴۲]:

"ثم إنّ الدّهر عضّنا فقالت لی أمّ عبدِ اللہِ، یا أبا عبدِ اللہِ، ما قعودُکَ، وھذا وزیرُ امیرِ المؤمنینَ قد عرَفکَ، وسألکَ أن تصیرَ إلیهِ حیثُ استقرّتْ بهِ الدّارُ۔ فرحلتُ من المدینةِ وأنا أظنّ القومَ بالعراقِ فأتیتُ العراقَ فسألتُ عن خبرِ امیرِ المؤمنینَ فقالوا لی: ھو بالرّقّةِ فأردتُ الانصرافَ إلی المدینةِ، فنظرتُ فإذا أنا بالمدینةِ مُختَلُّ الحالِ فحملتُ نفسی علی أن أصیرَ إلی الرقّةِ۔

Marfat.com

فصرتُ إلى موضع الكرا، فإذا أنا بعدّة فتيانٍ من الجُندِ، يريدون الرقّة فلمّا رأوني قالوا: أيّها الشيخ، أين تريد؟ فخبّرتُهم بخبري وأنّي أريدُ الرقّة فنظروا في كرا الجمالين فإذا هي تضعفُ علينا فقالوا: أيّها الشيخ هل لك أن تصير إلى السُّفنِ فهو أرفقُ بنا وأيسرُ علينا من كرا الجمال. فقلتُ لهم ما أعرفُ من هذا شيئاً، والأمرُ إليكم. فصرنا إلى السُّفن فاكترينا فما رأيتُ أحداً كان أبرّ بي منهم، ولا أشفقَ ولا أحوطَ، يتكلّفون من خدمتي وطعامي ما يتكلّفه الولدُ من والدِه، حتّى صرنا إلى موضع الجواز بالرقّة وكان الجواز صعباً جدّاً فكتبوا إلى قائدِهم بعددهم وأدخلوني في عددِهم.

فمكثنا أيّاماً، ثمّ جاءنا الإذنُ بأسمائنا، فجزتُ مع القوم فصرتُ إلى موضعٍ لهم في خانٍ نزول، فأقمتُ معهم أيّاماً، وطلبتُ الإذن على يحيى بن خالد، فصعب عليّ، فأتيتُ أبا البختري أي وهب ابن وهب الذي كان قاضياً حينئذٍ وهو بي عارفٌ، فلقيتُه فقال لي: يا أبا عبد الله أخطأتَ على نفسك وغررتَ ولكن لستُ أدعُ أن أذكرك له. وكنتُ أغدو إلى بابه وأروح، فقلّت نفقتي وأستحييتُ من رفقائي، وتخرّقت ثيابي، و أيستُ من ناحيةِ أبي البختري فلم أخبر رفقائي بشيءٍ وعدتُ منصرفاً إلى المدينة.

فمرّةً أنا في سفينةٍ ومرّةً أمشي حتّى وردتُ السَّيلحين فبينا أنا مستريحاً في سوقها إذا أنا بقافلةٍ من بغداد، فسألتُ من هم فأخبروني أنّهم من أهل مدينة الرّسول صلّى الله عليه وسلّم وأنّ صاحبهم بكّارُ الزُّبيري، أخرجه أمير المؤمنين ليولّيه قضاء المدينة، والزبيري أصدق النّاس لي فقلتُ: أدعه حتّى ينزل ويستقرّ ثمّ آتيه، فأتيته بعد أن استراح

Marfat.com

وفرغ من غدائه، واستأذنتُ عليه، فأذن لي، فدخلتُ وسلّمتُ عليه، فقال لي: يا أبا عبد الله، ماذا صنعتَ في غيبتِك؟ فأخبرتُه بخبري و بخبرِ أبي البختري، فقال لي: أما علمتَ أنّ أبا البختري لا يحبُّ أن يذكر أحدٌ، ولا يُنبّه باسمك فما الرأي؟ فقلتُ: الرأي أن أصيرَ إلى المدينةِ فقالَ: هذا رأي خطأ خرجتَ من المدينةِ على ما قد علمتَ، ولكن الرأي أن تصيرَ معي فأنا الذاكر ليحيى أمرَك۔

فركبتُ مع القوم، حتّى صرتُ إلى الرقّةِ فلمّا عبرنا الجوازَ، قال لي: تصيرُ معي؟ فقلتُ لا۔ أصيرُ إلى أصحابي، وأنا مُبكرٌ عليك غداً لنصيرَ جميعاً إلى باب يحيى بن خالد۔ إن شاء الله۔ فدخلتُ على أصحابي، فكأنّي وقعتُ عليهم من السّماء، ثمّ قالوا لي: يا أبا عبد الله، ما كانَ خبرُك، فقد كنّا في غمٍّ من أمرك، فخبرتُهم بخبري، فأشارَ عليّ القوم بلزومِ الزّبيري، وقالوا هذا معلمك وشرابك، لا تهتمّ له۔

فغدوتُ بالغداة إلى بابِ الزّبيري، فخبّرتُ بأنّه قد ركبَ إلى باب يحيى بن خالد، فأتيتُ بابَ يحيى بن خالد، فقعدتُ مليّاً فإذا صاحبي قد خرج۔ فقال لي: يا أبا عبد الله، أنسيتُ أن أذاكرَه أمرك ولكن قِفْ بالبابِ حتّى أعودَ إليه، فدخلَ ثمّ خرجَ إليّ الحاجبُ فقال لي: أدخل۔ فدخلتُ عليه في حالةٍ خسيسةٍ وذلك في شهرِ رمضانَ، وقد بقي من الشهرِ ثلاثةَ أيامٍ أو أربعة۔ فلمّا رآني يحيى ابنُ خالدٍ في تلك الحال رأيتُ أثر الغمّ في وجهه، وسلّم عليّ وقرّبَ مجلسي وعنده قومٌ يحادثونه فجعل يذاكر في الحديث بعدَ الحديثِ فانقطعتُ عن إجابته وجعلتُ أجيبُ بالشيءِ ليسَ بالموافقِ لما يسائلُ وجعل القوم يجيبون بأحسن الجواب وأنا ساكتٌ۔

Marfat.com

فلمّا انقضی المجلسُ وخرجَ القومُ، خرجتُ فاذا خادمٌ ليحيیٰ بنِ خالدٍ قد خرجَ فلقيني عند السترِ فقال لی: إنّ الوزيرَ يامرکَ أن تُفطرَ عنده العشيةَ فلمّا صِرتُ إلی اصحابی خبرّتهم بالقضيةِ وقلتُ أخافُ أيکون غلطَبی ـ فقال لی بعضُهم، هذه رغيفانِ وقطعةُ جُبنٍ وهذه دابّتی ترکب والغلامُ خلفک فان أذن لکَ الحاجبُ بالدّخولِ، دخلتَ ودفعتَ مامعکَ إلی الغُلامِ وان تکنِ الأخریٰ صِرتَ إلی بعضِ المساجدِ فاکلتَ مامعکَ وشربتَ من ماءِ المسجد

فانصرفتُ فوصلتُ إلی بابِ يحيیٰ بن خالدٍ وقد صلّی النّاس المغربَ ـ فلمّا رآنی الحاجبُ قال: ياشيخ، أبطأتَ وقد خرجَ الرّسُولُ فی طلبِکَ غيرَ مرّةٍ فدفعتُ ماکانَ معیَ إلی الغلامِ وأمرتهُ بالمقامِ، فدخلتُ فاذا القومُ قد توافوا فسلّمتُ وقعدتُ وقُدّمَ الوضوءُ فتوضّأنا وأنا أقربُ القومِ إليه، فافطرنا وقربت عشاءَ الاخرة فصلّی بنا، ثم أخذنا مجالسَنا فجعلَ يحيیٰ يسأءلنی وأنا منقطعٌ والقومُ يجيبونَ بأشياءٍ هیَ عندی علی خلافِ مايُجيبون ـ

فلما ذهب اللّيلُ خرجَ القومُ وخرجتُ خلفَ بعضِهم فإذا غلامٌ قد لحقنی فقال إنّ الوزيرَ يامرکَ أن تصيرَ إليه قابلة، قبلَ الوقتِ الّذی جئتَ فيه، يومکَ هذا ـــــ وناولنی کيساً ماأدری مافيه إلاّ أنّه ملاءنی سروراً فخرجتُ إلی الغُلامِ، فرکبتُ ومعیَ الحاجبُ حتیٰ صيّرنی إلی أصحابی، فدخلتُ عليهم، فقلتُ: أطلبُوا لی سراجاً ففضضتُ الکيسَ فاذا دنانيرُ ـ فقالوا لی: ماکان ردّه إليکَ فقلتُ إنّ الغُلامَ أمرنی أن أُوافيه قبلَ الوقتِ الّذی کانَ فی ليلتی هذه، وعددتُ الدّنانيرَ فاذا خمسةُ مئة دينارٍ فقالَ لی بعضُهم: عليَّ شِراءُ دابّتکَ ـ وقالَ آخر: عليَّ السّرجُ واللّجامُ ومايُصلحه، وقالَ آخر: عليَّ حمّامکَ وخضابُ لحيتکَ وطيبکَ، و

Marfat.com

قالَ آخر: علىَّ شراءُ كسوتِكَ، فانظرُ في أيِّ الزيِّ القومِ. فعددتُ مئةَ دينارٍ وقد فعتُها إلى صاحبِ نفقتِهم، فحلفَ القومُ بأجمعِهم أنَّهم لا يرزؤونني دينارًا ولا درهمًا.

وغدوا بالغداةِ كلٌّ واحدٍ على ما انتدبَ لي فيه، فما صلّيتُ الظهرَ إلّا وأنا من أنبلِ الناسِ، وحملتُ باقي الكيسِ إلى الزبيري. فلمّا رآني بتلكَ الحالِ سُرَّ سرورًا شديدًا، ثمَّ أخبرتُه الخبرَ فقالَ لي: إنّي شاخصٌ إلى المدينةِ؟ فقلتُ: نعم، إنّي قد خلّفتُ العيالَ على ما قد علمتَ، فدفعتُ إليه مئتي دينارٍ يوصلُها إلى العيالِ. ثمَّ خرجتُ من عندِه، فأتيتُ أصحابي بجميعِ ما كانَ معي من الكيسِ.

ثمَّ صلّيتُ العصرَ، فتهيّأتُ بأحسنِ هيئةٍ، ثمَّ حضرتُ إلى بابِ يحيى بنِ خالدٍ، فلمّا رآني الحاجبُ قامَ إليَّ، فأذنَ لي فدخلتُ على يحيى، فلمّا رآني في تلكَ الحالِ نظرتُ إلى السرورِ في وجهِه فجلستُ في مجلسي، ثمَّ ابتدأتُ في الحديثِ الذي كانَ يذاكرني به، والجوابِ فيه، وكانَ الجوابُ على غيرِ ما كانَ يجيبُ به القومُ، فنظرتُ إلى القومِ وتقطيبِهم لي، وأقبلَ يحيى يسائلني عن حديثِ كذا وحديثِ كذا، فأجيبُ فيما يسائلني والقومُ سكوتٌ ما يتكلّمُ أحدٌ منهم بشيءٍ.

فلمّا حضرتِ المغربُ، تقدّمَ يحيى، فصلّى، ثمَّ أُحضرَ الطعامُ فتعشّينا، ثمَّ صلّى بنا يحيى عشاءَ الآخرةِ، وأخذنا مجالسَنا، فلم نزلْ في مذاكرةٍ، وجعلَ يحيى يسائلُ بعضَ القومِ فينقطعُ. فلمّا كانَ وقتُ الانصرافِ، انصرفَ القومُ وانصرفتُ معهم، فإذا الرسولُ قد لحقني فقالَ: إنَّ الوزيرَ يأمرُكَ أن تصيرَ إليه في كلِّ يومٍ في الوقتِ الذي جئتَ فيه يومَكَ هذا، وناولني كيسًا. فانصرفتُ

Marfat.com

ومعی رسولُ الحاجب حتی صِرتُ إلی أصحابی وأصبتُ سواجاً عندهم فدفعتُ الکیسَ إلی القومِ فکانوا به اشدَّ سروراً منّی۔

فلمّا کان الغدُ قُلتُ لهم: أعِدُّوا لی منزلاً بالقرب منکم واشتروا لی جاریةً وغلاماً خبّازاً وأثاثاً ومتاعاً فلم أصلّ الظُّهرَ إلّا وقد أعدّوا لی ذلک وسألتُهم أن یکون إفطارُهم عندی فأجابوا إلی ذلک بعد صعوبةٍ شدیدةٍ فلم أزل آتی یحیی بن خالدٍ فی کلِّ لیلةٍ فی الوقتِ وکلما رآنی ازداد سروراً فلم یزل یدفع إلیَّ کلَّ لیلةٍ خمسَ مئة دینارٍ حتی کان لیلة العید. فقال لی: یا أبا عبدالله تزیَّن غداً لأمیرِ المؤمنین بأحسن زیٍّ من زیِّ القضاة و اعترض له فإنّه یسألنی عن خبرک فأخبره. فلمّا کان صبیحة یوم العید خرجتُ فی أحسنِ زیٍّ وخرج النّاسُ وخرج أمیرُ المؤمنین إلی المصلّی فجعل أمیرُ المؤمنین یلحظنی فلم أزل فی الموکب فلمّا کان بعد إنصرافه صرتُ إلی باب یحیی بن خالد ولحقنا یحیی بعد دخول أمیرِ المؤمنین منزله فقال لی: یا أبا عبدالله ادخل بنا فدخلتُ ودخل القومُ فقال لی یا أبا عبدالله ما زال أمیرُ المؤمنین یسألنی عنک فأخبرتُه بخبرِک جمعاً وأنّک الرّجُل الّذی سایرته تلک اللیلةِ وأمرلک بثلاثین ألف درهم وأنا متنجِّزُها لک غداً إن شاء الله۔

ثم انصرفتُ یومی ذلک فدخلتُ من الغد علی یحیی بن خالدٍ فقلتُ: أصلح الله الوزیرَ حاجةٌ عرضتُ وقد قضیت علی الوزیرِ أعزّه الله بقضائها فقال لی: وما ذلک نقلتُ الإذن إلی منزلی۔ فقد اشتدّ الشوقُ إلی العیالِ والصّبیان۔ فقال لی: لا تفعل فلم أزل أنازله حتی أذن لی واستخرج لی الثلاثین ألف درهمٍ وهیّئت لی حراقةٌ بجمیعِ ما فیها و

Marfat.com

أمران یشتری لی من طوائف الشام لأحمله معی إلی المدینة وأمر کیلہ بالعراق أن یکتری لی إلی المدینة لا أکلف نفقة دینار ولا درھم فصرت إلی أصحابی فأخبرتھم بالخبر وحلفت علیھم أن یاخذ وامنی ما أصلھم بہ فحلف القوم أنھم لا یرزءونی دینارا ولا درھما فواللہ ما رأیت مثل أخلاقھم فکیف الأم علی حبی لیحیی بن خالد؟"

(پھر بھی زمانے نے ستایا تو اُمِّ عبداللہ (واقدی کی بیوی۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی) نے کہا: "یہاں کیوں پڑے ہو؟ تمھیں تو أمیر المومنین کے وزیر جانتے ہیں اور انھوں نے تم سے کہا تھا کہ وہ جہاں بھی ہوں تم اُن سے آکر مل سکتے ہو"۔ چنانچہ میں مدینہ سے نکلا۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ عراق میں ملیں گے۔ عراق آیا، اور امیر المومنین کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ رقہ میں ہیں۔ میں نے مدینہ کو واپس جانے کا ارادہ کرلیا، مگر پھر خیال آیا کہ وہاں تو میری حالت بہت سقیم ہے، اِس لیے رقہ ہی جانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں نخاس پہنچا تاکہ سواری کرایہ پر لوں، وہاں کچھ نوجوان سپاہی مل گئے، جو رقہ ہی جارہے تھے اُنھوں نے مجھے دیکھا تو بولے: "شیخ صاحب کہاں جاؤ گے؟ میں نے اپنا آتا پتا بتایا اور کہا کہ مجھے رقہ جانا ہے۔ پھر ہم نے ساربانوں کے کرایہ پر غور کیا تو وہ ہماری برداشت سے باہر تھا۔ تب اُنھوں نے کہا "بڑے میاں، کیا تم کشتی میں سفر کرسکتے ہو؟ کیونکہ وہ سستی رہے گی، اور سفر بھی اچھا گذرے گا"۔ میں نے کہا: "میں یہ سب باتیں نہیں جانتا، تم ہی فیصلہ کرلو"۔ چنانچہ ہم کشتیوں کی طرف گئے اور اُن کا کرایہ چکایا، میں نے اُن لوگوں سے زیادہ نیک، رحم دل اور مُحتاط لوگ کم ہی دیکھے ہیں وہ میری اِس طرح خدمت کرتے تھے اور میرے لیے کھانے کا انتظام کرتے تھے، جیسے کوئی بیٹا اپنے باپ کے لیے کرتا ہے۔

Marfat.com

آخر ہم الرقہ کے گھاٹ پر اُترے۔ یہ گھاٹ بہت خراب تھا، انھوں نے اپنے کپتان کو اپنی تعداد لکھ کر دے دی تھی اور مجھے بھی اُس فہرست میں شامل کر لیا تھا۔ ہم کچھ دن وہیں پڑے رہے، پھر ہم سب کے پرمٹ آ گئے جن میں ہر ایک کا نام درج تھا۔ اب ہم سب لوگ گھاٹ پر اترے اور میں بھی اُن لوگوں کے ساتھ ایک سرائے میں ٹھہر گیا، یہاں چند روز رہا۔ پھر میں نے یحییٰ بن خالد تک باریابی کی کوشش کی، مگر یہ کام کٹھن معلوم ہوا تو میں اُبو البختری کے پاس آیا، یعنی وہب ابن وہب کے پاس جو اُن دنوں قاضی تھے، وہ مجھے جانتے تھے میں اُن سے ملا تو کہنے لگے: "ابو عبداللہ تم نے غلطی کی اور دھوکا کھا گئے، خیر میں تمھارا تذکرہ کر دیکھوں گا"۔ اب میں صبح شام اُن کے دروازے کے چکر لگانے لگا، یہاں تک کہ جو کچھ میری گرہ میں تھا سب خرچ ہو گیا اور مجھے اپنے ساتھیوں سے شرم آنے لگی، کپڑے سب پھٹ گئے اور آخر کار میں ابو البختری کی طرف سے مایوس ہو گیا۔ میں نے ساتھیوں سے تو کچھ کہا نہیں، چپکے سے مدینہ کا رستہ لیا، کبھی کشتی میں سوار ہوتا تھا، کبھی پیدل چلتا تھا، اِس طرح سیلحین تک آ گیا۔ ایک دن وہاں کے بازار میں سرگشت کر رہا تھا کہ ایک قافلہ مل گیا جو بغداد سے آ رہا تھا۔ میں نے پوچھ تاچھ کی تو معلوم ہوا کہ مدینہ والے ہیں اور امیر قافلہ بکار الزبیری ہیں جنھیں امیر المومنین نے مدینہ کا قاضی مقرر کرنے کو بُلا بھیجا تھا۔ زبیری سے میرے دوستانہ تعلقات تھے۔ میں نے سوچا کہ یہ لوگ ذرا سستا لیں تب اِن سے جا کر ملوں گا۔ جب اُنھوں نے کچھ دیر آرام کر لیا تو میں جا پہنچا۔ وہ ناشتہ کر چکا تھا، میں نے ملنے کی اجازت طلب کی، اُس نے بُلا لیا، میں نے جا کر سلام کیا۔ اُس نے پوچھا: "ابو عبداللہ وطن

Marfat.com

سے غیر حاضری کے اس زمانے میں کیا کرتے رہے؟ ۔ اب میں نے ساری کتھا سُنائی' اور ابو البختری کا معاملہ بھی بتایا ۔ وہ کہنے لگا: "تم ابو البختری کو جانتے نہیں' وہ نہ کسی سے تمھاری تقریب کرے گا' نہ کسی کے سامنے تمھارا تذکرہ کرنا گوارا کرے گا' پھر اب کیا ارادہ ہے؟"۔ میں نے کہا: "اب تو یہی ٹھانی ہے کہ مدینہ واپس چلا جاؤں' بولا یہ بھی غلط ہے۔ مدینہ سے تم جن حالات میں نکلے ہو وہ تمھیں معلوم ہی ہیں۔ مناسب اقدام یہ ہوگا کہ تم میرے ساتھ چلو' میں یحیٰی سے تمھارا تذکرہ کر دوں گا۔

میں اُس قافلے کے ساتھ سوار ہو کر پھر رقہ آگیا۔ جب ہم نے گھاٹ کو پار کر لیا تو اُس نے پوچھا کیا میرے ساتھ ہی ٹھہرو گے؟ میں نے کہا: "نہیں میں اپنے دوستوں میں جا کر ٹھہروں گا اور تم سے تڑکے ہی آ کر ملوں گا تاکہ ہم اکٹھے یحیٰی بن خالد کی ڈیوڑھی تک چلیں۔ ان شاء اللہ" اب میں اپنے دوستوں میں پہنچا' تو وہ بھونچکے رہ گئے جیسے میں آسمان سے ٹپک پڑا ہوں۔ پھر کہنے لگے: "ابو عبداللہ کیا حال ہے؟ ۔ ہمیں تو تمھاری بہت فکر تھی"۔ میں نے سارا ماجرا سُنایا۔ سب لوگوں نے کہا کہ ہاں زُبیری کا پیچھا مت چھوڑنا' کھانے پینے کی تم فکر مت کرو' یہاں سب کچھ موجود ہے۔

تڑکے ہی میں الزبیری کے دروازے پر جا پہنچا' مجھے بتایا گیا کہ وہ یحیٰی بن خالد کی ڈیوڑھی پر گئے ہیں تو میں بھی وہیں پہنچا۔ باہر انتظار میں کھڑا رہا۔ کچھ دیر کے بعد وہ برآمد ہوا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا: "ارے ابو عبداللہ میں تمھارا تذکرہ کرنا تو بھول ہی گیا' خیر تم یہیں ڈیوڑھی پر ٹھہرو میں ابھی آیا"۔ تھوڑی دیر کے بعد دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا: "اندر آ جاؤ"۔ میں بہت پھٹی ٹوٹی حالت میں اندر داخل ہوا' یہ رمضان کا مہینہ تھا اور اس کے ختم ہونے

Marfat.com

میں تین یا چار روز اور رہ گئے تھے' جب مجھے یحییٰ نے ان حالوں میں دیکھا تو اس کے چہرے پر غم کے تاثرات اُبھر آئے۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور اپنے نزدیک ہی بٹھا لیا' اس کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔ وہ مجھ سے ایک کے بعد ایک بات کرتا رہا' اور میں جواب سے کتراتا رہا۔ جب بولتا تھا تو بے تکی اور بے موقع بات کہتا تھا' اور لوگ صحیح جواب دیتے تھے' تو کھسیا کر رہ جاتا تھا۔

جب مجلس برخاست ہوئی' سب لوگ نکلے' میں بھی چلا۔ اتنے میں یحییٰ بن خالد کا ایک نوکر آیا اور مجھے باہر پردے کے پاس ملا۔ کہنے لگا کہ وزیر نے یہ حکم دیا ہے کہ تم رات کا کھانا اُن کے ساتھ ہی کھاؤ۔ میں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے ساتھیوں کو بتایا اور یہ بھی کہا کہ ڈر یہ ہے کہ اس نوکر نے کسی اور کے دھوکے میں مجھے مدعو نہ کر لیا ہو' کچھ ساتھی کہنے لگے: "تو کیا ہے؟ یہ دو روٹیاں اور تھوڑا پنیر موجود ہے' اور یہ سواری ہے' تم سوار ہو کر چلو' غلام پیچھے پیچھے رہے گا' اگر دربان نے تمھیں باریابی دے دی' تب تو یہ توشہ تم غلام کو دے دینا' اور اگر باریابی نہ ملے تو کسی مسجد کا رُخ کرنا وہاں بیٹھ کر کھا لینا اور وہیں سے پانی لے کر پی لینا۔"

میں گھر سے نکلا' اور یحییٰ بن خالد کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ لوگ مغرب کی نماز پڑھ چکے تھے۔ جب دربان نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا "شیخ صاحب کہاں رہ گئے تھے؟ آپ کی تلاش میں کئی بار ہرکارہ دوڑ چکا ہے۔" میں نے اپنی پوٹلیا تو غلام کو تھمائی اور اس سے انتظار کرنے کو کہہ کر خود اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ سب لوگ جمع ہیں۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اب وضو کے لیے پانی لایا گیا' ہم نے وضو کیا' میں سب لوگوں کے مقابلے میں وزیر سے قریب تر بیٹھا

Marfat.com

تھا۔ اب روزہ افطار کیا۔ تھوڑی دیر میں عشاء کا وقت ہوگیا تو ہم نے یحییٰ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر اپنی اپنی جگہ سنبھال لی اب یحییٰ نے سوالات کرنے شروع کیے اور میں خاموش رہا، دوسرے لوگ جواب دیتے رہے، مگر وہ جوابات میری رائے کے خلاف تھے۔

جب رات ڈھلنے لگی، تو سب لوگ اٹھے۔ میں بھی پیچھے پیچھے چلا۔ اب مجھے ایک غلام ملا اور بولا کہ وزیر کا حکم ہے کہ تم کل پھر آؤ مگر آج جس وقت آئے تھے اس سے ذرا پہلے۔ اس نے مجھے ایک تھیلی بھی تھما دی، یہ تو پتا نہیں چلا کہ اس میں کیا تھا، پر میں خوشی سے پھول گیا۔ اب میں اپنے غلام کی طرف چلا اور سوار ہوا۔ وہ حاجب میرے ساتھ تھا۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا ذرا چراغ منگواؤ۔ اب تھیلی کھول کر دیکھا تو اس میں دینار تھے وہ لوگ کہنے لگے: "کیا دیا؟" میں نے کہا کہ غلام یہ کہہ گیا ہے کہ کل پھر بلایا ہے اور اس وقت سے ذرا پہلے جب آج گیا تھا۔ دینار گنے تو پانسو تھے۔ کسی نے کہا: "تمھارے لیے سواری خریدنا میرا کام رہا" کوئی بولا: "زین لگام اور دوسری ضروریات میں خرید لاؤں گا"۔ تیسرا بولا: تمھیں حمام کرانا، داڑھی کو خضاب لگانا اور خوشبو میں بسانا میری ڈیوٹی ہوگی، ایک کہنے لگا کپڑے میں خرید کر لاؤں گا دیکھو لوگ کیسے کیسے بڑھیا لباس میں رہتے ہیں!" میں نے سو دینار گن کر اس شخص کو دیے جس کے پاس خرچ کا حساب کتاب رہتا تھا اور سب لوگ قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم تمھارے مال میں ایک دینار یا درہم کی بھی گڑبڑ نہیں کریں گے۔

صبح کو سب نکلے اور جس نے میرے لیے جو سامان لانے کا ذمہ لیا تھا وہ اپنے اپنے کام پر روانہ ہوگیا۔ ظہر کی نماز پڑھتے وقت تک میں اچھا خاصا مرد

Marfat.com

معقول نظر آنے لگا۔ باقی رقم لے کر میں زبیری کے پاس پہنچا۔ اُس نے مجھے ذرا ٹھاٹ میں دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ میں نے سارا ماجرا سُنایا۔ پھر بولا "میں مدینہ جا رہا ہوں، کچھ کہنا سُننا ہے؟" میں نے کہا: "ہاں، میں نے بیوی بچوں کو جس حال میں چھوڑا تھا، وہ تمھیں معلوم ہی ہے۔" اُسے دو سو دینار دیے کہ اُن کو پہنچا دے۔ پھر وہاں سے نکلا اور بچی کھچی رقم لے کر اپنے ساتھیوں میں آیا۔

اب میں نے عصر کی نماز پڑھی۔ اور خوب بن سنور کر یحییٰ بن خالد کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ دربان نے مجھے دیکھا تو کھڑا ہو گیا اور اندر جانے کی اجازت دی۔ میں یحییٰ کے سامنے آیا اور اُس نے میرے ٹھاٹ دیکھے تو اُس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں اس کی مجلس میں بیٹھا اور اُس سے اب باتیں کرنی شروع کیں، اور پہلے اُس نے جو باتیں پوچھی تھیں اُن کے جو صحیح جوابات تھے، سب دیے، یہ سب باتیں دوسرے لوگوں کی بتائی ہوئی باتوں سے مختلف تھیں۔ میں نے کنکھیوں سے دیکھا کہ لوگوں کی بھوئیں چڑھی ہوئی رہیں۔ یحییٰ ادھر اُدھر کی باتیں پوچھتا رہا، میں ہر بات کا جواب دیتا رہا، اور سب دم بخود بیٹھے رہے، کسی کے منھ سے ایک لفظ نہیں نکلا۔

مغرب کا وقت ہوا تو یحییٰ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ پھر کھانا لایا گیا، ہم سب نے مل کر کھایا۔ پھر یحییٰ نے عشار کی نماز پڑھائی۔ اب سب اپنی اپنی نشستوں پر آ کر بیٹھ گئے اور باتیں شروع ہوئیں۔ اب یحییٰ لوگوں سے کوئی سوال کرتا تھا تو وہ آئیں بائیں شائیں کرتے تھے۔ جب اُٹھنے کا وقت آیا تو سب کے ساتھ میں بھی چلا آیا۔ دیکھا تو پھر ہرکارہ میرے پیچھے ہے۔ کہنے لگا کہ وزیر کا حکم یہ ہے کہ تم روزانہ شام کو اِسی وقت آیا کرو جیسے آج آئے تھے، یہ کہہ کر ایک تھیلی اور پکڑا دی۔ میں گھر آیا اور دربان کا ہرکارہ مجھے گھر تک چھوڑ گیا۔ اپنے ساتھیوں

Marfat.com

میں آکر میں نے چراغ بیچ میں رکھا اور وہ تھیلی اپنے ساتھیوں کی طرف لڑھکا دی وہ مجھ سے بھی زیادہ باغ باغ ہو گئے۔

اگلا دن آیا تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ اپنے قریب ہی کہیں میرے لیے ایک مکان تلاش کرو اور ایک باندی خرید دو، ایک غلام روٹی پکانے والا ہونا چاہیئے اور گھر کا سارا دھندا جمع کر دو۔ ظہر سے پہلے پہلے انھوں نے یہ سب چیزیں بھی فراہم کر لیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آج روزہ میرے ساتھ ہی افطار کرو، اس پر وہ بڑی مشکل سے آمادہ ہوئے۔

میں مقررہ وقت پر روزانہ یحییٰ بن خالد کے دربار میں جاتا رہا، ہر بار مجھے دیکھ کر وہ کھِل اُٹھتا تھا۔ اور ہر رات کو مجھے پانسو دینار دیتا تھا۔ اب عید کی چاند رات آگئی۔ اس نے کہا: "ابو عبداللہ کل امیرالمؤمنین سے ملنے کے لیے بہترین لباس قاضیوں کا سا پہن کر آنا اور ان کے سامنے ہی بیٹھ جانا وہ لازماً پوچھیں گے یہ کون ہے؟ تو میں تمھارا تعارف کرا دوں گا۔" عید کی صبح کو میں بڑے طمطراق سے نکلا، اور بھی ہزاروں انسان تھے۔ امیرالمؤمنین عیدگاہ پر تشریف لائے، وہ بار بار میری طرف دیکھتے تھے۔ میں برابر اُن کے مصاحبوں میں ڈٹا رہا۔ واپس آکر میں یحییٰ بن خالد کی ڈیوڑھی پر پہنچا اور امیرالمؤمنین کے محل میں تشریف لے جانے کے بعد، یحییٰ سے ملاقات کی، وہ کہنے لگا: "ابو عبداللہ، تمھارے بارے میں امیرالمؤمنین برابر مجھ سے پوچھتے رہے! میں نے اُنھیں حج کا قصہ یاد دلایا، اور بتایا کہ تم وہی شخص ہو جس نے ہمیں اس رات کو مقامات مقدسہ کی زیارت کرائی تھی۔ اُنھوں نے تمھارے لیے تیس ہزار درھم کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے جو میں تمھیں ان شاء اللہ کل ادا کر دوں گا۔"

آج پھر میں واپس آگیا اور اگلے دن پھر یحییٰ بن خالد سے ملا، اور اُس سے

Marfat.com

کہا کہ خدا وزیر کی ہر دلی مراد پوری کرے۔ میری ایک حاجت اور ہے جو وزیر سے ــــ خدا اُن کا اقبال رکھے۔ مانگنی ہے۔ کہنے لگا: "وہ کیا ہے؟" میں نے کہا: "گھر جانے کی اجازت چاہتا ہوں کیونکہ بیوی بچوں سے ملنے کا اشتیاق حد سے سوا ہو گیا ہے"۔ کہنے لگا: "ابھی مت جاؤ"۔ مگر میں برابر اس سے اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے اجازت دے ہی دی"۔ پھر مجھے تین[3] ہزار درہم ادا کرائے میرے لیے ایک کشتی مع تمام لوازم کے تیار کیے جانے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ میرے لیے شام کی نادر چیزیں خرید کر ساتھ کر دی جائیں تاکہ مدینہ کو بطورِ سوغات لے جا سکوں۔ نیز اپنے عراقی وکیل کو حکم بھیجا کہ میرے لیے مدینہ تک کی سواری کا انتظام کرے اور مجھے ایک دھیلا اس مد میں خرچ کرنا نہ پڑے۔ میں اپنے ساتھیوں میں آیا تو یہ سب قصہ انھیں سنایا۔ میں نے ان لوگوں کو قسم دلا کر کہا کہ مجھ پر جو کچھ انھوں نے خرچ کیا تھا وہ سب مجھ سے لے لیں مگر وہ قسم کھانے لگے کہ ہرگز ایک درہم بھی نہیں لیں گے۔ خدا کی قسم میں نے ایسے اخلاق والے لوگ کم ہی دیکھے ہیں۔ اب بتاؤ کہ اگر میں یحییٰ بن خالد سے محبت رکھتا ہوں تو کیا یہ بات قابلِ ملامت ہے؟"۔)

یہ آخری الفاظ بتا رہے ہیں کہ الواقدی نے یہ واقعہ یحییٰ برمکی کے زوال (۱۸۷ھ) کے بعد بیان کیا ہو گا۔ کیونکہ اس سے پہلے تو اُسے یحییٰ سے محبت ظاہر کرنے پر ملامت کا خوف ہونا ہی نہیں چاہیے تھا۔ ایک اور موقع پر بھی اس نے یحییٰ کی داد و دہش کا بہت اچھے الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔

یحییٰ دوسروں کی امداد کرنے میں کتنا فراخ حوصلہ تھا، اس کی ایک اور مثال الواقدی کے شاگرد ابن سعد کے یہاں ملتی ہے[12] جسے ہم یہاں درج کرتے ہیں، اس مثال سے اس دور کی گھریلو زندگی اور سماجی حالت کا بھی اندازہ ہوتا ہے

Marfat.com

"حدّثنی عبدُ الله بنُ عُبيدِ الله، قال: كنتُ عندَ الواقدی جالساً إذ ذُكِرَ يحيى بنُ خالدِ بن برمكَ، قالَ: فترحّمَ عليه الواقدیُّ، فأكثرَ الترحُّمَ قال: فقُلنا له: يا أبا عبدِ الله، إنّكَ لتكثرُ الترحُّمَ عليه، قالَ وكيفَ لا أترحّمُ على رجلٍ أخبرُكَ عن حاله. كانَ قد بقی علیّ من شهرِ شعبانَ أقلّ من عشرةِ أيامٍ، وما فی المنزلِ دقيقٌ ولا سويقٌ ولا عرضٌ من عُروضِ الدنيا فميّزتُ ثلاثةً من إخوانی فی قلبی، فقلتُ أنزلُ بهم حاجتی، فدخلتُ علی أمّ عبدِ الله وهی زوجتی، فقالت: ماوراءكَ يا أبا عبدِ الله، وقد أصبحنا وليسَ فی البيتِ عرضٌ من عُروضِ الدنيا، من طعامٍ أو سويقٍ أو غيرِ ذلك، وقد وردَ هذا الشهرُ. فقلتُ لها: قد ميّزتُ ثلاثةً من إخوانی أنزلُ بهم حاجتی. فقالت: مدنيّون أو عراقيّون، قال: قلت: بعضٌ مدنیٌّ وبعضٌ عراقیٌّ. فقالت: أعرضهم علیّ. فقلتُ لها: فلانٌ. فقالتْ: رجلٌ حسيبٌ ذو يسارٍ إلّا أنّه منّانٌ لا أری لكَ أن تأتيه. فسمِّ الآخر. فسمّيتُ الآخرَ فقلتُ فلانٌ، فقالتْ رجلٌ حسيبٌ ذومالٍ إلّا أنّه بخيلٌ. لا أری لكَ أن تأتيه قال: فقلتُ فلانٌ. فقالتْ رجلٌ كريمٌ حسيبٌ لا شیءَ عندَهُ ولا عليكَ أن تأتيه.

قالَ: فأتيتُه. فاستفتحتُ عليه البابَ، فأذنَ لی عليه، فدخلتُ فرحّبَ وقرّبَ وقالَ لی: ماجاءَ بكَ أبا عبدِ الله. فأخبرتُه بورودِ الشهرِ وضيقِ الحالِ، قالَ ففكّرَ ساعةً ثمّ قالَ لی: إرفع ثِنیَ الوسادةِ فخذْ ذلكَ الكيسَ فطهّرهُ وأستنفقه. فإذا هی دراهمُ مُكَحّلةٌ فأخذتُ الكيسَ وصرتُ إلی منزلی، فدعوتُ رجلاً كانَ يتولّی شراءَ حوائجی، فقلت: أكتبْ من الدقيقِ عشرةَ أقفزةٍ ومن الأرزِ قفيزاً ومن السُّكّرِ كذا، حتّی أقضی جميعَ حوائجه

Marfat.com

فبینا نحن کذلک، إذ سمعتُ دَقّ الباب، فقلتُ أنظروا من هذا؟ فقالت الجاریة: "هذا فلان بن فلان بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب". فقلت: إئذنی لہ. فقمتُ لہ عن مجلسی ورحّبتُ بہ وقرّبتُ وقلتُ لہ: یابن رسول اللہ، ماجاءَ بک. فقال لی: یا عمّ أخرجنی ورود ھذا الشھر ولیس عندنا شیءٌ. ففکّرتُ ساعۃً، ثم قلتُ لہ: ارفع ثنیَ الوسادۃ، فخُذ الکیس بما فیہ فأخذ الکیس. ثمّ قلتُ لصاحبی أخرج فخرج. فدخلت أم عبداللہ فقالت لی: ماصنعت فی حاجۃ الفتی؟ فقلتُ لھا دفعتُ إلیہ الکیس بأسرہ فقالت وُفّقتَ وأحسنتَ۔

ثمّ فکّرتُ فی صدیقٍ لی بقرب المنزل فانتعلتُ وخرجتُ إلیہ فدققتُ الباب فأذن لی. فدخلتُ فسلّم علیّ ورحّب وقرّب ثمّ قال لی: ماجاءَ بک أباعبداللہ. فخبّرتہ بورود الشھر وضیق الحال. ففکّر ساعۃً ثمّ قال لی: إرفع ثنیَ الوسادۃ فخُذ الکیس، فخُذ نصفہ وأعطنا نصفہ، فإذا کیسی بعینہ، فأخذتُ خمس مئۃ درھم ودفعتُ إلیہ خمس مئۃ وصرتُ إلی منزلی فدعوتُ الرجل الذی کان یلی شراء حوائجی فقلتُ لہ: أکتُب خمسۃَ أقفزۃِ دقیقٍ ...." فکتب لی جمیعَ ما أردتُ من حوائجی۔

فبینا أنا کذلک إذا أنا بداقٍّ یدقّ الباب فقلتُ للخادم، أنظری مَن ھذا. فخرجتْ ثمّ رجعتْ إلیّ فقالت خادمٌ نبیلٌ، فقلتُ لھا: إئذنی لہ، فنزل، فإذا کتابٌ من یحیی بن خالدٍ یسألنی المصیر إلیہ فی وقتہ ذلک فقلتُ للرجل أخرج، ولبستُ ثیابی، ورکبتُ دابّتی، ثمّ مضیتُ مع الخادم، فأتیتُ منزل یحیی بن خالدٍ رحمہ اللہ، فدخلتُ علیہ وھو جالسٌ فی

Marfat.com

صَحن دارِہ، فلمّا رآنی، وسلّمتُ علیہ، رحّبَ وَ قرّبَ وقالَ یا غلامُ مِرفقہ
نقعدتُ إلی جانبہ، فقال لی: أبا عبد اللہ، قد دری لِمَ دعوتُک فقلتُ: لا۔
فقال: أسھرتنی لیلتی ھذہ، فکرۃٌ فی أمرک وورودِ ھذا الشھر، وما عندکَ
فقلتُ أصلحَ اللہُ الوزیرَ إنّ قِصّتی تَطُول، فقال لی: إن القصّۃ کلّما طالت
کانَ أشھی لہا، فخبّرتُہ بحدیثِ أمّ عبد اللہ، وحدیثِ إخوانی الثلاثۃ،
وما کان من رَدِّھا لہم وخبّرتُہ بحدیث الطالبیّ وخبرِ أخی الثانی المواسی
ل بالکیسِ، فقالَ یا غلام، دواۃ۔ فکتب رقعۃً إلی خازنہ، فاذا کیسٌ فیہِ
خمس مئۃ دینارٍ، فقالَ لی یا أبا عبد اللہ، إستعِنْ بھذا علی شھرِک،
ثمّ رفعَ إلی خازِنہ، فاذا صُرّۃٌ فیہا مئتا دینارٍ، فقالَ ھذا لأمّ عبد اللہ لجزالتہا
وحسنِ عقلہا، ثمّ رفعَ رقعۃً أخری، فاذا مئتا دینارٍ، فقال ھذا للطالبیّ، ثمّ رفعَ
رقعۃً أخری فاذا صُرّۃٌ فیہا مئتا دینارٍ، فقالَ ھذا للمُواسی لک۔ ثمّ قال لی:
إنہض أبا عبد اللہ، فی حفظ اللہ۔ قال: فرکبتُ من فوری فأتیتُ صاحبی
الّذی وَاسانی بالکیسِ فدفعتُ إلیہ المئتی دینارٍ وخبّرتُہ بخبرِ یحییٰ ابن
خالد، فکادَ یموتُ فرحاً ثمّ أتیتُ الطالبیّ فدفعتُ إلیہ الصُّرّۃَ وأخبرتُہ
بخبرِ یحییٰ بن خالدٍ، فدَعا وشکر ثمّ دخلتُ منزلی فدعوتُ أمّ عبدِ اللہ
فدفعتُ إلیہا الصُّرّۃَ فدعَتْ وجزَتْ خیراً۔ فکیفَ ألامُ علی البرامکۃ
یحییٰ بن خالد خاصّۃً۔"

مجھ سے عبداللہ بن عُبید اللہ نے بیان کیا کہا: میں الواقدی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یحییٰ بن خالد کا ذکر چھڑ گیا۔ الواقدی اُس کے لیے دیر تک رحمت اور مغفرت کی دعا کرتا رہا، تو ہم نے اُس سے کہا کہ ابو عبداللہ تم اس کے لیے بہت دعائے رحمت کر رہے ہو کیا بات ہے۔ کہنے لگا کہ ایسے شخص کے لیے

Marfat.com

بھلا کیوں نہ دعائے مغفرت کروں جس کا ایک واقعہ تمھیں ابھی سناتا ہوں شعبان کا مہینہ ختم ہونے میں دس دن سے بھی کم رہ گئے تھے اور گھر میں نہ آٹا تھا، نہ ستو تھے، نہ کوئی اور ساز و سامان تھا۔ میں نے اپنے دل میں تین دوستوں کو چھانٹا اور سوچا کہ اُن سے اپنی ضرورت بیان کروں۔ میں اپنی بیوی امّ عبداللہ کے پاس آیا تو وہ کہنے لگی: "ابُو عبداللہ، تمھیں آخر ہو کیا گیا ہے، یہ وقت آگیا اور گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے، اور رمضان سر پر کھڑا ہے"۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں نے تین دوستوں کے نام سوچ رکھے ہیں، اُن سے اپنی حاجت بیان کروں گا۔ اُس نے پوچھا کہ وہ عراقی ہیں یا مدنی؟۔ میں نے بتایا کہ ان میں سے کوئی عراقی ہے اور کوئی مدنی ہے۔ بولی: "میں بھی تو سُنوں کون کون ہیں؟" میں نے نام لیا کہ "فلاں"۔ کہنے لگی کہ "ہاں ہے تو خاندانی، پیسے والا بھی ہے، مگر احسان جتائے گا۔ میری رائے میں اُس سے سوال کرنا مناسب نہیں"۔ پھر میں نے دوسرا نام لیا تو بولی کہ یہ بھی اچھے خاندان کا اور مال دار ہے، مگر کنجوس ہے۔ میری رائے میں اس کے پاس جانا بھی مناسب نہیں"۔ پھر میں نے کہا: "اچھا تو فلاں"۔ کہا: "یہ بھی شریف آدمی ہے، دریا دل بھی ہے، مگر اس کے پاس پلّے کچھ نہیں۔ میرا خیال ہے اِس سے کہنے میں کچھ ہرج نہیں"۔ چنانچہ میں اُس کے پاس گیا، اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُس سے ملاقات ہوئی تو بہت خندہ پیشانی سے ملا اور اپنے پاس ہی بٹھالیا، پھر کہنے لگا: "ابو عبداللہ کیسے آنا ہوا؟" میں نے اُسے بتایا کہ رمضان سر پر ہے اور میرا ہاتھ ان دنوں تنگ ہے"۔ وہ سوچ میں پڑگیا۔ پھر کہنے لگا: اچھا اِس تکیہ کی تہ کھولو اور وہ تھیلی نکال لو، جو کچھ اُس ہے سب جھاڑ لو اور اپنے کام میں لاؤ۔ میں نے دیکھا تو وہ کھلائے ہوئے درھم تھے

Marfat.com

خیر وہ تھیلی میں نے اٹھائی اور اپنے گھر پہنچا اور اُس شخص کو بُلایا جو بازار سے میرا سودا سلف لایا کرتا تھا اور کہا لکھو: دس قفیز (ایک پیمانہ) آٹا' ایک قفیز چاول' اتنی ہی شکر وغیرہ۔ اسی طرح سب ضروریات لکھوا دیں۔

ابھی میں لکھوا ہی رہا تھا کہ دروازہ پر کھٹکا ہوا' میں نے کہا دیکھو تو کون ہے؛ باندی نے آکر بتایا کہ "فلاں بن فلاں بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب تشریف لائے ہیں"۔ میں نے کہا اندر بُلا لو۔ اُن کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا' اُنھیں خوش آمدید کہا اور اپنے پاس بٹھا لیا' اور پوچھا کہ: "سیدی کیسے تشریف آوری ہوئی؟"۔ وہ کہنے لگے: "چچا میاں' اِس لیے گھر سے نکلا ہوں کہ رمضان سر پہ آ گئے ہیں اور میرے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ میں ذرا دیر کے لیے سوچ میں پڑ گیا' پھر اُن سے کہا کہ اس تکیہ کی تہ کھولو اور تھیلی میں جو کچھ ہے سب لے لو۔ اُنھوں نے تھیلی نکال لی' میں نے اپنے ساتھی سے کہا بس تم چلے جاؤ۔ وہ چلا گیا۔

اب پھر اُم عبداللہ آئیں اور بولیں: "یہ نوجوان جو آیا تھا اِس کے لیے تم نے کیا کیا؟"۔ میں نے کہا: "ساری تھیلی اُس کو دے دی"۔ اُس نے کہا: "بہت اچھا ہوا خدا نے تمھیں نیکی کی توفیق دی"۔

اب میں نے ایک اور دوست کا خیال کیا جو ہمارے گھر کے قریب ہی رہتا تھا' اور جوتے پہن کر سیدھا اُس کے گھر پہنچا۔ میں نے دروازہ پر دستک دی' اُس نے اندر بُلا لیا' میں اندر پہنچا تو اُس نے آداب تسلیمات کے بعد اپنے قریب بٹھا لیا اور پوچھا کہ "ابو عبداللہ کیسے زحمت کی؟"۔ میں نے اُسے بتایا کہ رمضان قریب ہے' اور میرے پاس کچھ نہیں ہے' تو وہ کچھ دیر تک فکر میں ڈوبا رہا' پھر کہنے لگا کہ "اچھا اِس تکیے کے نیچے سے تھیلی نکالو اور آدھی رقم تم لے لو' آدھی میرے لیے چھوڑ دو"۔ اب جو دیکھتا ہوں تو بالکل یہی سی

Marfat.com

تھیلی ہے۔ میں نے اُس میں سے پانسو درھم نکال لیے اور پانسو چھوڑ دیے اب اپنے گھر آیا اور اُس شخص کو پھر بلوایا جو میرا سودا لایا کرتا تھا۔ اور اُسے لکھوانا شروع کیا' پانچ قفیز آٹا..... وغیرہ۔" اُس نے سب ضروریات لکھ لیں۔

ابھی ہم اس سے فارغ نہیں ہوئے تھے' کہ دروازہ پر دستک ہوئی میں نے نوکر سے کہا دیکھو کون ہے؟۔ اُس نے واپس آکر بتایا کہ کوئی شریف ملازم معلوم ہوتا ہے' میں نے کہا: "اندر بُلالو۔" وہ آیا تو اُس نے یحیی بن خالد کا ایک خط دیا جس میں اُس نے مجھے فوراً بلایا تھا۔ میں نے قاصد سے کہا تم ذرا باہر چلو۔ پھر میں نے کپڑے بدلے اور اپنی سواری پر گھر سے نکلا۔ وہ خادم میرے ساتھ تھا۔ جب یحیی بن خالد کی ڈیوڑھی پر آیا' اور اندر داخل ہوا' تو دیکھا کہ وہ صحن میں بیٹھا ہوا ہے۔ جب اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو میں نے سلام کیا' اُس نے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا' اپنے قریب بٹھایا' اور آواز دی "ارے لڑکے' اِن کے لیئے تکیہ لاؤ۔" اب میں اُس کے نزدیک بیٹھ گیا وہ کہنے لگا: "ابو عبداللہ جانتے ہو میں نے اِس وقت کیوں بُلایا ہے؟" میں نے کہا "نہیں"۔ بولا: "مجھے تمھارا خیال کر کے رات بھر نیند نہیں آئی' کہ یہ ماہ مبارک آرہا ہے اور تمھارے پاس کچھ نہیں ہے۔" میں نے کہا خدا وزیر کو سلامت رکھے میری داستان تو بڑی طولانی ہے"۔ کہنے لگا: جتنی زیادہ طویل کہانی ہوگی میں اُتنی ہی دل چسپی سے سُنوں گا"۔ میں نے اُسے اپنی بیوی کی بات سُنائی اور اپنے اُن تین دوستوں کا قصہ سنایا اور اس نے ان تینوں کے بارے میں جو رائیں ظاہر کی تھیں وہ بتائیں۔ پھر اُس طالبی (سیدزادہ) کا آنا بتایا اور اُس دوست کا قصہ بھی بتایا' جس نے اپنی تھیلی میں سے آدھی رقم میرے حوالے کر دی تھی۔ اب یحیی نے نوکر کو آواز دی: "لڑکے دوات لاؤ"۔ اور اپنے خزانچی

Marfat.com

کو ایک رقعہ لکھا۔ تھوڑی دیر میں پانسو دینار آ گئے۔ کہنے لگا: "ابو عبداللہ لو اس سے اپنا رمضان کا خرچ چلاؤ۔" پھر ایک اور چٹھی خزانچی کو لکھی تو ایک تھیلی آ گئی جس میں دو سو دینار تھے اور بولا یہ اُمّ عبداللہ کے لیے ہیں، اُن کی ذہانت اور معاملہ فہمی کا صلہ۔" پھر ایک اور چِٹ اٹھائی، اور پھر ایک تھیلی آ گئی، جس میں دو سَو دینار تھے، بولا: "یہ اس سیدزادے کے لیے ہیں۔" پھر ایک اور رقعہ لکھا اور دو سَو دینار کی ایک اور تھیلی آئی۔ بولا، "یہ تمھارے ساتھ سلوک کرنے والے شخص کا صلہ ہے۔" پھر کہنے لگا: "ابو عبداللہ۔ اب جاؤ خدا حافظ۔" میں فوراً سوار ہوا، اور پہلے اُس دوست کے پاس آیا جس نے اپنی تھیلی میں سے آدھا مال مجھے دیا تھا، اور اُسے میں نے اُس کے دو سَو دینار ادا کیے، اور یحییٰ بن خالد کا معاملہ اُسے بتایا، تو وہ خوشی سے پاگل سا ہو اٹھا۔ پھر میں اُس طالبی کے پاس گیا اور اُس کی تھیلی اُسے دی اور یحییٰ بن خالد کا قصہ سُنایا، اُس نے بھی دُعائیں دیں اور شکر ادا کیا، پھر میں اپنے گھر میں داخل ہوا، امِ عبداللہ کو بُلایا، اور اُسے تھیلی دکھائی اس نے بھی دعائیں دیں اور جزائے خیر طلب کی، تو اب بتاؤ کہ برامکہ سے، خصوصاً یحییٰ بن خالد سے محبت کرنے پر کیا میں ملامت کا مستحق ہوں؟"

المسعودی[۲۱۳]، یاقوت[۲۱۴] اور ابنِ خلکان[۲۱۵] نے یہی قصہ بعض جزوی اختلافات کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ مامون الرشید کے عہد کا واقعہ ہے مگر ابن سَعد کا بیان قدیم ترین ہے اور خود الواقدی سے مروی ہے۔

ایک اور روایت جس کا راوی مجہول[۲۱۶] ہے، کہتی ہے کہ ہارون الرشید نے الواقدی کو بغداد کے مشرقی حصہ کا قاضی بنا دیا تھا۔ ایک اور خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۸۰ھ میں قاضی تھا، یہ ہارون الرشید کا عہد[۲۱۷] ہوا۔ مگر قدیم ترین تراجم میں اس کا حوالہ نہیں پایا جاتا۔ بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ المامون نے 'الواقدی کو

Marfat.com

المہدی کے لشکر کا قاضی بنا دیا تھا، یہ جگہ "رُصافۃ" بھی کہلاتی تھی[218] اور یہی بغداد سے جانب شرق واقع تھی[219]۔ مگر یہ ۲۰۴ھ کے اوائل کی بات ہے[220]، جب الواقدی بغداد آیا تھا۔ المامون واقدی پر اعتماد کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار الواقدی نے خلیفہ کو درخواست دی کہ اُس پر قرض بہت ہو گیا ہے اُسے ادا کرنے کا حکم دیا جائے[221]۔ الواقدی اپنی فیاض طبیعت کے باعث اکثر مقروض رہتا تھا[222]۔ تو خلیفہ نے درخواست کے حاشیے پر لکھا: "تمھارے اندر دو صفات ہیں: سخا اور حیا۔ سخاوت کے سبب سے تو یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ تمھیں ملتا ہے، سب اُڑا دیتے ہو، اور حیا تمھیں اس پر مجبور کرتی ہے کہ اپنا صرف تھوڑا سا قرضہ ظاہر کرو، اس لیے ہم نے حکم دیا ہے کہ تمھارا جو مطالبہ ہے اس کا دوگنا تمھیں دیا جائے اگر اب بھی ہم تمھاری حاجت کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہوں تو یہ تمھاری اپنی کوتاہی ہے، اور اگر اس سے تمھاری ضرورت پوری ہو جاتی ہے، تو آیندہ اور بھی کُشادہ دستی سے خرچ کرو، اس لیے کہ اللہ کے خزانے کھلے ہوئے ہیں، نیکی میں اعانت کے لیے اس کے ہاتھ ہمیشہ وسیع ہیں، تم نے ہی ایک بار مجھے یہ حدیث سُنائی تھی۔ جب تم ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی تھے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزبیر سے فرمایا تھا کہ: "یا زُبیر اِنّ مفاتیح الرّزق باِزاءِ العَرش یُنزِلُ اللہُ سُبحانَہ لِلعِبادِ أرزاقَھُم علی قَدرِ نفقاتِھم فمَن کثّر کُثّرَ لَہ وَمَن قلّلَ قُلّلَ لَہ"۔ اے زبیر رزق کے خزانوں کی کنجیاں عرش کے سامنے پڑی رہتی ہیں اور اللہ سبحانہ بندوں کے رزق اُن کے خرچ کے مطابق نازل کرتا رہتا ہے، جو زیادہ خرچ کرتا ہے اُس کے رزق میں زیادتی کر دی جاتی ہے جو اپنا خرچ گھٹاتا ہے (کنجوسی کرتا ہے) اُس کا رزق بھی گھٹا دیا جاتا ہے"۔ الواقدی نے کہا کہ "میں اِس حدیث کو بھول بھی چکا تھا، اس کے

Marfat.com

یاد دلانے کی خوشی مجھے خلیفہ کے انعام سے بھی زیادہ ہوئی۔"

الواقدی نے خلیفہ المامون کے عہد میں وفات پائی۔ خلیفہ کو الواقدی نے اپنی وصیتیں جاری کرنے کے لیے نگراں بھی بنایا تھا[423]۔ اُس کی وفات ۲۰۷ھ کے اواخر میں ۷۸ سال کی عمر میں ہوئی اور خیزُران کے قبرستان میں دفن کیا گیا[424]

الواقدی اپنے عہد کے تمام علوم حاصل کرنے کا شائق تھا چنانچہ جتنی کتابیں بھی اُسے مل سکیں اُس نے سب کی نقل حاصل کی تھی اور کہا جاتا ہے کہ وفات کے وقت اُس نے چھ سو پیٹیاں کتابوں سے بھری ہوئی چھوڑی تھیں[425] یہ اُن دو غلاموں کی لکھی ہوئی تھیں جو اُس کے لیے دن رات نقل کا کام کرتے رہتے تھے۔ اِس کے علاوہ دو ہزار دینار اس نے کتابوں کی خریداری پر صرف کیے تھے۔ یہی کتب خانہ اُس کی اُن تمام علمی سرگرمیوں کی اساس تھا جو مختلف شعبہ ہائے علوم پر حاوی تھیں۔ الفہرست[426] میں اُس کی ۲۸ تصانیف کے نام ملتے ہیں اسی طرح یاقوت نے مُعجم الأُدبار میں ایک فہرست درج کی ہے جو بنیادی باتوں میں ابن ندیم کے بیان سے مختلف نہیں ہے[427] یہاں وہ فہرست درج کی جاتی ہے:

کتبِ فقہ و علوم قرآنی و حدیث وغیرہ .....

۱ - کتاب الإختلاف: اِس کتاب میں کوفی اور مدنی فقہاء کے اختلافات بیان ہوئے ہیں جو شفعہ صدقہ، رُقبٰی وغیرہ فقہی مسائل سے متعلق ہیں[428]۔

۲ - کتاب غلطِ الحدیث

۳ - کتاب السنۃ والجماعۃ وذمِ الھوٰی[429]

۴ - کتاب ذکر القرآن

Marfat.com

۵ - كتاب الأدب

۶ - كتاب الترغيب في علم القرآن[۴۳۰]

(ب) کتب تاریخی:

۷ - التاريخ الكبير

۸ - التاريخ والمغازي والبعث

۹ - أخبار مكة

۱۰ - أزواج النبي صلى الله عليه وسلم

۱۱ - وفات النبي صلى الله عليه وسلم

۱۲ - السقيفة وبيعة أبي بكر

۱۳ - سيرة أبي بكر ووفاته

۱۴ - الردة والدار

۱۵ - السيرة

۱۶ - أمر الحبشة والفيل

۱۷ - حرب الأوس والخزرج

۱۸ - المناكح[۴۳۱]

۱۹ - يوم الجمل

۲۰ - صفين

۲۱ - مولد الحسن والحسين

۲۲ - مقتل الحسين[۴۳۲]

۲۳ - فتوح الشام

۲۴ - فتوح العراق

Marfat.com

۲۵ - ضربُ الدّنانیر والدراھم
۲۶ - مَراعی قریش والانصار' فی القطائع و وَضع عُمرالدّواوِین ۔ ۳۳۴
۲۷ - طبقات
۲۸ - تاریخ الفقہاء

مندرجہ بالا فہرست میں مذکورہ کتابوں کے علاوہ' ابن سعد نے ایک کتاب 'طُعم النبی' بھی الواقدی سے منسوب کی ہے[۳۳۵]۔ بظاہر اِس کتاب میں اُن محاصل کا بیان ہوگا جو خیبر کی جاگیر سے رسول اللہ کی ازواج مطہرات اور دوسرے افراد کو دیے جاتے تھے' اور غالباً یہ "المراعی" کی صرف ایک فصل رہی ہوگی اسی وجہ سے ابن الندیم اور یاقوت کے ہاں اِس کا نام موجود نہیں ہے۔ کتب تاریخی میں سے دو (یعنی نمبر ۱۶ و ۱۷ بلکہ شاید ۱۹ بھی) مکہ اور مدینہ کی دَورِ جاہلیۃ کی تاریخ سے بحث کرتی ہیں۔ باقی میں سے چار کتابیں (۸ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۵) سیرۃ نبوی یا اُس سے متعلقہ موضوعات پر ہیں اور بقیہ تالیفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رُونما ہونے والے تاریخی حوادث کا ذکر ہے۔ اِن کتابوں کے بہت سے اقتباسات دوسری تاریخوں میں محفوظ ہیں مثلاً: "کتابُ الردّۃ والدّار" کے طویل اقتباسات ابن حُبَیْش (متوفی ۵۸۴) کی ہنوز غیر مطبوعہ "کتاب غزوات' میں پائے جاتے ہیں جس سے LEONI GAETAN لیونی کیتانی ڈیوک آف سَرمونیتا نے اپنی "حولیاتِ اسلام" ANNALI DELL' ISLAM کی فصل "رِدّۃ" میں فائدہ اُٹھایا ہے۔ اس میں رسول اللہ کی وفات کے بعد ہونے والی عرب قبیلوں کی بغاوت کا حال ہے۔ الواقدی کی یہ کتاب پہلے زمانے میں اسپین میں بھی معروف رہی ہے چنانچہ ابن خیر (متوفی ۵۷۵ھ) اپنی فہرست میں اِس

Marfat.com

کا ذکر کرتا ہے[435] اور اسے "کتاب الردۃ" کہتا ہے جب کہ یہ زمانہ مابعد کی کتابوں میں "کتاب الردۃ والدار" کے نام سے مذکور ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ "یوم الدار" سے ان لوگوں کی مراد خلیفہ عثمان کی شہادت کا دن ہو، جیسا کہ یہ پہلے کہلاتا تھا۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ ۱۱ھ کے واقعہ ردۃ کو الواقدی نے ۳۵ھ کے یوم الدار سے ایک ہی کتاب میں کس طرح مربوط کیا ہوگا۔ شاید یہ دو الگ الگ مستقل تالیفات رہی ہوں، اور بعد کو غلطی سے انھیں جوڑ دیا گیا ہو۔[436]

شہادت عثمان کے متعلق الطبری کے یہاں الواقدی کے متعدد اقتباسات ہیں جن کے بارے میں گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ "کتاب الدار" سے ماخوذ ہوں گے۔[437] "التاریخ الکبیر" کے بارے میں بظاہر یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس میں اسلامی تاریخ کے سارے اہم واقعات تاریخی ترتیب سے جمع کر دیے گئے ہوں گے اور یہ کم سے کم ۱۷۹ھ تک کے حوادث ہوں گے۔[438] الطبری نے اس کتاب سے بھی بہت سے اقتباسات لیے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الواقدی نے یہ کتاب اپنے بغداد میں قیام پذیر ہونے سے پہلے تمام کر لی تھی۔

الواقدی کی کتاب الطبقات سے ——— اور الہیثم بن عدی کے بعد الواقدی اس انداز پر کتاب لکھنے والا پہلا شخص ہے[439] ——— ہمیں اس کے شاگرد ابن سعد کی اس قسم کی تالیف کی اساس معلوم ہو جاتی ہے۔ موخرالذکر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ الواقدی نے زیادہ تر مدنی اصحاب رسول اور ان کی اولاد کے طبقات سے بحث کی تھی۔ ان کے ساتھ کوفہ اور بصرہ کے محدثین کے طبقات کا بیان تھا اگرچہ اس میں کچھ زیادہ نظم و ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔[440] الواقدی کی کتاب الطبقات کو ہم ایک طرح سے سیرۃ کے موضوع پر اس کی دوسری تالیفات کا تکملہ سمجھ سکتے ہیں۔ ابن سعد نے اپنی کتاب کے متعلقہ ابواب میں

Marfat.com

ان کتابوں میں سے اُن سے فائدہ اُٹھایا ہے جن میں ازواج مطہرات کا ذکر ہے یا رسول اللہ کی وفات کا بیان ہے ایک اور کتاب کی ایک فصل سے بھی اُس نے مواد حاصل کیا ہے جس میں رسول اللہ کے مکتوبات یک جا کر دیے گئے تھے۔ مگر اس کا تذکرہ علیحدہ تالیف کی حیثیت سے نہیں آتا اور شاید یہ "سیرۃ" ہی کا ایک باب تھا[۴۴۱]۔ الواقدی کی سیرۃ یا "کتاب البعث" کے اقتباسات بھی ابن سعد کے یہاں مختلف مواقع پر پائے جاتے ہیں، جس میں ظاہر البعثت نبوی سے ہجرت تک کے واقعات قلمبند ہوئے تھے، ابن سعد نے تاریخ اہل کتاب کے سلسلے میں ایک یا دو جگہ الواقدی کا حوالہ دیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع کو الواقدی زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ مگر مکی زندگی کے واقعات کے ذیل میں الواقدی کا حوالہ کثرت سے ملتا ہے۔

الواقدی کی اتنی ساری تصانیف میں اگر کوئی کتاب مکمل حالت میں ہم تک آئی ہے تو وہ اُس کی "کتاب المغازی" ہی ہے، الفرڈ فان کریمر Alfred Von Kremer نے اس کتاب کا پہلا تہائی حصہ "بیلوتھکا انڈیکا" (BiBLOthecA Indica) میں شائع کیا تھا، یہ اس ناقص مخطوطہ پر مبنی تھا جو اُسے دمشق میں ملا تھا[۴۴۲]۔ اسی کتاب کا ایک ناقص اور دوسرا کامل مخطوطہ برٹش میوزیم میں بھی محفوظ ہے۔ جرمن زبان میں اُس کا خلاصہ جولیس ویل ہاوزن Julius Wellhausen نے "محمد مدینہ میں" Mohanmed en Medina, کے عنوان سے شائع کیا ہے، وہ انھیں نسخوں پر مبنی ہے۔ اوگسٹ فشر August Fischer اب اس کا پورا عربی متن لائپزش میں اشاعت کے لیے تیار کر رہے ہیں[۴۴۳]۔

Marfat.com

اپنی "کتاب المغازی" کے آغاز میں الواقدی نے ان راویوں کی ایک فہرست درج کی ہے جن سے وہ بکثرت روایت کرتا ہے۔ اس میں ۲۵ نام ہیں۔ اس کے شاگرد ابن سعد نے بھی ان میں سے گیارہ راویوں کے لیے کہا ہے کہ یہ الواقدی کے اہم رُواۃ میں سے ہیں[۴۴۴]۔ اس فہرست پر اڈ وارڈ زاخاؤ E. Sachau نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[۴۴۵]۔ اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ الواقدی نے بہت کم عمری میں اپنی کتاب کے لیے مواد جمع کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے بعض رُواۃ ۱۵۰ھ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مر گئے ہیں اُس وقت الواقدی کی عمر ۲۵ سال یا اس سے بھی کم رہی ہوگی۔ ان راویوں میں تقریباً سب ہی یا تو مدینہ کے باشندے ہیں یا وہاں مقیم رہے ہیں اس لحاظ سے ہم الواقدی کو "مدینہ اسکول" کا نمائندہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہ فہرست ان سب ناموں کی نہیں ہے جن کی روایات الواقدی نے اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے نام ہیں جن سے وہ بُنیادی روایت اخذ کرتا ہے۔ اس میں کبھی انفرادی روایت بیچ میں آجاتی ہے جس کے لیے ہر بار وہ علیحدہ اسناد بھی درج کرتا ہے۔ ویل ہاؤزن (Wellhausen) نے اپنے ترجمہ کے ساتھ جو فہرست رُواۃ کی دی ہے اُس میں الواقدی کے سارے ہی راویوں کا نام آگیا ہے ان سب بالواسطہ یا بلاواسطہ راویوں میں ممتاز یہی مؤلفینِ مغازی ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، یعنی: الزُّھری، مُعمَر اور ابو معشر۔ کبھی کبھی موسیٰ بن عقبہ کا نام بھی نظر آجاتا ہے، مگر ابن اسحٰق کا قطعاً کہیں حوالہ نہیں آیا۔ یہ بات خاص طور پر غور طلب ہے، کیونکہ الواقدی نے ایک بیان میں جس کا اقتباس الطبری کے یہاں موجود ہے، ابنِ اسحٰق کی بہت تعریف کی ہے[۴۴۶]۔ وہ کہتا ہے: "وکانَ مِنْ أھلِ العِلمِ بالمغازی مغازی رَسُولِ اللّٰہِ صلّی اللّٰہِ علیہِ وسلّم وبایّامِ العَرَبِ وأخبارِھم وأنسابِھم

Marfat.com

راویۃً لأشعارهم کثیرالحدیث غزیرالعلم طلابۃً لہ مقدمًا فی العلم بکلّ ذلک ثقۃ "(وہ مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عربوں کے ایام، انساب، اور اخبار کا علم رکھنے والوں میں سے تھے اور کثرت سے اشعار کی روایت کرتے تھے کثیرالحدیث تھے، عالم متبحر اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے شائق تھے، ساتھ ہی ان سب فنون میں قابلِ اعتماد بھی تھے"۔ اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں[۴۴] ہے کہ الواقدی نے ابن اسحٰق کی کتاب سے فائدہ اٹھایا تھا بلکہ ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اپنے متقدمین میں سب سے زیادہ مواد اسی سے اخذ کیا تھا۔ شاید یہی سبب ہو کہ اُس نے ابنِ اسحٰق کا نام ہی سرے سے اُڑا دیا تاکہ اُس کا بار بار ذکر کرنے سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ کتنا زیادہ استفادہ اُس سے کر رہا ہے۔ بس آخر میں اُس نے "وغیرهم قد حدثنی ایضًا" ہی کے تحت ابن اسحٰق کو رکھنا گوارا کر لیا۔

مگر الواقدی نے ابن اسحٰق کے علاوہ بھی اُن تمام مصادر سے استفادہ کیا تھا جن کا حصول کسی طرح بھی اُس کے لیے ممکن تھا۔ اس کے یہاں بہت کچھ وہ ہے جو ابن اسحٰق کے یہاں بھی نہیں ملتا۔ یا کم سے کم ابن اسحٰق نے ان راویوں کے حوالے سے بیان نہیں کیا ہے جن کا نام الواقدی لکھتا ہے۔ چنانچہ مدنی زندگی کے اخبار و حوادث میں اُس کی تالیف ابن اسحٰق کی کتاب سے زیادہ جامع ہے اگرچہ اس حصہ کی بیشتر احادیث تاریخی نوعیت کی نہیں ہیں بلکہ انھیں فقہی مسائل سے متعلق کہا جا سکتا ہے، اور اِس لحاظ سے الواقدی کی کتاب المغازی کتبِ احادیث کے زُمرے میں آ جاتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ الواقدی ایک کے بعد دوسری حدیث درج کر دیتا ہے، اور اپنی کوئی شرح یا حاشیہ لکھ کر دونوں میں ربط و تسلسل پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتا جیسا کہ ابن اسحٰق کا معمول ہے۔

الواقدی قصائد کا استعمال بھی کثرت سے کرتا ہے۔ اگرچہ اُس کی کتاب

Marfat.com

کے جو مخطوطات ہمیں ملتے ہیں اُن میں بہت سے قصائد نہیں پائے جاتے اس کا سبب یا تو یہ ہوگا کہ خود الواقدی نے ان مواقع پر یہ اشعار چسپاں نہیں کیے تھے، یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعد کے ناقلوں میں سے کسی نے تلخیص کرتے ہوئے ان اشعار کو حذف کر دیا ہوگا۔ لیکن اگر ہم ان سب اشعار کو بھی شمار میں رکھیں تب بھی اُن کی تعداد ابن اسحٰق کے درج کیے ہوئے اشعار کی مقدار کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتی

اپنے متقدمین کی تحریروں کے علاوہ الواقدی نے بنیادی وثائق اور دستاویزوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان دستاویزوں کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کبھی تو اپنے شیوخ کے نقل کردہ متن پر انحصار کرتا ہے اور کبھی اپنی تحقیق ذاتی سے اُس کی عبارت درج کرتا ہے۔ یہ کبھی تو متقدمین کی عبارت سے مطابق ہوتی ہے کبھی اُس کی اپنی معلومات پر مشتمل ہوتی ہے[۴۹]۔ "کتابُ المغازی" میں الواقدی نے رسول اللہ کے بعض احکام اور معاہدے درج کیے ہیں۔ ابن سعد کے یہاں اُس فصل میں جو رسائل نبوی سے متعلق ہے زیادہ تر الواقدی ہی کے اس مجموعہ پر اعتماد کیا گیا ہے جو اُس نے اپنے شیوخ کی محنت سے فراہم کیا تھا۔

مغازی کی ترتیب میں الواقدی نے ایک سوچی سمجھی اسکیم پر عمل کیا ہے۔ وہ اس طرح شروع کرتا ہے کہ کسی غزوہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کس سنہ میں نکلے اور کب واپس تشریف لائے۔ اس کے بعد غزوہ کی خبریں ہوتی ہیں۔ جو ابواب ذرا طویل ہیں اُن میں پہلے ایک بنیادی روایت درج کر دیتا ہے، جو بہت سی انفرادی روایات کا مجموعہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ خاص خاص اخبار جوڑ دیے جاتے ہیں، آخر میں عموماً یہ بتاتا ہے کہ مدینہ سے رسول اللہ کی غیر حاضری کے زمانہ میں وہاں کس نے نیابت کی۔ پھر اس حادثہ کی طرف اشارہ کرنے والی قرآنی آیات یا اشعار وغیرہ درج کر دیتا ہے۔

Marfat.com

اِسی طرح ناموں کی فہرست وغیرہ .....“

الواقدی اپنی کتاب میں ضمیر واحد متکلم کا استعمال شاذ ہی کرتا ہے۔ ہاں اسناد میں کبھی کبھی وہ خود آجاتا ہے مثلاً: ”حَدَّثَنِیْ کذا وکذا“ (مجھ سے ایسا ایسا بیان کیا گیا) اس کے باوجود الواقدی کو صرف متقدّمین کی روایات کا جامع اور مُرتّب ہی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ حوادث کی تاریخوں کا تعیّن کرنے میں وہ اپنے پیش رَو حضرات پر فوقیت رکھتا ہے اور اُس کی کتاب نری معلومی حقائق کی تکرار ہی نہیں ہے، بلکہ یہ مستقل ریسرچ کا نتیجہ ہے[۵۰]۔ علاوہ بریں الواقدی نے اصول حدیث سے متعلق اپنے ریمارکس بھی لکھے ہیں۔ ابن سعدؔ[۵۱] نے الواقدی کا ایک مفصل رسالہ محفوظ کر دیا ہے جس میں وہ کسی اور کی سند دیے بغیر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ اسناد کا اتنا اہتمام کرنے والے کسی مصنّف کے لیے جو اپنی سوانحی تفصیلات کے سوا (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) کبھی کوئی تفصیلی عبارت بغیر ضروری اسناد درج کیے ہوئے نہ لکھتا ہو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

اگرچہ محدّثین الواقدی کو ثقہ نہیں سمجھتے[۵۲]، مگر سیرۃ، مغازی، فتوح اور فقہ، میں وہ سند کا درجہ رکھتا ہے[۵۳]۔ تاریخ میں اُس کی دلچسپی فی الواقع ظہورِ اسلام سے شروع ہوتی ہے۔ ابن اسحٰق کے علی الرغم اُس نے زمانۂ جاہلیت کے وقائع پر بہت ہی کم توجہ دی ہے اور اس سے بھی کم تر وہ تاریخِ رسالت کی طرف التفات کرتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم الحربی کا قول[۵۴] ہے کہ: ”الواقدی عہد اسلامی کی تاریخ کا سب سے زیادہ جاننے والا تھا، مگر دورِ جاہلیت پر اُس کی معلومات صفر ہیں۔“

”الفہرست“ میں الواقدی کو شیعہ بتایا گیا ہے[۵۵]۔ مگر وہ معتدل شیعہ تھا۔ اس کی تائید میں خود الواقدی کا ایک قول نقل ہوا ہے کہ حضرت علی کی ذات

Marfat.com

من جملہ معجزات نبوی تھی جس طرح وہ عصائے موسوی جو اژدر میں تبدیل ہو گیا تھا، حضرت موسیٰ کا معجزہ تھا اور جس طرح مُردوں کو جِلانا حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا وغیرہ"۔ مگر قابل لحاظ بات یہ ہے کہ حضرت علی کے بارے میں رسول اللہ کے تعریفی کلمات جو مثلاً ہمیں ابن اسحٰق کے یہاں ملتے ہیں، الواقدی نے یا تو نقل ہی نہیں کیے یا انھیں ہلکا کر کے پیش کیا ہے۔ چنانچہ الواقدی نے حضرت علی کے بارے میں رسول اللہ کا یہ ارشاد نقل نہیں کیا[56] جو ابن اسحٰق کی سیرۃ میں موجود ہے: "أَفَلَا تَرْضَى يَا عَلِي أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى"۔ (اے علی کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے ساتھ تمھارا وہی درجہ ہے جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا) اسی طرح وہ کلمات جو رسول اللہ نے سورۂ توبہ نازل ہونے کے وقت ارشاد فرمائے تھے اور جو ابن اسحٰق نے نقل کیے ہیں[57]: "لَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي" (میرے اہل بیت میں سے صرف ایک شخص (تبلیغ رسالت کا کام) پورا کرے گا") حضرت علی کی منقبت کے کلمات کو حذف کر دینا یا انھیں ہلکا کر کے پیش کرنا ایک ایسے مؤلف سے حیرت انگیز ہے جسے شیعیت سے متصف کیا جاتا ہو اور اس کی تاویل میں بس وہی بات کہی جا سکتی ہے جو ابن الندیم نے اپنے قول پر بطور توضیح لکھی ہے کہ الواقدی تقیہ کیے ہوئے تھا[58] یعنی وہ اپنے تشیّع کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بعض دوسرے مقامات پر الواقدی نے اپنی غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاں حضرت علی کے لیے مدح کے اقوال لکھے ہیں وہیں ایسی باتیں بھی درج کر دی ہیں جو ان کے خلاف پڑتی ہیں مثلاً اس نے یہ خبر نقل کی ہے کہ رسول اللہ کی وفات حضرت عائشہ کی گود میں ہوئی اور یہ قول بھی نقل کر دیا ہے کہ حضرت علی کی گود میں انتقال فرمایا تھا۔[59]

Marfat.com

یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ الفہرست کا مؤلف سب سے پہلا اور شاید تنہا مؤلف ہے جس نے الواقدی کو شیعہ بتایا ہے۔ حتیٰ کہ شیعوں کی کتب رجال میں بھی اس کا نام نہیں پایا جاتا۔

جیسا کہ ہم ابتدا میں دیکھ چکے ہیں الواقدی کو عباسی خلفاء کی سرپرستی حاصل تھی اور ظاہر ہے کہ یہ صرف حکمراں خاندان کا احترام ہی تھا کہ اس نے بدر میں گرفتار ہونے والے دشمنانِ رسول کی فہرست میں سے العباس کا نام حذف کر دیا ہے اسی طرح جن لوگوں نے مشرکین قریش کے لشکر کو سامانِ رسد فراہم کیا تھا (مُطعِمون) ان کی فہرست[۶۲] میں العباس کے نام کی جگہ صرف "فلاں" لکھا ہے۔ اسی طرح یہ قول بھی حاکموں کو خوش کرنے کے لیے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے بیت المال سے وظیفہ پانے والوں کی جو فہرست تیار کی تھی اس میں سب سے پہلا نام العباس کا تھا۔[۶۳]

۳۔ محمد بن سعد

مغازی کے جن مؤلفین کا ہم یہاں تذکرہ کر رہے ہیں ان میں آخری نام محمد بن سعد کا ہے، جسے الواقدی کا کاتب کہا جاتا ہے، اس کی کتاب کو ایڈورڈ زاخاؤ E. SACHAU نے ایک جماعت کے ساتھ مل کر ایڈٹ کیا ہے[۶۴] اور اس کے بارے میں اوٹو لوث Otto Loth نے ۱۸۶۹ء میں ایک کتاب[۶۵] بھی لکھی ہے۔

محمد بن سعد بن منیع ۱۶۸ھ میں بصرہ میں پیدا ہوا۔[۶۶] پھر وہ مدینہ اور دوسرے شہروں میں رہا۔ ہم اسے ۱۸۹ھ میں مدینہ میں پاتے ہیں۔[۶۵] اسے اگر الحسین بن عبداللہ بن عُبیداللہ بن العباس کا مولیٰ[۶۷] کہا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ وہ خود الحسین کا مولیٰ تھا بلکہ یہ نسبت اس کے دادا اور

Marfat.com

شاید باپ کو حاصل تھی کیونکہ الحسین کا انتقال ۱۴۰ھ یا ۱۴۱ھ میں ہو چکا تھا۔[۴۷] خود ابن سعد کے قول سے ظاہر ہے کہ عباسی خاندان کی یہ شاخ الحسین کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی[۴۸] اور ابن سعد کو اس شاخ سے کسی طرح کا علاقہ نہیں رہا تھا۔ بعض مراجع میں ابن سعد کو الزہری کی نسبت سے یاد کیا گیا ہے[۴۹]، اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ خود اُس نے یا اُس کے باپ نے قبیلہ قریش کی شاخ بنو زہرہ سے نسبتِ ولایت قائم کر لی ہوگی۔ الواقدی سے اُس کے روابط بغداد میں پیدا ہوئے اور بقولِ مؤلف الفہرست اس نے الواقدی کی تصانیف سے اپنی کتابوں کا زیادہ تر مواد حاصل کیا۔[۵۰] ابن الندیم نے ابن سعد کی تصانیف میں صرف "کتابُ اخبار النبی" کا ذکر کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعد نے صرف یہی کتاب اُس شکل میں تالیف کی تھی، جس میں یہ زمانۂ مابعد میں شائع ہوئی۔ یہ اس نے اپنے شاگردوں کو روایت کی تھی تاکہ وہ اُس کی روایت دوسروں سے کر سکیں مگر "الطبقات" اپنی موجودہ صورت میں سب سے پہلے الحسین بن فہم (۲۱۱ - ۲۸۹ھ) نے محفوظ کی، پھر ۳۰۰ھ کے لگ بھگ ابنِ معروف نے اِن دونوں کتابوں کو یکجا کر دیا[۵۱] اور "کتابُ اخبار النبی" کو طبقات کا پہلا جزو بنا دیا۔

اخبار النبی جو برلن ایڈیشن کے جزوِ اول قسمِ اول، اور جزو ثانی کی قسم اول و ثانی پر مشتمل ہے اس میں ایک تمہیدی فصل بھی ہے جس میں انبیائے پیشین کی تاریخ بیان ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی رسول اللہ کے اجداد کا بیان بھی ہے۔ اس کے بعد آپ کے ایامِ طفولیت سے زمانۂ بعثت تک کا حال ہے، اِسی میں دو فصلیں وہ ہیں جن میں وحیِ اول سے پہلے اور بعد کی علامات نبوت بیان ہوئی ہیں۔ اس کے بعد پہلی دعوتِ اسلام سے ہجرت تک کے

Marfat.com

واقعات قلمبند ہوئے ہیں۔ پہلی جلد کے دوسرے جزء میں مدنی زندگی کے واقعات ہیں جن میں وہ خاص طور پر رسول اللہ کے فرامین، عرب قبائل کے وفود آپ کے شمائل، طرز زندگی اور اثاث البیت کا تذکرہ کرتا ہے۔ دوسری جلد کا پہلا جُزء غزوات نبوی کے لیے مخصوص ہے یعنی اس میں مغازی اپنے لفظی معنوں میں ملحوظ رہے ہیں۔ دوسری جلد کے دوسرے حصّہ میں سیر نبوی کا اختتامیہ ہے یہ کئی مفصّل فصلوں میں ہے جن میں آپ کے مرض الموت، انتقال، تدفین، اور میراث کا بیان ہے، اس میں وہ مراثی بھی شامل ہیں جو مختلف لوگوں نے آپ کی وفات پر لکھے تھے۔ ان سب امور کے بعد اسی جلد میں جو کچھ ہے اُس کا سیرتِ نبوی سے براہ راست کوئی علاقہ نہیں، بلکہ یہ مدینہ کے نامور فقہاء کے تراجم ہیں، یہاں سے گویا "طبقات" کا عملاً آغاز ہوتا ہے، اس ضمیمہ کے پہلے باب کا عنوان "آخر اخبار النبی" یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے بعد جو کچھ بیان ہوگا وہ سیرت سے متعلق نہیں ہے۔

ابن اسحٰق کے بعد، ابن سعد ہی وہ اوّلین مؤلف سمجھا جاتا ہے جس کی لکھی ہوئی سیرت مکمل حالت میں ہم تک پہنچی ہے۔ اور چونکہ الواقدی کی کتاب المغازی کے سوا ہمارے پاس سیرت پر کوئی مکمل کتاب نہیں ہے اس لیے اس کو پہلا ہی مؤلف کہا جا سکتا ہے۔ ابن سعد نے بعض مواقع پر ابن اسحٰق سے زیادہ تفصیلات دی ہیں، مثلاً ان فصلوں میں جو رسول اللہ کے اخلاق و عادات سے متعلق ہیں یا آپ کے رسائل و سفارات سے بحث کرتی ہیں۔ خصوصاً وہ حصّے جو مرض اور وفات کے بارے میں ہیں، جب کہ بعض دوسرے اُمور میں وہ سرسری گذر جاتا ہے جن سے ابن اسحٰق نے مفصّل بحث کی ہے، جیسے اسلام سے پہلے عربوں کی وہ تاریخ جس کا رسول اللہ کے اجداد سے براہ راست تعلق نہیں ہے۔ ابن سعد

Marfat.com

کے یہاں مواد کی باضابطہ تنظیم کا رجحان بھی ملتا ہے۔ وہ غالباً پہلا مؤلف بھی ہے جس نے "علامات النبوۃ" کو یکجا کیا ہے اس سے زمانۂ مابعد میں "دلائل النبوۃ" جیسی کتابوں کی تالیف کی گئی۔ اسی طرح اس نے اپنی کتاب کی فصل "صفۃ اخلاق رسول اللہ" لکھ کر شمائل کے موضوع پر تصانیف کا راستہ ہموار کر دیا۔[۴۷]

ابن سعد اپنے تاریخی مواد میں الواقدی پر بہت زیادہ انحصار کرتا ہے یہ صحیح ہے کہ وہ الواقدی کا حوالہ تاریخ اہل کتاب کے ذیل میں[۴۸] بہت ہی کم دیتا ہے اور اس موضوع پر اس کا سب سے بڑا راوی ہشام بن محمد بن السائب الکلبی ہے۔ مگر مدنی دور کے حوادث پر اس کا اہم مرجع الواقدی ہی ہے اگرچہ ابن سعد نے دوسرے ذرائع سے فراہم کی ہوئی معلومات کو سمو کر ان روایات وقصص کو کہیں کہیں طویل بھی کر دیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ کی مدنی زندگی اور وہاں آپ کے کارناموں کے بارے میں بھی سب سے بڑا ذریعہ معلومات الواقدی ہی ہے' اور اس کی روایات کو دوسرے رواۃ کے بیان سے جوڑ کر ابن سعد نے زیادہ تفصیلی بنا دیا ہے۔ اس کے برعکس جن فصول میں رسول اللہ کے اخلاق و عادات کا بیان ہوا ہے وہاں ابن سعد' الواقدی سے بہت آگے نکل جاتا ہے اور ان مواقع پر الواقدی کا نام شاذ ہی نظر آتا ہے۔ جہاں عملاً مغازی ہی کا بیان آیا ہے ابن سعد شروع میں اپنے اہم راویوں کی فہرست درج کرتا ہے جس میں الواقدی کا نام وہ نمایاں طور پر' اور اپنے بلا واسطہ راوی کی حیثیت دیتا ہے۔ اسی طرح زعیم بن یزید جس سے اس نے ابن اسحٰق کی روایت اخذ کی اور حسین بن محمد جس نے ابو معشر کی روایات منتقل کیں اور اسماعیل بن عبداللہ' جو موسیٰ بن عقبہ کا راوی ہے اس فہرست میں ملتے ہیں۔ اس طرح ابن سعد

Marfat.com

کو اپنے علمائے متقدمین کے سرمایہ تک پہنچنے کے مواقع ملے ہیں، مگر "مغازی" کے معاملے میں وہ زیادہ تر الواقدی ہی پر اعتماد کرتا ہے۔ اگر ہم الواقدی کی "کتاب المغازی" سے ابن سعد کے بیانات کا تقابلی مطالعہ کریں تو ظاہر ہوگا کہ وہ الواقدی پر بیشتر اور ابن اسحق، ابو معشر، یا موسیٰ بن عقبہ پر اس سے کمتر اعتماد کرتا ہے۔ ان غزوات میں سے ہر غزوہ کی تفصیلی روایت وہ اپنا ماخذ بتائے بغیر درج کرتا ہے، کیونکہ اس نے ابتدا ہی میں سب راویوں کے نام اکٹھے لکھ دیے ہیں، پھر اس بڑی روایت کے بعد وہ انفرادی روایتیں دیتا ہے، یہ بعض غزوات کے بارے میں تو بہت کثیر ہیں، ان میں سے ہر انفرادی روایت کے ساتھ اس کا خاص اسناد بھی بیان کرتا ہے، اس اعتبار سے مغازی کے بیان میں ابن سعد کو الواقدی سے وہی نسبت ہے، جو الواقدی کو ابن اسحق سے ہے۔ مگر الواقدی کبھی ابن اسحق کا سرے سے نام ہی نہیں لیتا، جب کہ ابن سعد کبھی یہ حقیقت نہیں چھپاتا کہ اس کا اہم ماخذ الواقدی ہے۔ ہمیں یہ بات شروع ہی میں بتا دینی چاہیئے کہ ابن سعد اپنی تالیف کی یکسانی کو باقی رکھنے کی خاطر بڑی روایت یا اساسی قصہ کے بیچ میں اپنے جمع کیے ہوئے اضافی مواد کو درج نہیں کرتا، بلکہ ایسی سب معلومات وہ لازماً آخر میں دیتا ہے، یہ طریقہ الواقدی کے برعکس ہے۔ ایک خصوصیت میں ابن سعد نے بھی الواقدی کے انداز کو پوری طرح نبھایا ہے، یعنی وہ یہ ضرور بتاتا ہے کہ رسول اللہ کی مدینہ سے غیر حاضری کے زمانے میں وہاں کون حاکم رہا تھا اور یہ کہ لشکر میں جھنڈا کس کے پاس تھا۔ یہ صحیح ہے کہ الواقدی نے بھی یہ سوالات اٹھائے ہیں مگر وہ ہر موقع پر لازماً ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکا ہے۔ ابن سعد نے رسول اللہ کے مرض الموت اور پھر وفات سے متعلق معلومات فراہم کرنے میں غیر معمولی محنت کی ہے یہاں بھی اس کا خصوصی

Marfat.com

ماخذ الواقدی ہی نظر آتا ہے' اور ابن سعد نے اُس کی "کتاب وفات النبیؐ" سے بھی استفادہ کیا ہے' لیکن خود اس نے ان روایات میں بہت عظیم اضافے کیے ہیں ابن سعد اپنی کتاب میں مشکل ہی سے کہیں ذاتی رائے کا اظہار کرتا ہے قصہ سے متعلق بعض اقوال کو چھوڑ کر وہ شاید ہی کوئی ایسی بات کہتا ہو جس کا ماخذ نہ بتاتا ہو۔ اس نے اپنے شیوخ سے جو زبانی روایات لی ہیں اُن کے علاوہ بعض دستاویزوں کے پورے متن بھی درج کیے ہیں۔ اسی طرح جن قصائد کا اُس نے حوالہ دیا ہے' خصوصاً مراثی' اُن کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ مگر اس معاملے میں وہ الواقدی سے بہت پیچھے ہے اور ابن اسحٰق کے ساتھ ہم اُس کا نام ایک ہی سانس میں نہیں لے سکتے۔

ابن سعد کی کتاب میں "الطبقات" جو زاخاؤ ایڈیشن کی تیسری جلد سے شروع ہوتے ہیں ان کے آغاز میں وہ اپنے اہم رُواۃ کی فہرست بھی دیتا ہے' اس میں بھی الواقدی کے علاوہ ہمیں ابن اسحٰق' ابو معشر' موسیٰ بن عقبہ کے نام نظر آتے ہیں جن کی روایات اس نے ان کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگردوں سے حاصل کی ہیں یہاں وہ اپنے راویوں میں معن بن عیسٰی مدنی (متوفی ۱۹۸ھ) الفضل بن دُکین کوفی (متوفیٰ ۲۱۹ھ) اور ہشام بن محمد بن السّائب الکلبی الکوفی (متوفیٰ ۲۰۴ھ) کا ذکر بھی کرتا ہے۔ مؤخر الذکر کا باپ محمد بن السّائب مشہور نسّاب ہوا ہے۔ لیکن انصار کے نسب پر وہ شاید ایک اور راوی سے اخذ کرتا ہے جس کا نام عبداللہ بن محمد بن عمارۃ الأنصاریؒ ہے۔ یہ ایک "کتاب نسب الانصار" کا مؤلف بھی تھا' اور غالباً یہی عبداللہ بن محمد بن عمارۃ بن القدّاح ہے جس کا حال الذہبی کی "میزان" میں ملتا ہے' اس کے بارے میں ہمیں اور کچھ علم نہیں ہے۔

Marfat.com

جہاں تک صحابہ و صحابیات کے تراجم و احوال کا تعلق ہے "طبقات" کو سیرۃ نبوی کا اہم تکملہ سمجھنا چاہیئے۔ اس سلسلے میں پوری کتاب کی آٹھ جلدیں مخصوص ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی گھریلو یا پبلک زندگی میں حصہ لیا' یا وہ اصحاب ہیں جنھوں نے آپؐ کے اعمال و اقوال کی روایت کی۔ اصحاب رسول کے تراجم کے بعد تابعون کا حال آتا ہے' جنھیں ذاتِ نبوی سے براہِ راست کوئی شخصی ربط قائم کرنے کا موقع حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہاں میں طبقات کی دوسری خصوصیات کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا' کیونکہ اٹولوشٹ نے نہ صرف اپنے رسالے' میں جس کا حوالہ اوپر آچکا ہے' ان خصائص سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ اس نے اپنے ایک مضمون "طبقات کی اصل اور اُن کی اہمیت "

Ursprung und Bedeutung der Tabaqat

میں طبقات ابن سعد اور طبقات الواقدی کا موازنہ کیا ہے[۴۶] ابھی حال ہی میں ایڈوارڈ زاخاؤ (E. Sachau : Studien) نے تیسری جلد (پہلا حصہ) کے ابتدائیہ میں بڑی دقتِ نظر کے ساتھ ابن سعد کے طریق کار سے بحث کی ہے۔

زمانۂ مابعد کی تاریخی تالیفات ہیں جن میں مثلاً الطبری' المسعودی' یا الیعقوبی کی کتابوں کے نام لیے جا سکتے ہیں' سیرۃ نبوی' تاریخ عالم کے ایک حصہ کی حیثیت سے شامل کی جاتی ہے' یہ بہت مؤخر زمانے میں ہوا ہے کہ مؤلفوں نے علیحدہ سیرۃ ہی کے موضوع پر کتابیں لکھنے کی طرف دھیان دیا ہو' ان میں الحلبی[۴۷] (متوفی ۱۰۴۴ھ) اور ابن سید الناس (متوفی ۷۳۴ھ) بھی ہیں جن کی کتابوں میں ان مولفین مغازی کا' جن سے ہم بحث کر رہے تھے بھر بار بار حوالہ دیا گیا ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات:

۳۷۷۔ یاقوت (تحقیق: وستنفیلڈ) ۳/ ۱۶۶ نیز السمعانی: الأنساب ۳۱۳۳

۳۷۸۔ ابن حجر: تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۲۱ قالَ داؤد بن محمّد بن أبی معشر حدّثنی أبی أنّه کانَ أصلُه من الیمَن.... وکان أبیضَ أزرَقَ سَمیناً داؤد بن محمّد بن أبی معشر نے بیان کیا ——— کہ مجھے میرے باپ نے بتایا کہ اُن کی اصل یمن کی تھی وہ گورے تھے، آنکھیں نیلی تھیں اور موٹے تھے۔)

۳۷۹۔ کبھی کبھی بصرہ کو بھی السند کے نام سے پکارا گیا ہے۔ کیونکہ اس شہر میں اس نام کا ایک محلّہ تھا جس میں کثرت سے اہل سندآباد تھے۔ بصرہ بندرگاہ بھی تھی، جہاں سے مسافر سوار ہوا کرتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ابو معشر کی نسبت اُسی محلّہ کی طرف ہو۔ (حسین نصّار)

۳۸۰۔ الذہبی (تحقیق: زاخاؤ) نیز Studien p. 11 (یعنی دراساتِ اسلامیہ) قالَ ابوزُرعة الدمشقی، سمعتُ أبا مُسْہرٍ یقوُل کانَ أبومَعْشَرٍ أسْوَدَ" (ابوزُرعة دمشقی کا بیان ہے کہ میں نے ابومُسہر کو کہتے سنا تھا کہ ابومعشر کالے رنگ کے تھے)

۳۸۱۔ الذہبی (ماسبق) ۱۰۱ " کانَ ابو معشرٍ یذکر أنّه مِن وُلِدِ حَنظلة بن مالک" (اور ابو معشر کہا کرتے تھے کہ وہ حنظلہ بن مالک کی اولاد میں ہیں)

۳۸۲۔ حوالہ ماسبق۔ " وقالَ أبوبکرالحُسَین بن محمّد بن أبی معشرٍ حدّثنی أبی، قالَ کانَ اسْمُ أبی مَعشرٍ قبلَ أنْ یُسْرَقَ عَبْدُ الرّحمٰن بن الولید بن ہِلال" (ابوبکر الحسین بن محمد بن أبی مَعشر نے کہا کہ اُن کے باپ نے اُنھیں بتایا کہ ابومعشر کے "چرائے جانے" سے پہلے اُن کا نام عبدالرّحمٰن بن الولید بن ہلال تھا)

۳۸۳ حوالہ ماسبق۔ " فسُرِقَ فبیعَ بالمدینة فاشْتَرَاہُ قوم من بنی أسَد فسَمّوہُ نجیحًا" (پھر اُنھیں اغوا کر لیا گیا اور یہ مدینہ میں بیچے گئے اور اُنھیں بنو اسد کے لوگوں نے خرید کر ان کا نام نجیح رکھا")

۳۸۴۔ ابن حجر ۱۰/ ۴۲۱ وسُبِیَ فی وَقْعَةِ یزیدِ بن المُہَلّب بالیمامة والبَحرین'

Marfat.com

(اور یہ بحرین و یمامہ میں یزید بن مہلب کی جنگ میں اسیر ہوئے تھے۔)

۳۸۵۔ الطبری ۳/۴۲۳ ”وکانت أُم موسیٰ الحِمْیَرِیّة ولدت لهٗ (یعنی لِلْمَنْصُور) جعفراً والمَهْدِی۔“ (اُم موسیٰ حمیری تھی اور اس نے خلیفہ المنصور کے دو بیٹوں جعفر اور المہدی کو جنم دیا تھا۔)

۳۸۶۔ حوالہ ماسبق۔ (ابن حجر) ”ثم اشتری لاُمّ موسیٰ بن المهدی فأعتقته“ (پھر انھیں موسیٰ بن المہدی کی ماں کے لیے خرید اگیا۔ اس نے انھیں آزاد کر دیا۔)

۳۸۷۔ ابن الندیم الفہرست۔ ۹۲۔ ”وکان مکاتباً لامرأةٍ من بَنِی مخزومٍ و عُتِقَ۔“ (اور یہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت کے مُکاتب تھے۔ پھر آزاد ہو گئے)

ابن سعد ۵/۳۰۹ ”وکان مکاتباً لامرأةٍ من بنی مخزومٍ فأدّی وعُتِقَ فاشترت اُم موسیٰ بنت المنصور الحِمْیَرِیّة ولائه۔“ (یہ بنی مخزوم کی ایک عورت کے مکاتب تھے پھر انھوں نے مقررہ رقم ادا کر دی تو آزاد ہو گئے اور امّ موسیٰ بنت المنصور حمیری نے ان کی ولایت خرید لی۔) نیز المقدسی۔ مرتّبہ زاخاؤ (E. Sachau : Studien) اور البخاری نے اپنی ”تاریخ“ میں کہا ہے کہ یہ اُمّ سلمہ کے مولیٰ تھے۔

۳۸۸۔ المقدسی: ۱۰۔ ”وقال لی ولائی فی بنی هاشم أحبّ إلیّ من نسبی فی بنی حَنْظَلة“ (انھوں نے مجھ سے کہا کہ بنی ہاشم سے میری نسبت ولایت بنی حنظلہ کے نسبی تعلق سے زیادہ پیاری ہے۔)

۳۸۹۔ الطبری ۳/۴۸۲۔

۳۹۰۔ ابن حجر: تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۲۱۔ ”وقدم المهدی فی سنة ستّین ومئة فاستصحبه معه الی العراق“ (اور المہدی سنہ ۱۶۰ھ میں (حج کرنے) آیا تو انھیں اپنے ساتھ عراق کو لیتا گیا۔

الذہبی: ۱۰۔ ”ان المهدی قدم المدینة سنة ستّین ومئة فاشخص

Marfat.com

أبا معشر معه إلى العراق وأمر له بألف دينار وقال تكون بحضرتنا فتفقه من حولنا"۔ (المہدی ۱۶۰ھ مدینہ آیا تو انھیں اپنے ساتھ عراق لے گیا وہاں ان کو ایک ہزار دینار انعام دیا اور کہا کہ تم ہمارے ساتھ رہو اور ہمارے متعلقین کو فقہ کی تعلیم دیا کرو۔")

۳۹۱- ابن حجر حوالہ ماسبق ۔ ۴۲۲ " وتغير قبل أن يموت بسنتين تغيراً شديداً

اور انتقال سے دو سال پہلے ان میں بہت تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔)
الذہبی ۲ کہتا ہے: " حتى كان يخرج منه الريح ولا يشعر بها۔" (حتیٰ کہ ان کا وضو ٹوٹ جاتا تھا اور انھیں خبر نہ ہوتی تھی)
السمعانی ۳۱۳ ۔" وكان ممن اختلط في آخر عمره وبقي قبل أن يموت سنين في تغير شديد لا يدري ما يحدث به فكثرة المناكير في روايته من قبل اختلاط"۔ (یہ ان لوگوں میں سے تھے جو بڑھاپے میں سٹھیا جاتے ہیں، چنانچہ مرنے سے کئی سال پہلے سے حواس باختہ ہو گئے تھے۔ انھیں یہ خبر ہی نہ ہوتی تھی کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس بد حواسی سے پہلے بھی اپنی روایات میں متضاد باتیں کہہ جاتے تھے۔

۳۹۲- ابن سعد ۵/ ۳۰۹ - ابن قتیبہ: المعارف ۲۵۳ - السمعانی ۳۱۳
ابن حجر ۱۰/ ۴۲۱ - الفہرست ۹۳ کے مطابق انھوں نے الہادی (متوفی ۱۶۹ھ) کے زمانے میں انتقال کیا۔

۳۹۳- السمعانی ۳۱۳ - الذہبی ۲

۳۹۴- البخاری تاریخ ۱۹۹

۳۹۵- ابن سعد ۵/ ۳۰۹

۳۹۶- تہذیب ۱۰/ ۴۲۰

۳۹۷- المقدسی ۹

۳۹۸- ابن حجر ۱۰/ ۴۲۲

۳۹۹- تحقیق فلوگل Flugel ۹۳

Marfat.com

۴۰۰۔ دیکھو ویل ہاؤزن کا اشاریہ۔ صفحہ ۳۲۱ میں الواقدی نے ان سے ایک خبر معلوم کی ہے جو اُسے کسی اور راوی سے ملی تھی۔

۴۰۱۔ ابن سعد ۲ ق ۱/۔ ۳/ ۲۱

۴۰۲۔ الطبری ۱/ ۱۱۹۵

۴۰۳۔ ابن سعد ۵/ ۱۷۴ وما بعد۔ الطبری ۲/ ۱۱۷۲

۴۰۴۔ ابن سعد، / ۷۷ (۳ ق ۲/ ۷۷) " محمد بن عمر بن واقد الأسلمی، مولیٰ عبداللہ بن بُریدۃ الأسلمی"

۴۰۵۔ ابن سعد ۵/ ۳۲۱ " قال محمد بن سعد أخبرنی (یعنی محمد بن عمر) انّہ ولد فی سنۃ ثلاثین ومئۃ " محمد بن سعد نے کہا مجھے (محمد بن عمر) نے بتایا کہ وہ سنہ ۱۳۰ھ میں پیدا ہوا تھا) نیز ۷/ ۷۷ " وذکر انہ ولد سنۃ ثلاثین ومئۃ فی آخر خلافۃ مروان بن محمد" (کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۳۰ھ میں یعنی مروان بن محمد کی خلافت کے آخری زمانے میں پیدا ہوا تھا۔)

۴۰۶۔ کتاب الأغانی ۷/ ۱۳۹ ۔" وزعم ابنُ خرداذبہ، أنّ امّ محمد بن عمر الواقدی... بنت عیسیٰ بن جعفر بن سائب خاثر " (ابن خرداذبہ کا خیال ہے کہ محمد بن عمر الواقدی کی ماں عیسیٰ بن جعفر بن سائبِ خاثر کی بیٹی تھیں)

۴۰۷۔ جوزف ہُورووِٹس کی اس رائے سے اتفاق کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ سائب خاثر عربی قصائد لکھنے والا پہلا مدنی شاعر نہیں تھا' بلکہ یہ ایک خاص غنائیہ انداز کی شاعری میں پہل کرنے والا سمجھا جاتا ہے، اگرچہ اس میں بھی اختلاف آرار ہے اور طوالت کے خوف سے ہم یہاں صرف الأغانی کی روایت (۷/ ۱۸۸) کا اقتباس دے رہے ہیں۔ ابو الفرج الاصفہانی کہتا ہے۔" قال ابن الکلبی وأبو غسّان وغیرھما وھو اوّل مَن عَمِلَ العُودَ بالمدینۃ وغنّی بہ ... قال ابنُ الکلبی وھُو اوّلُ صَوتٍ غنّی بہ فی الاسلام فی الغناءِ العربی

Marfat.com

اَلْمُتْقِنِ الصَّنْعَةَ۔۔۔۔ وقَالَ ابنُ الکلبی سائب خاثر اوّل غنّی من بالعربیۃ الغناء الثقیل" (ابن الکلبی اور ابو الغسّان وغیرہ نے کہا کہ یہ مدینہ میں پہلا شخص ہے جس نے عود بجایا اور اس پر گایا۔۔۔۔ اور ابن الکلبی نے کہا کہ یہ اسلام میں پہلی گانے والی آواز تھی جس نے عرب موسیقی کے فنی کمال کے ساتھ گانا گایا۔ اور ابن الکلبی نے کہا کہ سائب خاثر پہلا شخص تھا جس نے عرب کا پکا گانا گایا۔
(حسین نصار)

۴۰۸۔ الطبری ۳/۶۰۵۔ ہارون الرشید نے ۱۸۰ھ میں دوبارہ حج کیا تھا۔ الطبری ۳/۶۴۵ میں ہے کہ ۱۸۰ھ میں حج سے واپس آتے ہوئے ہارون الرشید بصرہ میں ٹھہرا تھا۔"

۴۰۹۔ ابن سعد ۵/۳۱۵ و مابعد۔ "وحدثنی احمد بن مسیح قال حدثنی عبدُ اللہ بن عبید اللہ قال قال لی الواقدی: حَجَّ أمیرُ المؤمنین ھارونُ الرشید فوَرَدَ المدینۃ فقال لیحیٰ بن خالد۔۔۔۔" احمد بن مسیح نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے عبد اللہ بن عبید اللہ نے بتایا کہ مجھ سے الواقدی نے کہا کہ امیر المؤمنین ہارون الرشید نے حج کیا تو وہ مدینہ بھی آئے اور انھوں نے یحیٰ بن خالد سے کہا۔۔۔") آگے وہی روایت ہے جو متن میں درج ہوئی
(نثار فاروقی)

۴۱۰۔ ابن سعد ۷/۷۷ "وکان من أھل المدینۃ فقدم بغداد فی سنۃ ثمانین ومئۃ فی دینٍ لحقَہٗ فلم یزل بھا وخرج إلی الشّام والرقّۃ" (یہ مدنی تھے اور سنہ ۱۸۰ھ میں بغداد آئے تھے کیونکہ یہ مقروض ہو گئے تھے۔ وہاں رہتے رہے، پھر شام اور رقّہ کی طرف چلے گئے")

۴۱۱۔ الطبری ۳/۶۴۶۔ "ثمّ شخصَ (یعنی ہارون الرشید) من مدینۃ السّلام إلی الرّقّۃ"۔ "سنۃ ۱۸۰ھ"۔ "(پھر وہ (ہارون الرشید) بغداد سے سنہ ۱۸۰ھ میں رقّہ چلا گیا")

Marfat.com

۴۱۲ - ابن سعد ۵/ ۵۱۵ ومابعد- (یہ روایت جوزف ہورووٹس نے حاشیے میں درج کی تھی ہم نے متن میں شامل کر دی ہے۔نثار فاروقی)

۴۱۳ - ابن سعد ۵/ ۳۱۹ (یہ روایت متن میں موجود ہے - فاروقی)

۴۱۴ - مروج الذہب (طبع قاہرہ) ۲/ ۲۶۲

۴۱۵ - یاقوت :(تحقیق مارگولیتھ) ۷/ ۵۵

۴۱۶ - وفیات الأعیان (طبع بُولاق) ۱/ ۶۴۰ ومابعد

۴۱۷ - یاقوت (تحقیق مارگولیتھ ۷/ ۵۶

۴۱۸ - ابن حجر ۹/ ۳۶۴

۴۱۹ - الطبری ۳/ ۱۰۳۶

۴۲۰ - یاقوت (تحقیق وستنفیلڈ) ۳/ ۶۷۷

۴۲۱ - ابن سعد ۵/ ۳۱۴ - ۷/ ۷۷ - ابن قتیبہ: کتاب المعارف ۲۵۸ - یاقوت (تحقیق مارگولیتھ) ۷/ ۵۵ - السمعانی ۵۷۷ - ابن خلکان ۱/ ۲۳۷ کی طرح ابن قُتیبہ کے قول سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ الواقدی بغداد کے مغربی علاقہ کے قاضی تھے وہ تو صرف یہ کہتا ہے کہ غربی علاقہ کے قاضی نے نماز پڑھائی) نیز ابن سعد ۵/ ۳۲۱

۴۲۲ - ابن حجر ۹/ ۳۶۵ " وکان جواداً کریماً مشہوراً بالسخاء " (یہ بہت دریادل تھے اور اپنی سخاوت کے لیے مشہور تھے)

۴۲۳ - یاقوت (تحقیق مارگولیتھ) ۷/ ۵۶

۴۲۴ - ابن سعد ۵/ ۳۲۱ " وأوصی محمد بن عُمر إلیٰ عبد اللہ بن ھارون أمیر المؤمنین فقبل وصیّتہ وقضیٰ دَینہ " (الواقدی نے ہارون الرشید کے بیٹے عبداللہ کو اپنا وصی بنایا تھا اُس نے وصیت کی تکمیل کی اور اس کا سارا قرض ادا کر دیا۔)

۴۲۵ - ابن سعد ۵/ ۳۲۱ - ۷/ ۷۷ - ابن قتیبہ : ۲۵۸ - الفہرست : ۹۸

۴۲۶ - الفہرست ۹۸

Marfat.com

۴۲۷۔ الفہرست (تحقیق فلوگل Flügel) ۹۸

۴۲۸۔ یاقوت: معجم الادباء ۷/ ۵۸

۴۲۹۔ الفہرست میں اس کتاب کے کچھ اور ابواب بھی بتائے گئے ہیں۔

۴۳۰۔ الفہرست میں یہ اضافہ ہے " وترک الخوارج فی الفتن "

۴۳۱۔ اصل میں نام یوں ملتا ہے: " کتاب الرغیب فی علم القرآن وغلط الرجال "۔
اسلامک کلچر میں طباعت کی غلطی سے اس حاشیہ کا نشان کتاب نمبر ۱ پر لگ گیا ہے۔ (نثار فاروقی)

۴۳۲۔ یہ غالباً عورتوں سے متعلقہ مسائلِ شریعت کی کتاب ہوگی مگر یاقوت نے اسے تاریخی کتابوں کے ذیل میں شمار کیا ہے تو یقین ہے کہ اس میں کچھ تاریخی مواد بھی رہا ہوگا۔

۴۳۳۔ الفہرست میں ایک مخصوص تالیف " مقتل الحسن " کا حوالہ بھی ہے۔

۴۳۴۔ الفہرست نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے " وتصانیف القبائل ومراتبها وأنسابها "۔

۴۳۵۔ ابن سعد ۸/ ۳۲

۴۳۶۔ Bibliotheca Arabo-Hispana IX, 237 (یعنی اسپین کی کتبِ عربی کی فہرست جلد ۹ صفحہ ۲۳۷)

۴۳۷۔ Caetani : Annali dell' Islam, Anno 11, 70f
(یعنی: کیتانی: حولیاتِ اسلام سنہ ۱۱ھ/ ۷۰ ف

۴۳۸۔ الطبری ۱/ ۲۹۴۱ - ۳۰۶۰

۴۳۹۔ الطبری ۳/ ۶۳۹

۴۴۰۔ LOTH : Zeitsghrift der Deutschen Morgenlanadischen Gellschaft, Vol. 23 p. 603
(یعنی مجلّہ جماعت مستشرقین جرمنی جلد ۲۳ صفحہ ۶۰۳ پر لوث کا مضمون)

Marfat.com

۴۴۱۔ لوٹ (Loth) حوالۂ ماسبق صفحہ ۴۰۴ و ۷، ۶۰ لوٹ نمبر ۴۔
ابن سعد ۵/ ۳۱۴۔ الواقدی نے ایک محدّث کی تاریخ وفات درج کی ہے۔
جن کا انتقال مدینہ میں ۱۸۶ھ میں ہوا تھا۔ یہ کتاب کبھی غالباً مدینہ میں مکمل
ہوئی مگر بعد کو اس میں کچھ اضافات بغداد میں کیے گئے۔

۴۴۲۔ ابن سعد کی کتاب کے باب سیرۃ میں، اور الواقدی کی کتاب میں ربط تلاش
کرنے کے لیے دیکھو:

BANETH (D.H.) : Beitrage far kritik and zur Sprachlichen Verstandis der Schreiben Muhammads. Disserta- tions — Auszug Berlin 1920.

(یعنی ڈی ایچ بانٹ: مراسلات نبوی پر تنقیدی اضافات اور اُن کے لغوی
مطالب۔ چیدہ مقالات۔ برلن ۱۹۲۰ء)

۴۴۳۔ دیکھو کتاب المغازی۔ الواقدی۔ تحقیق الفرڈ فون کریمر۔ کلکتہ ۱۸۵۶ء

KREMER (Alfred von) : Waqidi's History of Mohammad's Compaigns, Calcutta 1856.

اس میں الواقدی کی تالیف کتاب کے صفحہ ۳۰۶ کی سطر ۱۰ تک ہے۔ بعد
میں جو کچھ ہے یہ زمانۂ مابعد کی ایک اور تالیف سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح صفحہ
سطر ۹ سے صفحہ ۹ سطر ۲ تک جو کچھ ہے اس کا بھی الواقدی سے سروکار نہیں۔

۴۴۴۔ تحقیق کریمر (KREMER) نمبر ۱ سطر ۹ تا ۲ سطر ۶

۴۴۵۔ ابن سعد ۲/ ۱ سطور ۳۔ ۱۰۔ الواقدی کے شیوخ کی ایک فہرست جو اُن چند
ناموں پر مشتمل ہے جنھوں نے الواقدی کو مغازی رسول کی روایت دی، ہمیں
ابن سعد جزء اوّل قسم ثانی کے صفحہ ۱۵ پر ملتی ہے۔ دوسری آٹھ ناموں کی فہرست
جس میں الواقدی کے اساسی رُواۃ کے نام ہیں، اور جنھوں نے "طبقات"
کی روایت کی ہے، وہ اس کتاب کے جزء ثالث میں صفحہ ۱ پر ملے گی۔

Marfat.com

۴۴۶۔ SACHAU : Studien fur altesten Geschichtsuberlie — ferungder Araber, p. 21.

(یعنی ایڈوارڈ زاخاؤ "تاریخ عرب کے قدیم راویوں کا مطالعہ" صفحہ ۲۱۔

۴۴۷۔ الطبری ۳/ ۲۵۱۲

۴۴۸۔ اس کے ثبوت ویل ہاوزن ۱۲ میں ملیں گے۔ نیز ملاحظہ ہو۔

HOROVITZ (Joseph) : De Waqidit libroqui Kitab al Magazi inscribitur, Berlin, 1898, 9seq.

(یعنی جوزف ہورووٹس: "الواقدی کی کتاب المغازی کے مخطوطہ کے بارے میں" برلن ۱۸۹۸۔ صفحہ ۹ و ما بعد

۴۴۹۔ ابن سعد ۱/ ۳۹۔ "یقول الواقدی حَدَّثَنِی عبدُالله بن جعفر الزّهری قال وجدْتُ فی کتاب أبی بکر بنِ عبد الرّحمٰن بنِ المِسْوَر..." (الواقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن جعفر الزہری نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن المسور کی کتاب میں دیکھا ہے.... الخ"۔ اور اسی کتاب میں (۲/ ۶۹) یہ ہے۔ "حَدَّثَنِی موسیٰ بن محمّد بن ابراهیم بن الحارث التیمی قال وجدت هذا فی صحیفةٍ بخطِّ أبی فیها..." (موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی نے کہا، میں نے اپنے باپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب میں دیکھا)

۴۵۰۔ یہی الواقدی نے کہا ہے۔ ابن سعد ق ۲، ۳۔ "قال محمّد بنُ عمر: نَسَخْتُ کتابَ أهلِ أذرح فاذا فیه..." (الواقدی نے کہا میں نے اہل أذرح (جگہ کا نام) کی ایک کتاب نقل کی تھی تو اس میں دیکھا..."

۴۵۱۔ ویل ہاوزن: ۱۵

۴۵۲۔ ابن سعد ق ۲/ ۱۲۹۔ سطر ۲۵ تا ۱۲۸ و سطر ۱۲

۴۵۳۔ الواقدی کی جرح کے لیے دیکھو ابن حجر ۹/ ۳۶۳ - ۳۶۳ و ما بعد۔ نیز یاقوت معجم الادباء ۷/ ۵۵

Marfat.com

۴۵۴۔ ابن سعد ۵/ ۳۱۴ ۔ یاقوت حوالہ ماسبق

۴۵۵۔ ابن حجر ۹/ ۳۶۵

۴۵۶۔ تحقیق فلوگل (Flügel) ۹۸ "وکان یتشیّع حسن المذھب ... وھوالذی روی أنّ علیّاً علیہ السلام کان من معجزاتِ النبی صلّی اللہ علیہ وسلم، کالعصا لموسیٰ علیہ السلام واحیاء الموتیٰ لعیسی بن مریم علیہ السلام، وغیرذلک من الأخبار" (یہ شیعہ تھے اور معتدل مذہب رکھتے تھے ... انھوں نے ہی یہ روایت کی ہے کہ حضرت علی، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے معجزات میں سے ایک تھے، بالکل اسی طرح جیسے عصا حضرت موسیٰ کا معجزہ تھا یا مُردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا۔ یا اسی طرح کے اور اخبار۔" (جوزف ہورووِتس)

(ابن الندیم کے سوا کسی نے الواقدی کو شیعہ نہیں لکھا۔ وہ لکھتا ہے "کان یلزمُ التقیّہ" (یہ تقیہ کیے رہتے تھے) مؤلف أعیان الشیعہ (جلد ۴۶ صفحہ ۱۷۱) اور مؤلف "الذریعہ إلی تصانیف الشیعۃ" جلد ۳ ص ۲۹۳) نے الفہرست ہی کی بنیاد پر اس کا ترجمہ اپنی کتابوں میں شامل کیا ہے۔ لیکن ابن أبی الحدید شارح نہج البلاغۃ جہاں الواقدی کی کوئی روایت درج کرتا ہے اور اس کے بعد کسی دوسرے شیعی ماخذ کا حوالہ دیتا ہے تو "وفی روایۃ الشیعۃ" کے الفاظ سے حد بندی کر دیتا ہے اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ وہ الواقدی کی روایت کو مسلک شیعہ کی نمایندہ نہیں سمجھتا۔ خود الواقدی نے اپنے مغازی میں ایسی روایات بیان کی ہیں، جو کسی شیعہ مؤلف کے قلم سے نہیں نکل سکتیں، خواہ وہ تقیہ کیے ہوئے ہو۔ مثلاً ابن اسحٰق نے یوم بدر کے مقتولین کی فہرست میں لکھا ہے کہ طُعیمۃ بن عدی کو حضرت علی نے قتل کیا مگر الواقدی نے اس کی تردید کی ہے، اور کہتا ہے کہ طُعیمۃ کو قتل کرنے والے حمزہ تھے، علی نہیں تھے۔ اسی طرح یوم

Marfat.com

اُحد میں صؤاب کو کس نے قتل کیا، اس میں اختلاف روایت ہے، اور مختلف رُواۃ نے تین نام لیے ہیں، کوئی کہتا ہے اُس کے قاتل سعد بن ابی وقاص تھے، کوئی حضرت علی کا نام بتاتا ہے اور کسی کا بیان ہے کہ قزمان نے اُسے ہلاک کیا تھا۔ الواقدی نے تینوں بیانات کا حوالہ دے کر اپنی رائے بھی لکھی ہے کہ قزمان کا قاتل ہونا ثابت ہے۔

الواقدی کی "کتاب المغازی" میں جو اَب مکمل حالت میں مرتب ہو کر ہمارے سامنے آئی ہے اُن صحابیوں کی فہرست ملتی ہے، جو یومِ اُحد میں بھاگے تھے، اسے الواقدی نے اس طرح شروع کیا ہے: "کانَ مِمَّن تَوَلّیٰ فلانٌ والحارث بنُ حاطِب ..." (جو لوگ بھاگے اُن میں فلاں اور الحارث بن حاطب وغیرہ تھے ...) ابن أبی الحدید نے اس فہرست میں حضرات عُمر و عثمان کے نام بھی لکھے ہیں۔ البلاذری نے یہی فہرست الواقدی سے نقل کی ہے تو اس میں عثمان کا نام ہے، عُمر کا نہیں ہے، (انساب ۱/۳۲۶) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بُنیادی مخطوط میں عُمر و عثمان دونوں کے نام تھے، یا اِن میں سے ایک کسی کا نام تھا، مگر اس نسخہ کے ناقل کو اِس فہرست میں عُمر و عثمان کے نام ناگوار ہوئے اور اُس نے اُن کی جگہ لفظ "فُلاں" لکھ دیا۔ جن لوگوں نے بُنیادی مخطوطہ کے مطابق لکھے ہوئے نسخے دیکھے ہوں گے اُنھوں نے یہ گمان کر لیا کہ الواقدی شیعہ تھا۔ بہرحال الواقدی کے تشیّع کو تسلیم کرنے کے لیے صرف ابن الندیم کا قول ناکافی ہے جب کہ اُسی کا معاصر الطُوسی اِس بات کا قطعاً ذکر نہیں کرتا۔ دوسرا قیاس اس سے بنا ہو گا کہ الواقدی سے "مقتل الحسن"، "مقتل الحسین" اور "مولد الحَسَن والحُسَین" جیسی کتابوں کی تالیف بھی منسوب ہے۔ (نثار احمد فاروقی)

۴۵۷۔ ابن ہشام ۴/۱۶۳ (وستنفیلڈ ۵۸۹) نیز الواقدی: (ویل ہاؤزن) ۳۹۳

۴۵۸۔ ابن ہشام ۴/۱۹۰ (وستنفیلڈ ۹۲۱) الواقدی (ویل ہاؤزن) ۴۱۶۔ اور ابن سعد ۲/۱۲۷ کا نوٹ۔

۴۵۹۔ الفہرست ۹۸

Marfat.com

۴۶۰۔ ابن سعد ۲ ق ۲/ ۵۰ سطر ۱۲ تا ۱۵ اور سطر ۲۴

۴۶۱۔ تحقیق کریمبر ۱۴۰۔ الواقدی ایک خبر میں جو ابن سعد (۴/ ۶) کے یہاں موجود ہے العبّاس کی گرفتاری کا بیان کرتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو

Noldeke in the Z.D.M.G. Vol. 52, p. 21 seq.

(یعنی نولدکہ: در مجلۂ جماعتِ مستشرقینِ جرمنی، جلد ۵۲ صفحہ ۲۱ وما بعد)

۴۶۲۔ ابن سعد ۴ ق ۱/ ۲۱۔ نیز CAETANI : Annali dell' Islam, Anno 20, pp. 264, 266, 341.

(یعنی کیتانی: حَولیاتِ اسلام سنۃ ۲۰ھ صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۶ و ۳۴۱

۴۶۳۔ IBN SA'D : Biographien Muhammads seiner gefahrten und der spateren Trager des Islams bis sum 230 der Flucht, 19 Vols. Leiden, E.J. Brill, 1904-28.

(یعنی ابن سعد: "تراجم محمد والصّحابہ والتّابعین" تا بسال ۲۳۰ھ۔ ۱۹ جلدیں ای جے بریل۔ لائیڈن ۱۹۰۴ء تا ۱۹۲۸)

۴۶۴ LOTH (Otto) : Das Classenbuch des Ibn Sa'd Leipzig, 1869.

(یعنی اٹولوث: طبقات ابن سعد۔ لیبزش ۱۸۶۹ء)

۴۶۵۔ ابن سعد، ق ۲/ ۹۹۔

۴۶۶۔ ابن سعد ۵/ ۱۴۳۔ "ولكنه (أبا علقمة الفراوى) عمّر حتى لقيناه سنة تسع وثمانين ومئة بالمدينة" (مگر ابو علقمۃ الفراوی زندہ رہا یہاں تک کہ ہم اُس سے ۱۸۹ھ میں مدینہ میں ملے تھے)

۴۶۷۔ ابن سعد، ق ۲/ ۹۹۔ البلاذری: فتوح ۳۱۹ میں ہے کہ یہ بنو ہاشم کے موالی تھے۔

۴۶۸۔ ابن حجر ۲/ ۳۴۲

Marfat.com

۴۶۹۔ ابن سعد ۵/ ۲۳۱

۴۷۰۔ ابن خلکان ۱/ ۶۴۲

۴۷۱۔ الفہرست (تحقیق فلوگل) ۹۹

۴۷۲۔ LOTH (Otto)Das Classenbuch des Ibn Sa'd, Leipzig, 1869.

یعنی اٹولوث: طبقات ابن سعد، صفحہ ۲۵ وما بعد)

۴۷۳۔ NOLDEKE-SCHWALLY : Geschichte des Qorans' Vol. II, p. 135.

(یعنی نولدکہ شوالی: تاریخ القرآن ۔ ۲/ ۱۳۵)

۴۷۴۔ ابن سعد اق ۱/ ۲۱ - ۲۲

۴۷۵۔ ابن سعد ۲ ق ۱/ ۱

۴۷۶۔ دیکھو زاخاؤ مقدمہ ابن سعد جلد سوم صفحہ (XXVII), ہورووتس

مقدمہ ابن سعد جلد سوم ق ۲ صفحہ (V) وما بعد

SACHAU : Studien p. 32 seq.

یعنی زاخاؤ: دراسات ۳۲ وما بعد

De GOEJE : Z.D.M.G. Vol. 57, p. 379.

یعنی دی غویہ: مجلۂ مستشرقین جرمنی جلد ۵۷ صفحہ ۳۷۹

RECKENDORF : in Orientalistische Literaturzeitung, 1923, p. 352.

یعنی رکندورف: در صحیفۂ آداب شرقیہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۳۵۱

Z.D.M.G. Vol. 23, p. 593 seq.

یعنی مجلۂ جماعت مستشرقین جرمنی جلد ۲۳ صفحہ ۵۹۳ وما بعد

۴۷۷۔ یہ السیرۃ الحلبیہ کے مؤلف علی بن برہان الدین الحلبی ہیں۔ (حسین نصار)

مکتبہ مرغوب بلاقم امروہی

Marfat.com

اشاریۂ اعلام

اس اشاریے کی ترتیب میں عربی قاعدے کی پابندی کی گئی ہے۔ اس لئے اضافتوں کو حروف تہجی کی ترتیب میں نہیں رکھا ہے۔ ابوبکر 'ب' میں اور ذوخشب 'خ' میں ملے گا۔ ابن الندیم کو 'ن' میں دیکھئے وغیرہ۔ ترتیب میں جناب ریاست حسین فاروقی سے مدد ملی ہے انکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

آدم (علیہ السلام) ۱۱۷

ابان بن عثمان ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۳۴، ۳۶، ۴۵، ۵۴، ۵۸، ۸۳

ابان بن عثمان البجلی ۱۳، ۱۴

ابان بن العطار ۲۸-۲۹

ابراہیم (علیہ السلام) ۱۱۷

ابراہیم الابیاری ۱۳۴

ابراہیم الحربی ۱۷۵

ابراہیم بن سعد ۷۶، ۹۰، ۹۵، ۱۱۶، ۱۲۲

ابراہیم بن عبدالرحمٰن ۲۰

ابراہیم بن عبداللہ ۹۲

ابراہیم بن عقبہ ۱۰۴

ابراہیم بن محمد بن سعد ۵۸، ۶۲

ابراہیم بن الولید ۷۹

ابرہہ ۱۲۰

الأبناء ۳۶

الابواء ۸۶

أُبَیّ بن خلف ۸۹

الُولوث ۱۷۷، ۱۸۳، ۱۹۰/ ۱۹۱، ۱۹۵، ۱۹۶

ابن الاثیر ۱۲۲

أحمد ۱۴، ۳۵، ۴۹، ۶۴، ۸۹، ۱۲۲، ۱۹۴

احمد بن حنبل ۹، ۱۰، ۶۶، ۱۰۱، ۱۴۰

احمد بن صالح ۸۸

احمد بن مسیح ۱۸۸

الأحوص ۷۰

ادریس ۴۳، ۵۱، ۵۲

الاذرح ۱۹۲

الازد ۱۰۸

الازرقی ۱۱۹

اسپین ۱۶۹، ۱۹۰

اسحاق بن یسار ۱۱۰، ۱۱۱

Marfat.com

اسد (بنو) ۹، ۱۳۹، ۱۸۴
بنی اسرائیل ۱۱۸
اسلم (بنو) ۱۴۲
اسماء بنت ابی بکر ۱۹
اسماعیل (علیہ السلام) ۱۱۸، ۱۲۵
اسماعیل بن ابراہیم ۱۰۵، ۱۰۶
اسماعیل بن ابی حکیم ۱۳۵
اسماعیل بن عبداللہ ۱۸۰
اسماعیل بن ہشام ۱۱۱، ۱۳۲
اسماعیل بن یسار ۲۳، ۲۴، ۳۳
اُسوار ۳۶
الأسوات ۳۴
الأشعث بن قیس ۳۰، ۶۸، ۹۱
الأشعری ابوموسی ۸۲
الأعرج ۷۸
اعشاش ۶۱
افریقیہ ۱۹
الفرڈ فان کریمر ۱۷۱، ۱۹۱، ۱۹۵
الوئس اشپرنگر ۱۰۵
ابوالیاس ۴۳، ۵۱، ۵۲
امیر بن حفص ۴۶،
بنو امیہ ۱۴، ۲۵، ۲۶، ۴۵، ۵۳، ۵۴،
۶۳، ۷۳، ۷۶، ۸۰، ۸۱، ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۱۴،
۱۴۰، ۱۴۱
بشر بن عیاض ۹۹، ۱۰۰

انصار ۱۴، ۵۹، ۶۴، ۷۰، ۷۶، ۸۳،
۸۴، ۹۳، ۱۲۱، ۱۶۹، ۱۸۲
اوس ۱۲۸-۱۶۸
اہل وٹڈ ۹۰، ۱۳۱
ایران ۳۶، ۱۴۲
ایشیائے کوچک ۱۳
بئر عزۃ ۴۷
باذام ۸۲
بانث (BANETH) ۱۹۱
بحرین ۱۳۹، ۱۸۴، ۱۸۵
البخاری ۱۳، ۳۸، ۴۷، ۹۱، ۹۲، ۹۴،
۱۰۱، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۴۰،
۱۸۵، ۱۸۶
ابوالبختری ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۵۲، ۱۵۳
بدر ۱۳، ۱۷، ۳۰، ۳۵، ۴۹، ۶۲، ۶۴،
۸۸، ۱۰۶، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۷۷، ۱۹۳،
برٹش میوزیم ۱۷۱
برطلیطس اغریقی ۱۲۴
برلین ۱۰۶، ۱۳۰، ۱۷۸، ۱۹۱، ۱۹۲
بصرہ ۱۰۸، ۱۷۰، ۱۸۴، ۱۸۸
بغداد ۷۷، ۱۱۵، ۱۲۲، ۱۳۰، ۱۴۵، ۱۰۱، ۱۴،
۱۵۲، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۷۰، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۱
ابوبکر الصدیق ۱۶۸
ابوبکر بن حزم ۵۴، ۵۹
ابوبکر بن عبدالرحمن ۱۵، ۲۰

Marfat.com

ابوبکر بن عبدالرحمن بن المسور ۴۵، ۱۹۲
ابوبکر محمد بن خیر ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۱۶۹
ابوبکر بن محمد بن عمرو ۵۸، ۸۱، ۸۳، ۸۴، ۹۳
البکائی ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۳۲
بکار الزبیری ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۶
ابن بُکیر ۸۸
البلاذری ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۹۰، ۹۱، ۱۰۹،
۱۳۱، ۱۳۲، ۱۹۴، ۱۹۵
بُولاق ۴۶، ۵۰، ۱۱۷، ۱۸۹
بوآط ۸۶
بیت الحرام ۸۹، ۹۰
بیت المقدس ۶۵، ۸۹، ۹۰
بیکر (سی۔ ایچ) ۴۲
بیون ۸۷
پکتھال (محمد مارماڈیوک) ۷
ٹورانٹو (یونیورسٹی) ۸
ٹوری ۹۲
ثعلبہ بن ابی مالک ۴۷، ۹۷
الثعلبی ۳۷، ۳۹، ۴۰
ثمود ۱۱۹، ۱۲۴
جابر بن عبداللہ ۱۲، ۳۸
جبریل (علیہ السلام) ۱۴۳، ۱۴۴
جلیس ۱۱۹
ابن جریج ۱۰۸
الجزیرہ ۱۱۴، ۱۱۵
جعفر بن ربیعہ ۹۸
جعفر بن الزبیر ۳۴
جعفر بن محمد ۱۳
ابوجعفر المنصور، ۳۴، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۳۹، ۱۸۵،
الجمحی ۴۶، ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۳۶
حاجی خلیفہ ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۸
حارث بن حاطب ۱۹۴
الحارث بن عبد کلال ۸۷
حاکم نیشاپوری ۱۲۲
حبّابہ ۷۰
ابن حبّان ۳۵
حبشہ ۲۸، ۲۹، ۴۹، ۸۶، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۶۸
حبیب بن منیح ۹۰
حبیبہ بنت سہل ۸۴
ابوحبیبہ ۱۰۷
ام حبیبہ ۸۶
ابن حبیش ۱۶۹
حجاز ۱۷، ۷۱، ۷۳، ۹۵
حجاج بن یوسف ۱۸، ۱۹، ۲۲، ۴۲، ۹۰،
ابن حجر ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۲،
۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۷، ۹۶، ۹۸، ۹۹، ۱۲۲،
۱۲۳، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۴۰،
۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۹، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵
الحجر ۵۷
بنو حُدّان ۱۰۸

Marfat.com

حدراء ۶۱
ابن ابی الحدید ۱۹۳، ۱۹۴
حرّہ ۵۳
حسان بن ثابت ۳۳، ۵۸/۵۹، ۱۲۸
حسن بن علی ۱۶۸، ۱۹۴
حسن بصری ۱۰۸
حسین بن علی ۱۶۸، ۱۹۴
حسین بن عبداللہ ۱۷۷، ۱۷۸
حسین بن فہم ۱۷۸
حسین بن محمد بن ابی معشر ۱۳۹، ۱۸۰،
۱۸۴
حسین نصّار ۷، ۴۶، ۴۹، ۹۲، ۹۹
۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۸۴، ۱۸۸،
۱۹۶،
حفیظ الدین (محمد) ۸
الحکم بن ابی العاص ۲۴
حکیم بن حزام ۱۷
حمّاد بن زید ۸۲
حمزہ ۱۹۳
حمید اللہ محمد، ۴۴
حمیر ۴۱، ۵۸، ۸۷
حنظلہ بن مالک ۱۳۹، ۱۸۴، ۱۸۵،
حُنین ۶۲
حیدرآباد (دکن) ۵۱، ۱۲۲، ۱۳۷
حیرہ ۱۱۵
خارجہ بن زید ۱۵، ۴۵
الخاطی ۱۴۰
خالد بن سعید بن العاص ۸۲، ۸۶
خالد بن عبداللہ القسری (۸)، ۸۴، ۱۰۰، ۱۰۱
خالد بن المہاجر ۱۹
خالد بن الولید ۳۰
ام خالد (زوج الزبیر) ۱۰۳
خدیجہ بنت خُویلد ۱۹، ۳۰
ابن خُرداذبہ ۱۸۷
خزرج ۱۲۸، ۱۶۸
ذوخشب ۸۶
بنو خَطمہ ۳۴
ابن خلکان ۲۰، ۴۶، ۴۷، ۹۴، ۱۰۰،
۱۳۲، ۱۶۵، ۱۸۹، ۱۹۶
خلیفہ ۸۸
خندق ۱۲۲
خیبر ۱۲۲، ۱۶۹
بنو خیثمہ ۴۳
ابن ابی خیثمہ ۴۶
خیزران ۱۶۷
دارالندوہ ۴۳
داؤد (علیہ السلام) ۴۲
داؤد بن محمد ۱۳۸، ۱۸۴
دائرۃ المعارف ۵۱
رُحیم ۱۱۴

Marfat.com

دمشق ۱۱، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۲۳، ۲۷، ۳۷، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۸، ۶۹، ۷۳، ۸۰، ۸۸، ۹۰، ۹۱، ۱۰۵، ۱۱۴، ۱۴۱، ۱۷۱

ڈھلک ۷۰

دیار بکری ۱۰۵

ذی غویہ ۴۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۹۶

ذُباب (کوہ) ۶۱

ذِبار ۲۷

الذّہبی ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۸۳، ۸۴، ۸۷، ۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶

ربیع بن عبدالرحمن ۸۹

ربیع بن ابی الحُقیق ۱۷

ابن رستہ ۱۳۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۲۷، ۳۰، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۵۳، ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۶، ۷۸، ۸۱، ۸۲، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۶، ۱۰۱، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۶۰، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۵

رُصافہ ۱۶۶

رَقّہ ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۷۸

رکندروت ۱۹۶

روم ۹۴، ۹۵

رے ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۲۲

زبیر بن بکّار ۹۵

زبیر بن العوّام ۱۹، ۱۰۳

زخاؤ (ایڈورڈ) ۸۷، ۱۰۵، ۱۳۰، ۱۷۲، ۱۷۷، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۹۲، ۱۹۶

ابو زُرعہ ۱۱۳، ۱۸۴

زعیم بن زبید ۱۸۰

ابوالزنّاد ۱۳، ۱۷، ۳۳، ۳۴، ۷۱، ۷۳، ۷۷، ۹۴

بنو زھرہ ۶۴، ۱۷۸

الزّہری ۱۳، ۲۷، ۳۱، ۳۲، ۵۳، ۵۴، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۵، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۹، ۱۷۲، ۱۷۸

زید بن ثابت ۳۴

زید بن عمرو ۱۰۷

زینب (ابنۃ الرسول) ۸۶

Marfat.com

سائب خاثر ۱۴۲، ۱۸۷، ۱۸۸
سنجاؤ دیکھو زخاؤ
سریانی ۱۴۱
ابن سعد ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۵، ۳۲، ۳۵،
۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸،
۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۵، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۷۶،
۸۱، ۸۴، ۸۵، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱،
۹۲، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹،
۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۸، ۱۴۰،
۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۹،
۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۷،
۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳،
۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰،
۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶
سعد بن ابراہیم ۷۶
سعد بن ابی وقاص ۱۹۴
سعید بن ابراہیم ۹۹
سعید بن جُبیر ۱۰۱، ۱۰۲
سعید بن عبدالعزیز ۹۴
سعید بن المسیب ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۴۵،
۶۶ ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۹۰،
۹۱، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۲۶، ۱۳۶
ابوسعید الخُدری ۲۸، ۳۴، ۸۹
سُفیان بن عُیینہ ۳۵، ۱۱۲
ابوسفیان ۲۹، ۳۰

سُکینہ بنت الحسین ۲۰
سلمہ بن الفضل ۱۲۲
ام سلمہ ۱۸۵
ابوسلمہ بن عبدالرحمن ۷۵، ۹۷
سلیمان بن عبدالملک ۵۴، ۶۰، ۷۰، ۸۴
سلیمان بن یسار ۱۵، ۴۵، ۷۱، ۷۳،
سماک بن الفضل ۳۷
السّمعانی ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۹
سنان ابن ابتہ وہب ۵۱
سندھ ۱۳۸، ۱۳۹
بنوسواد بن کعب ۸۷
سُویقہ ۲۶
سیلحین ۱۴۶، ۱۵۲
ابن سیدالناس ۱۳۴، ۱۸۳
الشافعی ۷۱
شام ۲۲، ۲۳، ۶۸، ۹۱، ۹۵، ۱۴۱،
۱۴۲، ۱۵۸، ۱۶۸، ۱۸۸
شُرجیل بن سعد ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۴۹،
۱۰۶، ۱۳۱
شُعب ۴۳، ۹۵
شمس الدین محمد السّخاوی ۱۰۱
شمیم احمد ۸
شہر بن ہاذام ۸۲
شوت رائنہارٹ ۴۲، ۵۱
شوین وی ۴۰

Marfat.com

صالح بن کیسان ۶۸
صبیح ۱۱۰
صفین ۶۸
صفیہ بنت عبدالمطلب ۱۹
صنعاء ۳۷، ۱۰۸
صواب ۱۹۴
ضمرۃ بن ربیعہ ۹۵
الطائف ۱۲۲
الطالبی ۱۶۱، ۱۶۴
الطاہر بن ابی ہالہ ۸۲
طبری ۱۰، ۱۷، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۴۰،
۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹،
۵۰، ۵۵، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵،
۸۶، ۸۷، ۹۰، ۹۲، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۱،
۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹،
۱۲۲، ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳،
۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۱، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۸۳،
۱۸۵، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲
طسم ۱۱۹
طعیمہ بن عدی ۱۹۳
طلحہ بن عبید اللہ ۱۱
الطوسی ۱۹۴
بنو ظفر ۶۲، ۸۷
عائشہ رض ۱۱، ۱۹، ۲۶، ۲۷، ۳۱، ۳۲، ۳۳،
۵۴، ۷۲، ۸۴، ۸۶، ۹۴، ۱۷۶

عائشہ بنت طلحہ ۲۰، ۳۴
عاد ۱۱۹، ۱۲۶
عابد حسین (سید) ۸
عاصم بن عمر ۵۳، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۸۶،
۸۸، ۱۱۱، ۱۲۱، ۱۲۳
عامر بن شہر الہمدانی ۸۲
عباس بن سہل ۵۷
عباس بن عبدالمطلب ۱۳، ۸۸، ۱۱۶، ۱۱۷،
۱۱۹، ۱۷۷، ۱۹۵
عباس بن قتادہ ۶۴
عباس بن محمد ۱۱۴، ۱۱۵
ابن عباس ۳۸
عباسی (خلفاء) ۸۵، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۳۹،
۱۷۷، ۱۷۸
ابن عبدالبر ۷۵
عبدالحفیظ الشبلی ۱۳۴
ابن عبدالحکم ۹۲
عبدالرحمن بن ابان ۱۳
عبدالرحمن بن خالد ۱۹
عبدالرحمن بن الضحاک ۸۳، ۹۲
عبدالرحمن بن عبدالعزیز ۸۵
عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث ۹۰، ۹۱
عبدالرحمن بن محمد بن ابی بکر ۵۶، ۸۵
عبدالرحمن بن مسور ۲۰، ۱۹۲

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن الولید ۱۲۹، ۱۸۴

عبدالرزاق بن ہمام ۱۰۸، ۱۰۹

ابوعبداللہ ۔ دیکھو عُروۃ بن الزبیر

عبداللہ بن اُبیّ ۷۲، ۷۳

عبداللہ بن ابی سلول ۸۸

عبداللہ بن ادریس ۱۱۴

عبداللہ بن بُریدہ ۱۴۲، ۱۸۷

عبداللہ بن ابی بکر ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶،
۵۷، ۵۸، ۶۲، ۶۴، ۷۸، ۸۳، ۸۴،
۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۲۱، ۱۲۳،
۱۲۵ - ۱۲۶

عبداللہ بن ثعلبہ ۴۷، ۹۶،

عبداللہ بن جعفر ۱۲، ۱۸

عبداللہ بن جعفر الزہری ۱۹۲

عبداللہ بن حسن ۲۶

عبداللہ بن ذکوان ۷۱

عبداللہ بن رواحہ ۱۲۸

عبداللہ بن الزبیر ۱۱، ۱۹، ۲۰، ۲۱،
۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۴، ۴۶، ۶۵،
۶۶، ۶۷، ۶۸، ۸۹، ۹۰، ۱۰۳، ۱۰۴،
۱۲۳، ۱۴۲، ۱۶۶

عبداللہ بن سعید ۴۶

عبداللہ بن سلام ۳۶

عبداللہ بن شہاب ۶۴، ۸۸، ۸۹

عبداللہ بن عباس ۳۸، ۱۰۷، ۱۱۹

عبداللہ بن عبیداللہ ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۸۸

عبداللہ بن عتبہ ۱۴

عبداللہ بن عمر ۱۶، ۱۷، ۲۷، ۱۰۳، ۱۰۴

عبداللہ بن فائد ۲۲

عبداللہ بن قیس الاشعری ۸۲

عبداللہ بن قیس الرقیّات ۱۲

عبداللہ بن محمد بن القدّاح ۱۸۲

عبداللہ بن ہارون الرشید ۱۸۹

ام عبداللہ (زوجہ الواقدی) ۱۴۵، ۱۵۱،
۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵

عبدالمطلب ۱۲۶

عبدالملک بن مروان ۱۱، ۱۲، ۱۷، ۱۹، ۲۰،
۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۶، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱،
۳۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۸۹،
۹۰، ۹۱، ۹۵، ۹۹، ۱۴۱

عبدالملک بن محمد ۵۶، ۸۵

عبدالمنعم بن ادریس ۳۹، ۴۳، ۵۱، ۵۲،
۱۰۹

عمران ۴۱

عبید بن شریہ الجُرہمی ۱۳۷

عبیداللہ بن عبداللہ ۱۴، ۱۵، ۳۰، ۴۵،
۷۴، ۷۵، ۹۷، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۲

عبیداللہ بن عمر ۹۹، ۱۰۰

عتبہ بن مسعود ۱۴

عتبہ بن ابی وقاص ۸۹

Marfat.com

عثمان بن حیان ۸۳
عثمان بن عفان ۱۱، ۱۴، ۲۶، ۲۸،
۵۶، ۸۵، ۸۶، ۱۰۹، ۱۳۰، ۱۷۰، ۱۹۴
عراق ۱۹، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۹، ۱۴۱، ۱۴۲،
۱۷۵، ۱۵۱، ۱۵۸، ۱۶۸، ۱۸۵، ۱۸۶،
عراقین ۲۰
عراک بن مالک ۷۵، ۹۸
العرجی ۱۶
عرفات ۱۰۴
عروۃ بن الزبیر ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱،
۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸،
۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵،
۳۶، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۷۲، ۷۴، ۷۵،
۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۲۳،
عروۃ بن محمد ۳۷
عقبۂ کبریٰ ۴۳، ۱۰۶، ۱۲۱
العقیق ۲۵، ۲۶، ۴۷
عقیل (بن اخی وہب) ۴۱
علقمہ بن وقاص ۷۲، ۱۰۱، ۱۰۲
ابو علقمہ الفرادی ۱۹۵
علی بن برہان الدین الحلبی ۱۸۳، ۱۹۶
علی بن الحسین ۲۶، ۶۵، ۸۷، ۱۶۰،
۱۶۳
علی بن ابی طالب ۱۲، ۱۸، ۲۶، ۳۴،
۷۲، ۷۳، ۹۴، ۱۰۱، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۷۵،
۱۷۶، ۱۹۳، ۱۹۴
علی بن عبداللہ بن عباس ۱۰۷
عمرو بن حزم ۵۸، ۸۲، ۸۵، ۸۶، ۸۷،
عمرو بن العاص ۲۱
ام عمرو بنت جندب ۱۱
عمر بن جبیب ۶۷، ۶۸
عمر بن الخطاب ۴۵، ۱۶۹، ۱۷۷، ۱۹۴،
عمر بن ابی ربیعہ ۱۶، ۳۳
عمر بن عبدالعزیز ۱۳، ۲۵، ۵۴، ۶۳، ۶۹،
۷۰، ۷۸، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۸
عمر بن عبداللہ بن الزبیر ۲۳
عمر بن قتادہ ۶۲، ۸۷
عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۸۴،
۸۶، ۹۷
عنبسہ ۸۹
ابن عنترابہ ۸۵
بنو العنقاء ۵۹، ۶۰
العوام ۱۹
عیسیٰ (علیہ السلام) ۱۱۹، ۱۷۶، ۱۹۳
عیسیٰ بن جعفر بن سائب خاثر ۱۸۷
عیسیٰ بن طلحہ ۲۵
عین التمر ۱۱۰
غسان ۵۹
ابو غسان ۱۸۷، ۱۸۸
غیلان ۳۷

Marfat.com

فائد بن اشرم ۷۱
فاروقی (نثار احمد) ۸، ۴۴، ۴۷، ۵۲،
۸۳، ۹۰، ۹۴، ۹۸، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۸۸،
۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۴۔
فاطمہ بن عمارہ ۸۶
فاطمہ بنت المنذر ۱۱۲، ۱۱۳
فاطمہ (زوج عبداللہ بن ابی بکر) ۵۷
ابو الفدا ۱۰۰
ابو فراس ۔ دیکھو الفرزدق
فرانکفرٹ ۱۱۰
ابو الفرج الاصفہانی ۱۴، ۱۸۷
الفرزدق ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲
الفرع ۲۷
الفضل بن دکین ۱۸۲
فلسطین ۹۵
فلوجیل ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۸۶،
۱۹۰، ۱۹۳
بنو فہر ۸۳
فیشر (اوگسٹ) ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۸۳،
۸۷، ۱۱۰، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۷۱
نیوک ۴۵، ۹۴، ۹۵، ۱۰۱، ۱۱۰، ۱۱۲،
۱۲۲، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵
قاسم بن محمد ۱۵، ۴۵، ۸۴
قاہرہ ۱۳۳، ۱۸۹
قبار ۲۵
قبۃ الصخرا ۶۶
قبیصہ بن ذؤیب ۲۰، ۴۹، ۸۶، ۱۱۰
قتادہ ۶۲
قتادہ بن دعامہ ۱۰۸
قتادہ بن النعمان ۸۷
ابن قتیبہ ۴۰، ۴۱، ۴۵، ۴۷، ۵۱، ۸۸،
۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۵، ۱۱۲، ۱۳۱، ۱۳۳،
۱۸۶، ۱۸۹
قرۃ بن عبدالرحمن ۷۱، ۸۱
قریش ۳۳، ۴۳، ۷۴، ۸۳، ۹۷،
۱۶۹، ۱۷۷، ۱۷۸
قزمان ۱۹۴
قسطلانی ۱۳۲
قسطنطنیہ ۱۱۷
ابن قمیئہ ۸۹
قیس بن مخرمۃ بن عبدالمطلب ۱۱۰
کوپرولو ۱۱۷
کثیر ۵۸، ۶۰، ۶۲
کرنکو ۵۱، ۱۲۲
کریب مولی ابن عباس ۱۰۷
کسری انوشروان ۳۶
کعب بن زہیر ۴۵
کعبہ ۹۰، ۱۲۰
کلکتہ ۱۹۱
کوفہ ۱۲۴، ۱۲۹، ۱۴۰

Marfat.com

گوتخن ۱۱۷ ،
گوتشاک ڈاکٹر ۱۳۱
گولڈتسیہر ۴۴ ، ۶۹ ، ۹۹ ، ۱۰۰ ، ۱۳۲ ،
۱۳۵
گیلانی مناظراحسن ۴۴
لامان ۴۶
لانڈن ۱۰ ، ۱۳۴ ، ۱۹۵
اُلوکبینی ۹۱
لزبرسکی ۵۰ ، ۵۱
لیپزگ ۱۷ ، ۱۹۵
اللیث ۷۶ ، ۷۹ ، ۹۸
لیونی کیتانی ۷۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۵
ابن الماجشون ۴۷ ، ۹۷
مارگولیتھ ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۸۸ ،
مالک ۸۳ ، ۸۴ ، ۸۵ ، ۱۰۶ ، ۱۰۹
مالک بن انس ۱۰۴ ، ۱۰۵ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۴
مالک بن شہاب ۶۹ ، ۹۲
مامون الرشید ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷
المبرد ۴۷ ، ۴۹
المثنیٰ ۸۴
مُجاح ۲۷
مجاہد ۲۷
ابنا محرق ۵۹ ، ۶۰
محمد بن اسحاق ۱۱ ، ۱۳ ، ۲۸ ، ۳۲ ،
۳۴ ، ۳۵ ، ۴۵ ، ۴۷ ، ۵۳ ، ۵۵ ، ۵۷ ،
۶۳ ، ۶۴ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۹۴ ، ۹۵ ، ۱۰۱ ،
۱۰۳ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۱ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۴ ،
۱۱۵ ، ۱۱۶ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ،
۱۲۲ ، ۱۲۳ ، ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ،
۱۲۹ ، ۱۳۰ ، ۱۳۴ ، ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ،
۱۳۸ ، ۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۱۶۵ ، ۱۶۹ ،
۱۸۱ ، ۱۸۲ ، ۱۹۳
محمد بن ابی بکر بن حزم ۵۵ ، ۸۵
محمد بن ابی بکر ابوطلحہ ۴۳
محمد بن جعفر بن الزبیر ۱۲۳
محمد بن الحنفیّہ ۱۲ ، ۱۰۴
محمد بن السائب الکلبی ۱۸۲
محمد بن سعید بن المسیب ۱۲۶ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷
محمد بن عروۃ ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۶ ، ۳۳
محمد بن عقبہ ۱۰۴
محمد بن عکرمہ ۷۸
محمد بن عمرو ۵۳ ، ۹۲ ، ۹۲
محمد بن کعب ۱۳۸
محمد بن ابی محمد ۱۲۴
محمد بن مسلم بن شہاب ۔ دیکھو الزہری
محمد بن ھشام ۸۴
محمد مارماڈیوک ۔ دیکھو پکتھال
الوالمنارق الراسبی ۹۰
بنو مخزوم ۱۸۵
ابومخنف ۹۰

Marfat.com

مدائن ۹۳
المدائنی ۹۰، ۱۰۰، ۱۰۱
مدنی، ۴۶، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۶۲، ۱۷۰، ۱۷۳
المدینہ ۱۲، ۱۴، ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۸، ۴۳، ۴۹، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۶۲، ۶۳، ۶۶، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۸، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۷۷، ۱۸۱، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۱، ۱۹۵
مروان بن الحکم ۱۷، ۵۳، ۶۵، ۸۹
مروان بن محمد ۱۴۲، ۱۸۷
المزّی ۸۷، ۸۸
مسجد حرام ۲۰، ۶۶، ۸۹
مسجد نبوی ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۲۶، ۶۶، ۸۹، ۱۰۴
المسعودی ۴۰، ۵۰، ۱۶۵، ۱۸۳
ابومسلم بن عبداللہ ۸۹
مسلمہ بن ہشام بن عبدالملک ۹۶
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۷
مَسلمہ ۱۳
المسہر ۱۳۹، ۱۸۴
مصر ۲۱، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۲۳
مصطفی البابی الحلبی ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷
مصطفی السقا ۱۳۴
مصعب ۹۴
مصعب بن الزبیر ۲۰، ۲۱، ۹۱، ۱۴۱، ۱۴۲
مُضر ۵۹
معاویہ بن ابی سفیان ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۳۷، ۴۵، ۴۶، ۹۱، ۱۰۹
معاویہ بن عمارہ ۱۳
معد ۵۹
ابن معروف ۱۷۸
ابومعشر السندی ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۷، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۶
معقل ۳۷
مُعتمر ۸۰، ۹۷
معمر بن راشد ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۷۲
معن بن اوس ۳۴
معن بن عیسی المدنی ۱۸۲
ابن معین ۸۸، ۱۰۵، ۱۰۹

Marfat.com

المغیرہ بن ابی زبید ۱۲۴
المغیرہ بن عبدالرحمن ۱۳، ۱۴
المقدسی، ۱۰۵، ۱۸۶
مکّہ ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۳۰، ۳۸، ۶۴، ۶۵، ۸۴، ۹۰، ۱۰۳، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۶۸، ۱۶۹
منجمنّا ۱۲۴
المنذر ۲۴
المنذر بن ساوی ۱۰۸
المہدی ۱۳۹، ۱۶۶، ۱۸۵، ۱۸۶
موتہ ۱۲۲
موسیٰ (علیہ السلام) ۱۷۶، ۱۹۳
موسیٰ بن عقبہ ۳۴، ۳۵، ۴۹، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۷۴، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲
موسیٰ بن محمد بن ابراہیم ۱۹۲
اُمّ موسیٰ بنتِ منصور الحمیری ۱۳۹، ۱۸۵
نجاشی ۸۶
بنو نجار ۵۹، ۸۳
نجدۃ الحروری ۱۰۳، ۱۰۴
نجران ۵۳، ۵۸، ۸۲
ابن الندیم ۳۶، ۵۰، ۱۲۵، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۵، ۱۹۳، ۱۹۴
ابو نعیم ۱۰۵، ۱۳۸
ذونواس ۱۲۰
نوفل بن مساحق ۱۵
نولدکی شوالے ۱۳۶، ۱۹۵، ۱۹۶
النووی ۴۵، ۱۳۱، ۱۳۲
الہادی ۱۴۱، ۱۸۶
ہارون (علیہ السلام) ۱۷۶
ہارون الرشید ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۵۱، ۱۵۷، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۸۸، ۱۸۹
ہجر ۳۳
ہذیل (بنو) ۱۵
ابو ہریرہ ۱۵، ۲۸، ۳۴، ۳۸، ۶۶
ہسپانوی ۴۱، ۴۲
ہشام بن اسماعیل ۹۱
ہشام بن عبدالملک ۶۹، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۷، ۷۹، ۹۲، ۹۴، ۱۱۱، ۱۳۲
ہشام بن عروۃ ۲۳، ۲۴، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۲۳
ہشام بن محمد الکلبی ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۸۸
ابن ہشام ۴۱، ۴۸، ۸۲، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۱۰۱، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۹۴
ام ہشام بنت حارثہ ۸۴
ہمام بن منبہ ۳۷، ۳۸، ۴۲
ابن ابی ہُنیدۃ ۲۸، ۳۱
ہولستما ۸۹

Marfat.com

ہورووتس (جوزف) ۷، ۴۹، ۵۱، ۵۲،
۱۰۱، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۲،
۱۹۳، ۱۹۶
الہیثم بن عدی ۸۴، ۱۷۰
ہیڈل برگ ۴۲، ۴۳، ۵۲
ہیل ۱۳۶
الواقدی ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۲۸، ۳۲، ۳۵،
۳۶، ۴۵، ۴۶، ۵۵، ۵۶، ۶۳، ۸۴،
۸۸، ۸۹، ۹۱، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷،
۱۰۹، ۱۱۱، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۵،
۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۵۸،
۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷،
۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴،
۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰،
۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹،
۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵
وَدّان ۸۶
ولہاوزن ۴۵، ۸۵، ۸۹، ۱۳۱، ۱۷۱،
۱۷۲، ۱۸۷، ۱۹۲، ۱۹۴
وستنفیلڈ ۱۱۷، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴،
۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۸۴، ۱۸۹، ۱۹۴
الولید بن عبدالملک ۱۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵،
۲۶، ۲۸، ۳۱، ۳۳، ۳۷، ۶۹، ۷۲،
۷۳، ۸۰، ۹۲، ۹۴، ۱۰۰
الولید بن یزید ۹۴، ۹۵

وینسنک (پروفیسر) ۱۰، ۱۳۴
وہب بن کیسان ۱۳۵
وہب بن منبّہ ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹،
۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۵۰، ۵۱،
۵۲، ۱۰۹، ۱۱۹، ۱۲۴
ابن وہب ۸۳، ۸۴، ۱۰۰
وہب بن وہب۔ دیکھو ابوالبختری
یاقوت ۳، ۴۰، ۴۲، ۴۹، ۵۰، ۵۱،
۱۱۳، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۸۴،
۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳
یثرب ۱۳۲
یحیی بن بُکیر ۸۴
یحیی بن خالد برمکی ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴،
۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹۔
۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵،
۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱،
۱۶۴، ۱۶۵، ۱۸۸
یحیی بن عباد ۱۲۳
یحیی بن عروۃ، ۴۳
یربوعی ۵۸، ۶۲
یروشلم ۲۶
یزید بن ابی حبیب ۱۱۲، ۱۲۳، ۱۲۵
یزید بن رومان ۱۱۲، ۱۲۳
یزید بن عبدالملک ۱۲، ۵۴، ۶۹، ۷۷، ۹۲

Marfat.com

یزید بن عیاض ۱۸

یزید بن معاویہ ۱۹، ۲۱، ۲۷، ۱۰۰

یزید بن المہلب ۱۳۹، ۱۸۴، ۱۸۵

یسار (جدّ محمد بن اسحق) ۱۱۰

الیعقوبی ۶۵، ۶۶، ۶۸، ۶۹، ۸۹، ۱۲۲، ۱۸۳

یعلی بن امیہ ۸۲

یمامہ ۱۳۹، ۱۸۴، ۱۸۵

یمن ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۵۰، ۵۳، ۸۲، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۲۰، ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۸۴

یوحنا (حواری) ۱۲۴

یوسف بن عمر الثقفی ۳۸

یونس بن بکیر ۸۵، ۱۰۰، ۱۰۹، ۱۲۲،

یونس بن یزید ۱۰۱

ابن یونس الصدفی ۹۵

Marfat.com

ذخیرہ محمد وقار مجددی لاہور

اسی مترجم کے قلم سے

۱۔ میر کی آپ بیتی (ترجمہ ذکر میر) ۱۹۵۷ء۔ دوسرا ایڈیشن (زیر طبع)

۲۔ دید و دریافت (مجموعۂ مضامین) ۱۹۶۴ء

۳۔ تذکرۂ طبقات الشعراء (ترتیب) ۱۹۶۵ء

۴۔ دہلی کالج میگزین، میر نمبر (ترتیب) ۱۹۶۲ء

۵۔ تین تذکرے (تلخیص) ۱۹۶۷ء

۶۔ تذکرۂ مقالات الشعراء (ترتیب) ۱۹۶۸ء

۷۔ کلیات مصحفی حصہ اول و دوم ۱۹۶۸ء

۸۔ تلاش غالب (مجموعہ مضامین) ۱۹۷۴ء

۹۔ تلاش میر (مجموعہ مضامین) ۱۹۷۴ء

ملنے کا پتہ

علمی مجلس۔ ۱۴۲۹ چھتہ نواب صاحب۔ فراشخانہ۔ دہلی ۶

Marfat.com